مصنف ہدایۃ النحو، خلیفۂ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء،
بانی سلسلۂ سراجیہ مرشد مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی
کی حیات و خدمات پر اولین تحقیقی کتاب
مسمّٰی بہ
آئینہ ہندوستان
اخی سراج الدین عثمان
احوال و آثار
تالیف
عبد الخبیر اشرفی مصباحی
ناشر
haikhul Islam
TRUST
شیخ الاسلام ٹرسٹ
احمد آباد، انڈیا
تقسیم کار
اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن
حیدر آباد دکن

مصنف ہدایۃ النحو، خلیفۂ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا،
بانی سلسلہ سراجیہ، مرشد مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی،
آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ
کی حیات و خدمات پر اولین تحقیقی کتاب
مسمیٰ بہ

آئینۂ ہندوستان
شیخ اخی سراج الدین عثمان
احوال و آثار

تصنیف
عبدالخبیر اشرفی مصباحی
صدر المدرسین، صدر دار الافتا و شیخ الحدیث
مدرسہ عربیہ اہل سنت منظر اسلام، التفات گنج، امبیڈکر نگر

ناشر
شیخ الاسلام ٹرسٹ، احمد آباد
تقسیم کار:
اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدر آباد، دکن

بفیضِ روحانی شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، اشرف المرشدین
حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

سلسلۂ اشاعت بزبان اردو: 1

- نام کتاب : **آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان-احوال وآثار**
- مصنف : علامہ مولانا مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی-
- بتعاون واہتمام: جانشین شیخ الاسلام علامہ مولانا سید حمزہ اشرف اشرفی جیلانی-
- تحریک ونگران : محمد بشارت علی صدیقی اشرفی، جدہ، حجاز مقدس-
- پروف ریڈنگ : بشارت صدیقی اشرفی ومحمد ساجد حسین اشرفی، ایتھری سہرسہ-
- اشاعت اول : 1439ھ/2018ء (بموقع عرس مخدوم ملت محدث اعظم ہند قدس سرہ)
- ناشر : شیخ الاسلام ٹرسٹ، احمد آباد-
- تقسیم کار : اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، دکن-
- صفحات : 320
- ہدیہ : 300

ملنے کے پتے

باسمہ تعالیٰ

انتساب مؤلف

والد بزرگوار

حضرت منشی مطیع الرحمان چشتی

کے نام

جن کی دعاؤں کے سہارے زندگی کی کشتی رواں ہے

اللہ ان کی صحت وحیات میں برکت دے

اور

والدۂ مرحومہ مغفورہ کے نام

جن کی پارسائی وفیاضی

میرے لئے مشعل راہ ہے

اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت میں جگہ دے

طالب دعا

عبد الخبیر اشرفی مصباحی

انتساب ناشر

امام اعظم

ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی

غوث اعظم

سید محی الدین عبد القادر جیلانی

ہم شبیہ غوث اعظم

سید علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی

مجدد اعظم

امام احمد رضا خان قادری بریلوی

محدث اعظم

سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی

سرکار کلاں

سید مختار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی

شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، اشرف المرشدین

حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

آئینۂ کتاب

منقبت درشان

سیاح معرفت، گنجینۂ کمالات، خلیفہ نظام الدین اولیا

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان

خلیفہ شیخ الاسلام

علامہ مولانا سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی بارہ بنکوی، مسقط، عمان

دنیائے فکر وفن کے اے سرتاج، اخی سراج
ہے کشور ہنر پہ ترا راج، اخی سراج

ہمدوش مہر و ماہ، تصوف میں تیری راہ
سالک کو تیرا قرب ہے معراج، اخی سراج

فیضان، لا زوال، ترے سلسلے کا ہے
تا حشر ہے کمالوں کا انتاج، اخی سراج

تجھ میں وہ کہکشاں ہے علوم و فنون کی
جاری ہے جس سے نور کا اخراج، اخی سراج

ہے نحو میں جو تیری ہدایت کا خاص رنگ
نحوی ہیں اس کے آج بھی محتاج، اخی سراج

میزان و پنج گنج سے چمکے دل و نظر
روشن ہے تا ابد ترا منہاج، اخی سراج

آئینہ ہند کا تجھے کہتے ہیں اہل دل
دست نظام سے یہ ملا تاج، اخی سراج

تیرا قلم، دلائل حق کی ہے وہ فصیل
ٹکرا کے جس سے کفر ہے تاراج، اخی سراج

پھیکے ہیں، تیرے گوہر حکمت کے سامنے
یاقوت اور زمرد و پکھراج، اخی سراج

اب بھی تمہارے علم کا دریا ہے جوش پر
اٹھتی ہیں جس سے فیض کی امواج،اخی سراج

ہے جونپور، امیٹھی و پنڈوہ، کچھو چھہ میں
تیرے فیوض خاص کی آماج، اخی سراج

شان اودھ بڑھی، تیرے علمی جمال سے
لاریب، ہیں عظیم ترے کاج،اخی سراج

سیراب تجھ سے ہو گئی بنگال کی زمین
وہ اب بھی دے رہی ہے تجھے باج، اخی سراج

شہرت تری، عروج کی جانب ہے گامزن
چرچا ہے کل سے بڑھکے ترا آج، اخی سراج

شانِ قلم، وقارِ سخن، نکتہ رس ادیب
تھے معنی و حروف کے نساج، اخی سراج

ایسے فنا تھے یاد خدا اور رسول میں
کہلائے اپنے وقت کے حلاج، اخی سراج

باطل پہ تیری شعلہ نوائی کو دیکھ کر
پاتی ہیں جوش، دین کی افواج، اخی سراج

آمادۂ ستم ہیں، مسلمان کے عدو
امداد سے بچائیے اب لاج، اخی سراج

فضل و کرم کے پھول برستے رہیں سدا
تجھ پر رہے عنایت وہاج، اخی سراج

یہ کم عیار بھی تو دیار اودھ کا ہے
دیجیے سر فریدی کو زرتاج، اخی سراج

کلمات حمزہ

جانشین سیدی شیخ الاسلام فاضل جلیل عالم نبیل

حضرت علامہ سید شاہ محمد حمزہ اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

نائب سرپرست، شیخ الاسلام ٹرسٹ، احمد آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین کے خلیفہ ومجاز، مخدوم العالم حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے پیر اور تارک السلطنت مخدوم المشائخ سید مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی رضی اللہ عنہ کے دادا پیر، عالم ربانی، آئینۂ ہند **حضرت مخدوم شیخ سراج الدین عثمان معروف بہ اخی سراج علیہ الرحمۃ والرضوان** برصغیر کے علمی وروحانی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہیں۔آپ نے رشد وہدایت، شریعت وطریقت، علم وتحقیق، اخلاق وتصوف، سلوک ومعرفت، تحقیق وتصنیف، غرض کہ ہر شعبہ میں نمایاں اور بیش بہا خدمات انجام دیں، مریدین ومتوسلین کی اصلاح فکر واعتقاد کے لیے پوری زندگی وقف کردی، ہر لمحہ ذکر وفکر، عبادت وریاضت میں گزارا مگر افسوس کہ اس عظیم عبقری شخصیت کی حیات اور کارناموں پر اب تک جامع ذکر منظر عام پر نہیں آیا۔

بے پناہ مبارک بادیوں کے مستحق ہیں عہد حاضر کے جواں سال عالم ومحقق گرامی قدر حضرت مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی زید حبہ جنھوں نے حضرت آئینہ ہند کی مختلف الجہات شخصیت اور کارناموں کو جمع وترتیب دے کر گراں قدر خدمت انجام دی اور آنے والی نسل

کے لیے تحریک وتشویق کا سامان فراہم کیا۔

زیر نظر کتاب "**شیخ اخی سراج الدین عثمان-احوال وآثار**" حضرت اخی سراج آئینۂ ہند کی علمی، روحانی اور عملی زندگی کے بہت سے اہم گوشوں اور گونا گوں خوبیوں کو اجاگر کرتی ہے، کتاب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے کافی تلاش وجستجو کے بعد حضرت اخی سراج کی کتاب زندگی کو جمع کیا ہے، اس لیے یہ کہنا بجا ہوگا کہ یہ مجموعہ اپنے موضوع پر منفرد اور تحقیقی دستاویز ہے جو عوام اور علما و محققین سب کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔

مصنف موصوف باصلاحیت عالم دین، کامیاب مدرس، پختہ قلم کار، کہنہ مشق مفتی، بزرگوں سے محبت رکھنے والا، اور دین متین کا بے لوث خادم ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ بھی اپنی فکر وشعور سے امت مسلمہ کو مستفید کراتے رہیں گے۔

شیخ الاسلام ٹرسٹ گجرات اور اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدرآباد کے ہر رکن وممبر کو اللہ عزوجل جزائے خیر سے نوازے جنھوں نے مصنف موصوف کی اس قلمی کاوش کو منصۂ شہود پر لانے میں دامے درمے سخنے قدمے کسی طرح سے بھی حصہ لیا اور رب قدیر مصنف موصوف اور اس کام میں حصہ لینے والے ہر فرد کی عمر میں، فکر میں بلندیاں عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فقط والسلام

فقیر اشرفی وگدائے جیلانی

سید محمد حمزہ اشرف اشرفی کچھوچھوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض دل

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے جو تمام جہانوں کا خالق و مالک ہے- بعد حمدِ خدائے تعالیٰ، بے شمار درود و سلام شاہِ لولاک، رسول پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، ان کے اہلِ بیت پر، ان کے محبوب اصحاب پر اور ائمہ شریعت و طریقت پر-

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان۔احوال و آثار، عطائے سرکار کلاں، انتخاب مخدوم سمناں- علامہ مولانا مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی مدظلہ العالی کی ایک علمی و تحقیقی تصنیف ہے جس میں انھوں نے خلیفۂ محبوب الٰہی سلطان المشائخ قدس سرہ و مرشد گنج نبات مخدوم العالم حضرت شیخ علاء الحق والدین پنڈوی خالدی لاہوری ثم بنگالی قدس سرہ - آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان قدس سرہ کی حیات و خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ الحمد للہ اس کتاب کو یہ اعجاز بھی حاصل ہو رہا ہے کہ تقریبا 700 سال بعد پہلی بار اردو زبان میں اس طرح کی تفصیلی تحقیقی سوانحی کتاب حضرت آئینۂ ہند شیخ اخی سراج قدس سرہ پر منظر عام پر آ رہی ہے۔اس کتاب کی تیاری کے لیے 90 سے زاید کتب، مصادر و مراجع کی طرف رجوع کیا گیا اور مکمل ایک سال کی کڑی محنت و تحقیق کے بعد آپ حضرات کی خدمت میں یہ تحقیقی کتاب پیش کی جا رہی ہے۔اس عظیم کارنامے کے ذریعے مفتی صاحب نے ہم اہل سلسلہ چشتیہ سراجیہ کی طرف سے ایک قرض ادا کر دیا، جس کے لیے وہ تمام محبان اولیاء بالخصوص وابستگان سلسلہ چشتیہ سراجیہ کی جانب سے شکر و سپاس کے مستحق ہیں۔امید ہے کہ علامہ مولانا مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی مدظلہ العالی کی یہ کاوش اہل علم سے خراج تحسین حاصل کرے گی اور مولانا اپنا یہ علمی سفر جاری رکھیں گے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی انہیں جزائے خیر سے ہمیشہ نوازتے رہے۔آمین!

میں بے حد مشکور و ممنون ہوں کنزی، سندی، مرشدی حضرت شیخ الاسلام علامہ مولانا

سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی؛ حضرت علامہ ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی مدظلہ العالی (صدر شعبہ عربی، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد)، حضرت علامہ سید محمد جلال الدین اشرف اشرفی جیلانی معروف بہ قادری میاں مدظلہ العالی (صدر وسربراہ اعلی- مخدوم اشرف مشن، پنڈوہ شریف، ضلع مالدہ، بنگال) اور جانشین امین شریعت جامع شریعت وطریقت حضرت علامہ مفتی محمود احمد رفاقتی مدظلہ العالی (سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ رفاقتیہ، بھوانی پور، مظفرپور بہار) کا جنھوں نے اس کتاب پر اپنے گراں قدر تاثرات اور کلمات لکھ کر کتاب کی علمی شان میں مزید اضافہ فرمادیا ہے۔

الحمدللہ تعالیٰ اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت جانشین سیدی شیخ الاسلام فاضل جلیل عالم نبیل حضرت علامہ سید شاہ محمد حمزہ اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی **اپنے متحرک وفعال ادارے - شیخ الاسلام ٹرسٹ، احمد آباد کے ذریعے اور اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد دکن کے اشتراک سے حاصل کررہے ہیں۔**

اس کتاب کی اشاعت وطباعت کے سلسلے میں یہ بات بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضور سیدی کنزی حمزہ میاں قبلہ کی علمی وروحانی قیادت میں اور شیخ الاسلام ٹرسٹ، احمد آباد کی مکمل ذمہ داری قبول کرنے کے بعد یہ پہلی تحقیقی تاریخی کتابی پیش کش ہے، جس کے لیے وہ تمام محبان اولیاء بالخصوص وابستگان سلسلہ اشرفیہ کی جانب سے شکروسپاس کے مستحق ہیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اس خدمت کو قبول فرمائے، ہر کام کو پائے تکمیل تک پہنچائے، ناشرین واراکین شیخ الاسلام ٹرسٹ اور اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد دکن کو مزید دینی وعلمی خدمت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور احباب اہل سنت کے لیے اس کتاب کو نفع وفیض بخش بنائے!

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فقیر غوثِ جیلاں وسمناں

نگران اشاعت وطباعت

محمد بشارت علی صدیقی اشرفی

جدہ شریف، حجاز مقدس۔

ابتدائیہ

بنگال کا قدیم نام ونگا یا بنگا ہے، یہ پہلے قبائلی خطوں پر مشتمل تھا، راجا ششکار نے ان خطوں کو ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی اور وہ بہت حد تک کامیاب بھی رہے، مختلف ادوار میں ان وحدتوں کو یکجا کرتے کرتے جلال الدین اکبر کا دور آ گیا، اسی کے دور میں بنگال کو ایک یونٹ کے طور پر نقشہ ملا اور اس پر صوبۂ بنگال کا اطلاق ہوا، اس دور کے بنگال میں بہار اور اڑیسہ بھی شامل تھے۔

بنگال میں آمد اسلام سے قبل چار مذاہب وشنومت، شیومت، جین مت اور بودھ مت کے ماننے والے موجود تھے، ان میں سب سے قدیم بودھ مت تھا، مگر آمد اسلام کے وقت اس کا زوال شروع ہو چکا تھا، مؤرخین نے متفقہ طور پر بنگال میں **اسلام کی آمد** کی بات کہی ہے جس سے یقین ہوتا ہے کہ یہاں اسلام کی ابتدا مقامی باشندوں کی تبدیلیِ مذہب سے نہیں ہوئی، بلکہ مسلمانوں کی تبدیلیِ وطن [Immigration] سے ہوئی، آٹھویں صدی عیسوی میں یہاں مسلمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی جو اسلام کا قریبی عہد کہلاتا ہے۔ عرب تاجر مسلمان اس عہد ہی میں بنگال کے جنوب اور جنوب مشرقی علاقوں بلکہ ان سے آگے برما اور مجمع الجزایر تک پہنچ چکے تھے۔ بنگال میں ان مسلمانوں کی کثرت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ یہاں کی تہذیب وثقافت پر بھی اس کا اثر پڑا تھا، یہاں کی مقامی زبانوں میں عربی دخیل الفاظ کی کثرت اس کی ایک بڑی علامت ہے۔ چٹگام، سلہٹ، نوا کھالی اور دیناج پور کی ہزار سالہ پرانی زبانوں کا جائزہ لیجیے تو کثیر عربی الفاظ ان زبانوں کا حصہ نظر آتے ہیں۔ عباسی خلافت کے زمانے میں بنگال میں مسلمانوں کی قابل قدر آبادی پائی جاتی تھی

یہاں تک کہ آثار وباقیات کی روایتیں بتاتی ہیں کہ یہاں کی کھودائی میں خلافت عباسیہ کے دور کے سکے بھی ملے ہیں جو عباسی خلیفہ شاہ ہارون الرشید کے زمانے کے ہیں۔

بنگال میں اسلامی حکومت قائم کرنے کا سہرا اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی کے سر ہے، انھوں نے راجا لکھمن سین کی بساط حکومت پلٹ دی، ۱۲۰۱ء میں انہوں نے بنگال پر مکمل قبضہ کرلیا، ندیا کے قریب رنگ پور شہر آباد کیا، سڑکیں، سرائے اور پل بنوائے، مسجدیں، مدرسے اور خانقاہیں تعمیر کیں۔ بنگال میں مذہب اسلام کی نشر واشاعت کو رفتار دی، اپنا دار الحکومت لکھنوتی کو بنایا اور سلطان دہلی کا سکہ وخطبہ جاری کیا۔ تبت پر حملہ کی ناکامی کے سبب دل برداشتہ ہو گیا اور ۱۲۰۵ء مطابق ۶۰۲ھ کو دنیا سے چل بسا۔

محمد بن بختیار خلجی کی آمد سے بہت پہلے بنگال میں صوفیائے کرام کے قدم پہنچ چکے تھے اور وہ اپنے اپنے نہج پر تبلیغ واشاعت دین میں مصروف تھے، ان بزرگوں نے بنگالی عوام کے قلوب واذہان میں اسلامی اخوت ومروت کا سکہ بٹھانے میں کامیابی حاصل کرلی تھی، یہاں تک کہ بعض صوفیائے کرام نے شاہی دربار تک رسائی حاصل کرکے ارکان دولت کو بھی بے پناہ متاثر کیا تھا، ان صوفیائے کرام نے اپنی مساعی جمیلہ سے اسلامی حکومت کے قیام کے لیے راہ ہموار کی اور ان ہی کی برکتوں سے مسلم حکمرانوں کو کامیابیاں نصیب ہوئیں، اسلامی سلطنت قائم ہوتے ہی مبلغین اسلام اور داعیان اسلام کی ہمتیں کھل گئیں، یہاں پہلے سے آباد مسلمانوں نے اسلام کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اسلامی سلطنت کے زیر سایہ بیرون صوبہ سے مبلغین اسلام بنگال تشریف لانے لگے۔

بنگال میں ابتدائی تبلیغ واشاعتِ دین کے حوالے سے جن بزرگوں کے نام ملتے ہیں وہ سلطان صوفی ماہی سوار [متوفی ۴۳۹ھ/ ۱۰۴۷ء]، سلطان محمد رومی [متوفی ۴۴۵ھ/ ۱۰۵۳]، بابا آدم شہید [متوفی ۵۱۹ھ/ ۱۱۱۹ء]، شاہ نعمت اللہ بت شکن اور شاہ جلال الدین تبریزی [متوفی ۶۲۲ھ/ ۱۲۲۵ء]، وغیرہم بہت نمایاں ہیں۔ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ جس زمانے میں بنگال تشریف لائے تھے وہ راجا لکھمن سین کا زمانہ تھا، آپ نے لکھنوتی (پنڈوہ شریف) اور دیوتلہ میں اپنی خانقاہ قائم کی تھی اور اخوت ومحبت اور

امن وشانتی کے درس دینے شروع کئے تھے، آپ کی تعلیم سے متأثر ہوکر خود راجا اور اس کا درباری پنڈت ہلایدامشرا آپ کا گرویدہ ہوگیا تھا، دربار میں آپ کی تعظیم وتوقیر کی جاتی تھی اور راجا خود آپ سے ملنے آیا کرتا تھا۔ حضرت شاہ جلال الدین تبریزی علیہ الرحمہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے بنگال میں سلسلہ تصوف سہروردیہ کو فروغ دیا اور حضرت شاہ جلال الدین مجرد یمنی سلہٹی [متوفی ۷۴۸ھ/ ۱۳۴۷ء] نے اس سلسلہ کو بام عروج عطا کیا۔

حضرت شاہ جلال الدین تبریزی کے بعد جن بزرگوں نے اپنے قدوم میمنت سے بنگال کو عزت بخشی ان میں مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی [متوفی بمطابق قول مشہور ۸۰۰ھ/ ۱۳۹۸ء و بمطابق قول محقق ۷۸۰ھ/ ۱۳۷۸ء] اور ان کے پیر ومرشد خلیفۂ سلطان المشائخ محبوب الٰہی، آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان [متوفی یکم شوال ۷۵۸ھ/ ۲۵ستمبر ۱۳۵۷ء] علیہما الرحمہ کے نام بہت نمایاں ہیں۔ یہ دونوں بزرگ بنگال میں تنہا تشریف نہیں لائے تھے، بلکہ ان کے ساتھ علما ومشائخ کی ایک جماعت وارد بنگال ہوئی تھی۔ غوث العالم مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی فرتے ہیں کہ:

''دارالخلافت جنت آباد عرف گور میں سادات عالیہ رہتے ہیں جو قطب الاولیائے محققین ولُبُّ الاصفیائے مدققین مخدومی مولائی سندی حضرت شیخ علاء الحق قدس اللہ روحہ کے ہمراہ ولایت لاہور وملتان سے آئے تھے۔''(۱) اسی طرح آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کو سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی دہلوی علیہ الرحمہ نے جب بنگال بھیجا تھا تو اپنے بھتیجے سید محمد ابراہیم بن سید جمال الدین بدایونی کو آپ کے ہمراہ کر دیا تھا۔

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے بنگال میں سلسلۂ چشتیہ کی بنیاد رکھی، اس کو اپنی مساعی جمیلہ سے خوب پروان چڑھایا اور دور ودراز علاقوں تک پہنچایا۔ آپ کی مذہبی ودینی خدمات سے ہر طبقہ کے لوگ

۱۔ مکتوبات اشرفی، ترجمۂ سید شاہ ممتاز اشرفی، سید اشرف جہانگیر سمنانی، مکتوب ۳۲،ص:۳۳۸، ناشر دارالعلوم اشرفیہ رضویہ اورنگی ٹاون، کراچی پاکستان، سال اشاعت ندارد۔

متاثر ہوئے، سلاطین ورعایا سبھی آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوئے۔ آپ کی خدمات کا دائرہ بہار وآسام اور چین وبرما تک وسیع ہوا۔ مخدوم سید اشرف جہاں گیر فرماتے ہیں:

''آن دیار راز انوار عذار وآثار دیدار خویش وخلق خدائے رابشرف ارادت مشرف می کردند، چناں کہ اکثر ملوک آں دیار وبادشاہان آں اقطار بربقۂ ارادت وزمرۂ سعادت درآمدند۔'' شیخ اخی سراج نے بنگال کو اپنی دید اوررخ زیبا کے انوار وآثار سے منور کردیا اور خلق خدا کو شرف بیعت وارادت سے مشرف کیا، چنانچہ اس دیار کے اکثر ملوک وبادشاہ آپ کے زمرۂ سعادت اور طوق ارادت میں داخل ہوئے۔'' (۱)

تاریخ نویسی کے حوالے سے ایک معتبر نام سید صباح الدین عبدالرحمٰن کا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ ''شیخ اخی سراج نے بنگال اور اس کے اطراف بہار اور آسام میں اسلامی تعلیمات پھیلائیں۔'' (۲)

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے بعد آپ کے خلیفہ وجانشین مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ اوران کے صاحبزادے شیخ احمد نورالدین معروف بہ نور قطب عالم پنڈوی علیہ الرحمہ کے زمانے میں سلسلہ چشتیہ کا شجرہ بنگال میں اس قدر مضبوط ہوا کہ بمثل ''شَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُھَا فِی ☐ السَّمَآءِ'' ہوگیا۔ ان دونوں بزرگوں نے اپنے خون جگر سے اس سلسلہ کی خوب آبیاری فرمائی، ان کی مساعی جمیلہ سے یہ سلسلہ ملکی سرحدوں کو عبور کرگیا اور مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ کے ذریعہ اس زمانے کے سارے اسلامی ممالک تک پہنچ گیا۔

سلسلہ سہروردیہ اور سلسلہ چشتیہ کے علاوہ بنگال میں جن سلاسل تصوف نے قدم رکھا ان میں سلسلۂ قلندریہ کو بھی فروغ حاصل ہوا، اس سلسلے کے سب سے پہلے بزرگ جو بنگال تشریف لائے وہ حضرت شاہ صفی الدین شہید تھے جو غالبا تیرہویں صدی عیسوی کے آواخر میں یہاں آئے تھے۔ سلسلہ مداریہ، سلسلہ نقش بندیہ اور سلسلہ قادریہ نے بھی بنگال میں اپنے

۱۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، حضرت نظام یمنی، ص: ۳۵۵، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی پاکستان، سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۲۔ بزم صوفیہ، ص: ۲۳۴، مطبع معارف اعظم گڈھ، سال اشاعت ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۴۹ء۔

فیوض وبرکات کے گوہر لٹائے ہیں۔ان سلاسل طریقت میں سے ہر سلسلہ کے بزرگوں نے بنگال میں تبلیغ واشاعت اسلام میں حصہ لیاہےاور ان ہی کی کوششوں سے بنگال میں مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہوا ہے،لیکن سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں نے جو خدمتیں انجام دی ہیں ان کی حیثیت بالکل امتیازی ہے۔آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی اور مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہما الرحمہ نے جہاں بادشاہوں کے اندر دینی و مذہبی رجحان پیدا کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے وہیں شیخ نور قطب عالم علیہ الرحمہ نے اسلامی تہذیب وثقافت اور مذہبی تبلیغ واشاعت کی ڈوبی کشتی کو دوبارہ تیرانے میں فتح یابی حاصل کی ہے۔ان کے دور میں بنگال زبردست سیاسی بحران سے گزر رہا تھا، ایک جاگیردار غیر کلمہ گو راجا نے بنگال کی اسلامی حکومت پر قبضہ جمالیا تھا،اس کا ظلم اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ وہ علماومشایخ کو قتل اور مسلمانوں کو غرق سمندر کر رہا تھا،مسلمانوں کو اس بحران سے نجات دلانے کے لیے حضرت شیخ نور قطب عالم علیہ الرحمہ نے جو قربانیاں دی ہیں وہ آج بھی تاریخ کے صفحات پر جگمگا رہے ہیں۔اس کی مکمل تفصیل ہماری غیر مطبوعہ کتاب ''شیخ نور قطب عالم۔ حیات اور کارنامے''میں درج ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بنگال چشتیوں کی سرزمین ہے۔آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اوران کے سلسلے کے مشائخ کی تبلیغ واشاعت دین کے اثرات اس سرزمین پر بہت گہرے ہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ دیگر سلاسل کے بزرگوں نے اس خطہ کی طرف ویسی توجہ نہیں فرمائی جیسی انہوں نے بہار واتر پردیش اور دکن و مارواڑ کے خطوں کی طرف فرمائی ہے،ان خطوں کوانہوں نے اپنی روحانیت سے روشن ومنور کر دیا ہے۔اکابر مشائخ چشت کے مابعد ادوار میں جن بزرگوں نے اس خطہ کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائی وہ بھی ان ہی بزرگوں کے عقیدت کیش ہوکران ہی کے مشن کو آگے بڑھاتے رہے ہیں۔

ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب نے اپنے پی ایچ ڈی مقالے میں اس حقیقت پر یوں روشنی ڈالی ہے:

"The mystic stream that trickled down to Bengal during the middle of the 14th century was never enforced

after Shaikh Akhi Siraj. Consequently no other important saint after him entered and worked in Bengal. The Qadiri, The Suhrawardi, The Shattari, The Firdousi and The Naqshbandi orders which exercised tremendous influence in other parts of India could not simultaneously extend the sphere of their activities to Bengal. Only the Chishti silsilah was destined to play an important role in the social and political life of Bengal, and it produced saints like Alaul Hqa and Nur Qutb Alam, who planted and papularized mystic traditions in the region."

روحانیت وتصوف کا جو دھارا بنگال میں ۱۴ویں صدی عیسوی کے درمیان پہنچا اسے کبھی زور دینے کی ضرورت ہی نہیں پڑی (شیخ اخی سراج کی شخصیت ہی نے سارا کمال کردیا)، اثر یہ ہوا کہ ان کے بعد کسی دوسرے بڑے ولی نے بنگال کی طرف رخ نہیں کیا۔ قادریہ، سہروردیہ، شطاریہ، فردوسیہ اور نقشبندیہ سلاسل طریقت جو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اپنا زبردست اثر رکھتے تھے وہ اپنا اثر اور کام بنگال میں نہیں پھیلا سکے! صرف چشتیہ سلسلے کی ہی تقدیر میں بنگال کی سرزمین پر تاریخی اعتبار سے سماجی اور سیاسی رول ادا کرنا لکھا تھا۔ اور یہاں شیخ علاء الحق اور شیخ نور قطب عالم جیسے اولیا کی نشو ونما ہوئی جنہوں نے روحانی سلاسل تصوف کو اس علاقے میں بویا اور مشہور کیا۔'' (۱)

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر کام کرنے کا جذبہ کافی دنوں سے ہمارے سینے میں تھا مگر وسائل کی کمی اور وقت کی تنگی دامن گیر تھی کہ کام شروع نہیں کر پاتا تھا۔ محب گرامی قدر عالی جناب مولانا بشارت علی صدیقی حیدرآبادی حال مقیم جدہ سعودیہ عربیہ کو اللہ عزوجل جزائے خیر عطا کرے کہ انہوں نے محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے قسط وار شائع شدہ مضامین کا یکجا کردہ رسالہ ''تذکرۂ پیران پیر شیخ عثمان اخی سراج الدین'' ہمیں پروف ریڈنگ اور تقدیم نگاری

۱۔ The muslim mystic movements in Bengal from the Fourteenth to the Middle of the Sixteent Century A. D.، ڈاکٹر عبد اللطیف، ص: vi، سینٹر آف ایڈوانس اسٹڈی، ڈپارٹمنٹ آف ہسٹری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۴ء۔

کے لیے پیش کیا، تقدیم لکھتے وقت احساس ہوا کہ حضرت آئینۂ ہندوستان علیہ الرحمہ کی ذات گرامی پر جیسا کام ہونا چاہیے تھا اب تک اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوا ہے، بس اللہ عزوجل کی ذات پر بھروسہ کر کے تقدیم کے بجائے تفصیل لکھنے بیٹھ گیا، اسی کے کرم سے جو کچھ کرسکا، قارئین کرام کے سامنے ہے، اس کی اچھائی و برائی کے سلسلے میں ان ہی کا فیصلہ ناطق ہے۔

ہمیں یہ اعتراف کرنے میں خوشی ہو رہی ہے کہ محب گرامی محترم مولانا بشارت علی صدیقی حیدرآبادی حال مقیم جدہ سعودیہ عربیہ کا پیہم مخلصانہ تعاون نہیں ہوتا تو یہ کتاب منظر عام پر نہیں آسکتی تھی۔ مواد کی فراہمی، مشکل گھڑیوں میں حوصلہ افزائی، انگریزی ماخذ و مراجع کی ترجمہ نگاری میں اعانت کے علاوہ کتاب کی سیٹنگ میں ان کا بھرپور تعاون حاصل رہا ہے۔

جانشین سیدی شیخ الاسلام- فاضل گرامی علامہ **حضرت سید شاہ محمد حمزہ اشرفی جیلانی مدظلہ العالی** کا ہم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہیں کہ آپ نے شیخ الاسلام ٹرسٹ کے اشتراک سے کتاب کی اشاعت کے اسباب مہیا فرمائے۔ حضرت سید صاحب قبلہ نہایت خوش خو خوش طبع اور خوش خیال وخوش خصال علمی سماجی شخصیت ہیں، سنجیدگی ومتانت آپ کی ذات گرامی قدر کا وصف خاص ہے۔ نہایت کم عمری میں دینی واصلاحی کاموں کا بہت بڑا گراں بار آپ کے کاندھوں نے اٹھایا ہے، یہ آپ کی اعلی ہمتی اور دینی و مذہبی امور سے حد درجہ لگاؤ کی نشاندہی کرتا ہے۔ درجن بھر سے زائد تعلیم وتربیت گاہیں آپ کی قیادت میں منزل مقصود کی جانب بحسن وخوبی اعلی انتظام و انصرام کے ساتھ رواں ہیں جو آپ کی حسن قیادت کو دلیل فراہم کرتی ہیں۔ آپ کی ذات گرامی سے اہل سنت کی عموماً اور وابستگان سلسلۂ اشرفیہ کی خصوصاً بہت سی امیدیں وابستہ ہیں اور آپ ان امیدوں کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے کوشاں بھی ہیں۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر مجی جناب محمد ساجد حسین اشرفی، ایتھری، ضلع سہرسہ بہار اور کتب خانہ رشیدیہ، جون پور کے مخطوطات کی اشاعت کی غرض سے قائم آسی فاؤنڈیشن (جامعہ نگر، دہلی) سے محقق اور مرتب کے طور پر وابستہ فاضل گرامی قدر مولانا ڈاکٹر شہباز عالم مصاحی چشتی [گنجریا، اسلام پور، ضلع اتر دیناج پور، بنگال] کو ہم یاد نہ کریں کہ اول الذکر موصوف نے مواد کی فراہمی اور پروف ریڈنگ میں بہت حد تک اپنا تعاون پیش کیا ہے

اور ثانی الذکر موصوف نے گھنٹوں اپنا قیمتی وقت دے کر کتاب کے اکثر مضامین کی نوک پلک درست کرنے اور مفید مشوروں سے نوازنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اللہ عزوجل ان حضرات کو دارین میں اپنی خاص عنایتوں سے سرفراز فرمائے۔

آخر میں ہم اپنے قارئین سے گزارش کریں گے کہ آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ پر یہ کتاب اپنی نوعیت کا نقش اول ہے ہمارا ہرگز ہرگز یہ دعوی نہیں ہے کہ ہم نے حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے مکمل حالات وواقعات کو لفظوں کا جامہ دیا ہے مگر جو کچھ اللہ کی توفیق سے کیا ہے، حاضر خدمت ہے۔ اگر اس میں آپ کوئی کمی محسوس کریں تو اسے ہماری کوتاہی پر محمول کر کے ہمیں مطلع فرمائیں، ہم آپ کے بے حد شکر گزار ہوں گے۔

خادم طلبہ و مدرسین و خادم فقہ وحدیث

دار العلوم اہل سنت منظر اسلام، التفات گنج امبیڈکر نگر

کلمات تبریک

شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، اشرف المرشدین

حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اولیائے امت کے بارے میں شعور وآگہی رکھنے والا ہر فرد جانتا ہے کہ ہندوستان کا ہر خطہ اولیائے کرام کے فیوض وبرکات سے سرسبز وشاداب ہے، ان ہی کی لامحدود خدمات ومساعی جمیلہ کی وجہ سے دین وسنیت کو بقاواستحکام حاصل ہے، ان نفوس قدسیہ اور ستودہ صفات بوریہ نشینوں نے ہر محاذ پر اسلام اور اہل اسلام کی حفاظت وصیانت کا فریضہ انجام دیا ہے۔خصوصاً سلسلۂ چشتیہ کے مشائخ کرام مثلاً سلطان الہند غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی ،نورنگاہ سلطان الہند شیخ المشائخ بختیار کاکی دہلوی، شیخ العالم بابا فرید الدین گنج شکر اور سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا علیہم الرحمۃ والرضوان جیسی مرکزی شخصیتوں نے عوام مسلمین کے ساتھ ساتھ حکمراں طبقہ کے لیے بھی صلاح وفلاح کے کارہائے گراں مایہ انجام دئے ہیں۔

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کے بعد جب چشتی مرکزیت زوال پذیر ہوئی تو آپ کے خلفا اور دیگر مشائخ چشت نے ہندوستان کے مختلف صوبوں میں خدمت دین وسنیت کے خیمے نصب کردئے چنانچہ دہلی میں شیخ نصیر الدین محمود روشن چراغ، دکن میں شیخ برہان الدین غریب، گلبرگہ میں بندہ نواز گیسودراز، گجرات میں شیخ حسین نہروالہ

اور شیخ حسام الدین ملتانی، مالوہ میں شیخ وجیہ الدین یوسف و شیخ کمال الدین، کلیر میں شیخ صابر چشتی، اودھ میں شیخ علاء الدین نیلی چشتی اودھی، شیخ محی الدین کاشانی چشتی اور جون پور میں غوث العالم مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بڑی جواں مردی وجرأت کے ساتھ حالات کا سامنا کرتے ہوئے خدمت دین کا بیڑا اٹھایا۔لیکن اہل بنگال کے لیے تاریکیوں کا چھٹنا، وہاں روشنی کا پھیلنا، قربِ حق کے طلبگاروں کا حق سے ملنا اور وصال کی لذتوں سے آشنا ہونے کی خواہش مندوں کی خواہشوں کا شرمندۂ تعبیر ہونا شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی علیہ الرحمہ کے وسیلے سے مقدر تھا، اس لیے رب قدیر نے شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کو بنگال بھیج دیا۔

شیخ اخی سراج الدین عثمان اور ان کے خلیفۂ اعظم شیخ علاء الحق والدین پنڈوی علیہما الرحمہ کے ذریعہ بنگال میں مذہب اسلام کو خوب فروغ حاصل ہوا، ان دونوں بزرگوں نے مل کر بنگال کی سرزمین پر دین کی بے پناہ خدمتیں انجام دیں اور سلسلہ چشتیہ کو بنگال اور قرب وجوار کے صوبوں میں متعارف کرایا، شیخ اخی سراج الدین عثمان کو سلطان المشائخ علیہ الرحمہ نے ''آئینۂ ہندوستان'' کا خطاب دیا تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ کے فیوض وبرکات کا عکس جمیل صرف بنگال ہی تک محدود نہیں رہا بلکہ اس کی پرچھائیوں نے پورے ہندوستان میں پریشان حال لوگوں کو راحت وسکون کا سامان فراہم کیا۔

شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کا آئینۂ فیض سرزمین بنگال میں ایسی چمک چھوڑ گیا کہ آپ کے زمانے سے لے کر رواں برس تک کسی دوسرے آئینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی، سرزمین بنگال میں آج بھی ان ہی کا فیض عام وتام ہے اور چشتی نظامی خانقاہی نظام ہے۔

آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے　　　ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی میں ''عشق حقیقی'' کو ''جمالیاتی جذبۂ عشق'' کا رنگ دیا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کی ذات گرامی سے ''جذبۂ جلالی'' کے پیش نظر کرامتوں کا صدور نادر نظر آتا ہے۔ آپ کا عملی درسِ عشق سالک کو شیرینی اور مٹھاس عطا

کرتے ہوئے اس کے جذبۂ دل کو صرف متاثر ہی نہیں کرتا بلکہ اس کے باطن میں تعلق باللہ کی کیفیت بھی پیدا کر دیتا ہے، جس سے شعور، احساس، تخیل سب متاثر ہوتے ہیں، مخدوم العالم مرشد غوث العالم شیخ علاء الحق والدین پنڈوی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی اس کی ایک تابندہ مثال ہے کہ شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے دامن کرم سے وابستہ ہوتے ہی آپ کا ''جذب وعشق جلالی'' جمالیاتی رنگ میں ڈھل گیا اور گرم کھانوں کا برتن سر پر رکھ کر اپنے مرشد کی سواری کے پیچھے ایسے دوڑنے لگے جیسے کشش ثقل سے بلندی سے گرنی والی چیزیں زمین کی طرف کھینچی چلی آتی ہیں۔

سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کی تعلیمات کی بدولت شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ تصوف کے اس اعلی منزل پر فائز ہو چکے تھے جہاں تڑپتی انسانیت کی غمخواری کرنا، دشمنوں کو پتھر کے جواب میں پھولوں کا گلدستہ پیش کرنا، نفرت کے اندھیروں میں الفت و محبت کی شمع روشن کرنا، آپسی تفرقہ بازی اور دائمی بغض وعداوت کی بیخ کنی کر کے بھائی چارگی اور الفت ومحبت کے چشمے بہانا، پستیوں میں گرے ہوئے انسانوں کو قدر ومنزلت کی جگہ بیٹھانا اور زندگی کی گہما گہمی، دنیاوی نغمۂ الم اور سوز غم میں مبتلا بندوں کو خالق حقیقی سے ملانا اصل تصوف کہلاتا ہے، آپ کی ان خدمات وتعلیمات سے پورا بنگال متأثر ہوا یہاں تک بعض غیر مسلموں کی سماجی ومذہبی تحریکوں کا باعث وداعیہ آپ کی ذات حمیدہ ہی کو گمان کر لیا گیا۔

شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی ذات گرامی پر بہت پہلے ہی جامعیت کے ساتھ کام ہونا چاہیے تھا مگر ''**لکل شیئ اجل مسمیٰ**'' ہر کام کا ایک وقت متعین ہے۔

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے　　　دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

عزیز گرامی قدر مولانا مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی زیدہ مجدہ کو رب کریم اپنے خاص فضل وکرم سے نوازے جنھوں نے تفصیل وتحقیق کے ساتھ شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے تذکرے میں یہ کتاب مدون کی ہے، مولانا موصوف نے قدیم وجدید کتابوں سے عرق ریزی کر کے حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کی زندگی کے تمام اہم واقعات وخدمات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے، بہت سی پوشیدہ باتوں کو بڑی محنت وکاوش سے تلاش وجستجو

کر کے شامل کتاب کی ہے جس سے کتاب کے وقار میں اضافہ ہوا ہے۔ مولانا موصوف اہل سنت کے عموماً اور وابستگان سلسلہ نظامیہ سراجیہ کے خصوصاً شکریے کے مستحق ہیں۔

مولانا موصوف ایک اچھے قلم کار ہیں، تحقیق اور تلاش وجستجو کے ساتھ لکھنے کے عادی ہیں، اس سے پہلے ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جن میں مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی مرید وخلیفہ شیخ اخی سراج کا سوانحی تذکرہ بنام ''حیات مخدوم العالم'' اور شیخ نورالدین احمد معروف بہ شیخ نور قطب عالم پنڈوی کی ''انیس الغربا'' کا اردو ترجمہ وتخریج قابل ذکر ہے۔ مولانا موصوف سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں، رب کریم مولانا موصوف کو مزید دینی وعلمی اور تصنیفی خدمات کی توفیق بخشے اور علم وعمل کی دولت سے بہرہ مند کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین۔

نور نظر عزیز القدر مولانا سید محمد حمزہ اشرفی جیلانی وعزیز القدر مولانا بشارت علی صدیقی اشرفی نے نہایت مستحسن وخوش کن اقدام کیا کہ شیخ الاسلام ٹرسٹ اور اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن کی طرف سے مشترکہ طور پر کتاب کی طباعت واشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ مولانا سید حمزہ اشرف جیلانی کے کاموں سے دل ناتواں کو سرور وفرحت کا احساس ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل ان سبھوں کو دارین میں جزائے خیر سے نوازے اور مستقبل میں بھی اسی طرح مذہبی وملی کاموں میں برابر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

فقیر اشرفی وگدائے جیلانی

ابوالحمزہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی غفرلہ

۱۰/ مارچ ۲۰۱۸ء

۲۱/ جمادی الآخرہ ۱۴۳۹ھ

تقریظ جلیل

جامع معقول ومنقول حضرت علامہ ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی

صدر شعبۂ عربی مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حسان الہند غلام علی آزاد بلگرامی متوفی ۱۷۸۶ء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''خواجگان چشت اہل بہشت وعنبر سرشت را حقے است قدیم بر ولایت ہند۔''

اور اس حقیقت کے لیے متعدد وجود ہیں۔ یہ سلسلہ اس ملک میں سب سے پہلے آیا اور سب سے پہلے ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گیا اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہندوستان جنت نشان کو طول وعرض میں جوڑے اور مضبوط رکھنے والے چند امور میں سلسلہ چشتیہ بھی ایک ہے جس کی خانقاہیں سندھ سے سلہٹ تک اور کشمیر سے کنیا کماری تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس حقیقت کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ یہ سلسلہ اپنے فکر وسلوک دونوں میں یہاں کی مٹی اور آب وہوا سے بے حد ہم آہنگ ہے۔ سلسلہ چشتیہ کا محرک سلسلۂ عشق ہے اور عشق اس سرزمین کے خمیر میں شامل ہے چنانچہ دونوں ایک دوسرے کو بے حد خوش آئے۔ اور ''چشت'' کی خاک سے اٹھنے والا یہ سلسلہ یہیں کا ہو کر رہ گیا۔

سلسلہ چشتیہ نے باشندگان برصغیر کو پہلی بار مساوات اور سماجی ہم آہنگی سے روشناس کرایا اگرچہ اس سلسلے، بلکہ اسلام کی آمد سے قبل بعض دینی اور سماجی تحریکات نے اس جانب پیش قدمی کی تھی، لیکن وہ تمام تحریکات جامعیت کے فقدان اور عناصر دوام کی قلت وغیرہ مختلف اسباب سے یا تو ختم ہو گئیں یا پھر اپنے اصلی خدوخال پر باقی نہیں رہیں۔

سماجی نابرابری اور طبقاتیت کی دھوپ میں صدیوں سے جلنے والوں کے لیے یہ

سلسلہ ایک شجر سایہ دار کی مانند تھا جس کے سائے میں درماندہ وپس ماندہ لوگ پناہ لینے لگے۔ بنگال کی مٹی کچھ زیادہ نم تھی لہذا انسانی اخوت وسماجی برابری کا یہ درخت ایسا چھتنار ہوا اور وہ برگ وبار لایا کہ یہ خطہ دنیا بھر میں مسلمانوں کی سب سے کثیف آبادی والا خطہ بن گیا۔

پیش نظر کتاب میں اسی خطے اور اسی سلسلے کی ایک جامع کمالات اور ستودہ صفات شخصیت کا ذکر جمیل ہے اور یہ ذکر جمیل عزیز القدر مولانا مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی زید علمہ وعطاؤہ کے اشہب قلم تحقیق رقم کا تازہ شاہکار ہے اور سلسلہ چشتیہ کے عملی مؤسس، صاحب فیوض نامتناہی، محبوب الٰہی کے خلیفۂ خاص، آئینۂ ہند، حضرت اخی سراج عثمان اودھی کی حیات وخدمات سے عبارت ہے جس میں زبان وبیان کی رعنائیاں اور بحث وتحقیق کی جلوہ سامانیاں باہم شیر وشکر ہو رہی ہیں۔

حضرت اخی سراج رحمۃ اللہ علیہ کی جائے پیدائش اور ان کے موطن ومنشا کے سلسلے میں فاضل مصنف نے جس دیدہ وری اور عرق ریزی کا مظاہرہ کیا ہے وہ اس عمل کو عام سوانحی کتابوں کی صف سے نکال کر علمی اطروحہ (Thesis) کی حیثیت عطا کرتی ہے۔

حضرت اخی سراج کے ساتھ ''اودھی'' کا لاحقہ اس تواتر کے ساتھ ملتا ہے کہ اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ شہر اجودھیا/ ایودھیا یا اس کے مضافات سے آپ کا کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے البتہ اس بات کا تعین مشکل ہے کہ یہ شہر یا خطہ آپ کا اپنا مولد یا منشا ہے یا آپ کے آباء کرام کا یا محض ان کے اقامت کے سبب یہ نسبت استعمال ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ اودھی آپ کی معروف صفت ہے حقیقی ہو خواہ سببی۔ لکھنؤ کا اس وقت وجود ہی نہیں تھا اور نہ کسی بدایونی کے لیے اودھی کی نسبت درست ہوسکتی ہے کیوں کہ بدایوں اودھ میں نہیں بلکہ روہیل کھنڈ میں واقع ہے البتہ کچھ عرصے کے لیے اودھ کی حکومت کے زیر نگیں رہا ہے۔ اور اس ضمن میں لطائف اشرفی میں وارد بیان قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔

فاضل مصنف نے اس موضوع پر تمام قابل ذکر مصادر ومراجع سے استفادہ کیا ہے بلکہ انگریزی اور بنگلہ مراجع کا بھی استعمال کیا ہے جس سے کتاب کی علمی قیمت میں اضافہ ہوا

ہے۔کتاب میں صرف یہی ایک خوان تحقیق نہیں ہے بلکہ اس میں قلب ونظر کی مدارات کا وافر سامان موجود ہے۔

فاضل مصنف تمام اہل علم کی جانب سے عموماً اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ سراجیہ کے وابستگان کی جانب سے خصوصاً شکریے کے سزاوار ہیں کہ انھوں نے اس اہم موضوع پر قلم اٹھایا اور اس کا خاطر خواہ حق ادا کیا۔اور یہ کتاب قرار واقعی ایک علمی و تحقیقی عمل ہے۔

دعا گو ہوں کہ ان کا یہ علمی سفر جاری رہے اور متلاشیان علم اور تشنگان معرفت ان سے مستفیض ہوتے رہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وحزبہ اجمعین

والحمد للہ رب العالمین۔

سید علیم اشرف جائسی

صدر شعبۂ عربی–مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

۱۰/مارچ ۲۰۱۸ء

۲۱/جمادی الآخرہ ۱۴۳۹ھ

حرف چند

جانشین امین شریعت جامع شریعت وطریقت

حضرت علامہ مفتی محمود احمد رفاقتی مدظلہ العالی

سجادہ نشیں خانقاہ رفاقتیہ، بھوانی پور، مظفرپور بہار

عزیز القدر مولانا عبدالخبیر اشرفی حفظہ اللہ نے عقیدت فراواں میں محنت وسعی سے حضرت سراج الملت مخدوم اخی سراج الدین عثمان اودھی لکھنوتی قدس سرہ کے احوال و کمالات وفضائل میں ''اخی سراج آئینۂ ہند'' کتاب لکھی۔ مولانا موصوف حفظہ اللہ تعالی سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ سراجیہ اشرفیہ میں سیدی عارف باللہ مخدوم المشائخ مولانا سید شاہ محمد مختار اشرف قدس سرہ سجادہ نشیں کے دست مبارک پر بیعت وارادت سے مشرف ہیں، اس وجہ سے ان کا حق تھا کہ وہ سرخیل سراجیہ اشرفیہ کے مناقب وفضائل کی کتاب لکھے۔ فقیر بے نوا سے کچھ لکھانے کی ان کی خواہش ہوئی چاہے چند سطریں ہوں، میں لکھوں ضرور، ہم مشربی اوران کی جدوجہد کو دیکھتے ہوئے، ان کی خواہش کی تعمیل میں قلم اٹھایا۔

حضرت اخی سراج عثمان کا ذکر مبارک حضرت مولانا سید محمد مبارک امیر خورد کرمانی مرید ومقرب خاندانی کی کتاب مستطاب ''سیر الاولیا'' میں پہلی بار لکھا گیا اور ضروری تفصیل کے ساتھ لکھا گیا۔ حضرت سید امیر خورد کرمانی قدس سرہ حضرت اخی سراج کے رفیق دراست تھے، برسوں رفاقت رہی، اس لیے ان کے قال واحوال کے گہرے واقف کار تھے۔ حضرت اخی سراج قدس سرہ تمام ''یاران ہند'' اور ''یاران اودھ'' میں شرفِ ارادت میں سبقت رکھتے تھے، یہ ان کا سب سے بڑا شرف ہے۔ یہ صراحت سے حضرت امیر خورد نے لکھ دیا ہے۔ اسی طرح یاران اودھ میں بھی سبقت رکھتے تھے۔ سیدی حضرت سلطان

المشائخ رضی اللہ عنہ ان کو ''اخی سراج'' سے مخاطب کرتے تھے۔ حضرت اخی سراج سعادتِ خدمت اور طہارتِ باطن کی وجہ سے سیدی سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ کے مقربین میں تھے، اس کے متعدد شواہد ملتے ہیں۔ حضرت سید محمد مبارک علوی کرمانی امیر خورد کے والد اور اعمام پر حضرت سیدی سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ کا خصوصی لطف و کرم تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے والد اور اعمام سے سنا کہ حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ کو آخر عمر میں بیماری لاحق ہوئی تو بعض اعلی مریدوں اور خادموں میں جو ہر وقت خدمت میں رہتے تھے، جیسے سید السادات سید حسین علوی کرمانی اور شیخ نصیر الدین محمود اس زمانے میں خدمت میں تھے۔ مولانا فخر الدین زرّاوی اور خواجہ مبشر خادم قدیم، اور خواجہ اقبال سب نے اتفاق رائے سے سلطان المشائخ کی خدمت میں ۲۳/۲ اعلی مریدوں کے نام خلافت کے لیے پیش کئے، جو علم، زہد و ورع، بذل عشق و ذوق اور شغل باطن میں مشہور تھے۔ یہ فہرست امیر خسرو نے اپنے قلم سے لکھی اور سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کی۔ فہرست کو دیکھ کر سلطان المشائخ نے فرمایا تم بہت سے نام لکھ لائے، جب سلطان المشائخ کی ناپسندیدگی کے آثار دیکھے، نظر ثانی کر کے چند مخصوص نام چنے، دوسری منتخب فہرست پیش کی، درج شدہ فہرست میں ایک بزرگ مولانا سراج الدین اخی کے متعلق فرمایا کہ:

''اس کام میں سب سے پہلا درجہ علم کا ہے۔''

جب ان بزرگوں نے سلطان المشائخ کو مطمئن کر دیا تو آپ نے سید حسین کو حکم دیا کہ ان کے لیے خلافت نامے لکھو۔ مولانا فخر الدین زرّاوی نے جو کمال علم اور فصاحت و بلاغت سے آراستہ تھے، خلافت نامے تحریر کئے، سید السادات سید حسین کرمانی نے خلافت ناموں کو صاف اور خوش خط لکھا، جب خلافت نامے لکھے جا چکے اور سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش ہوئے، سید حسین کو حکم ہوا کہ تم بحیثیت کاتب اپنا نام لکھو......... انہوں نے یہ عبارت بڑھائی کہ یہ سطریں اشارۂ عالی کی بنا پر جن کی بزرگی خدا قائم رکھے اور خدائے تعالیٰ ان کو ہر آفت سے محفوظ رکھے، 'بہ اشارۂ عالیہ است بخط بندۂ ناتواں، امیدوار فضل رحمانی حسین بن محمد بن محمود علوی حسینی کرمانی تحریر ہوئے'، اس کے بعد سلطان المشائخ نے

اپنے دستخطوں سے اس عبارت کے ساتھ مزین فرمایا:

''من الفقیر محمد بن احمد بن علی البداؤنی البخاری''

یہ بزرگ جہاں بھی تھے، مختلف مجلسوں میں ان کے خلافت نامے، خلعت خلافت کے ساتھ سلطان المشائخ کی نگرانی میں دیے گئے۔ سلطان المشائخ نے ان میں سے ہر ایک کو نعمتوں اور وصیتوں سے سرفراز فرمایا، .... مولانا شمس الدین یحیٰ اور مولانا علاء الدین نیلی اس زمانے میں اودھ میں تھے، سلطان المشائخ کے حکم سے دونوں کے خلافت نامے شیخ نصیر الدین محمود کو دیے گیے کہ وہ دینی امانت کو ان تک پہنچادیں۔ یہ خلافت نامے تاریخ کے ساتھ یعنی ۲۰/ذی الحجہ ۷۲۴ھ میں لکھے گئے تھے۔ سلطان المشائخ کی وفات سے تین ماہ ستائیس روز پہلے، قدس سرہ۔

پچھلی صدی ہجری میں خواجہ حسن نظامی نے نظامی بنسری لکھی، اس میں انہوں نے شئی زائد کے علاوہ لکھا کہ خلافت نامے کی عبارت سید سلطان المشائخ کی ہے، یہ ان کا تسامح ہے۔ شمس سراج عفیف نے تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ پہلی خلافت حضرت بابا گنج شکر کے خلیفۂ اول شیخ جمال الدین ہانسوی کے پوتے اور ان کے فرزند شیخ برہان الدین کے فرزند حضرت شیخ قطب الدین ہانسوی کو ایک دن پہلے، پہلی خلافت کی نعمت عطا فرمائی گئی۔ دوسرے دن دوسری خلافت شیخ نصیر الدین محمود اودھی کو عطا ہوئی، امیر محمد مبارک کرمانی نے لکھا ہے کہ شیخ اخی سراج نے اپنا خلافت نامہ شیخ نصیر الدین محمود اودھی کے ذریعہ وطن اجودھیا بھیجوادیا۔ اس خلافت نامہ کی اصل یہ ہے:

الحمد لله الذی سمت همم اولیائه عن الرکوان الی الأکوان عارا، واعتقلت همومهم بالواحد الحنان بارّا، فدارت علیهم بکرة وعشیا کأس المحبةمن کوثر محبوبهم دارا، کلما جن علیهم اللیل تشتعل قلوبهم من الشوق نارا، وتفیض أعینهم من الدمع مدرارا، ویتمتعون بمناجاة الحبیب أسرارا، ویطوفون بسرادقات العز أفکارا، لایزال منهم فی کل زمان من هم علی مکنونة نضارة العرفان فیظهر فی الأقطار آثاره، ویزهر فی الآفاق أنواره، لسانه ناطق

بالحق، وهو داعی اللہ فی الخلق، لیخرجهم من الظلمت الی النور، ویقربهم الی الرب الغفور۔ ثم الصلوة علی صاحب الشریعة الغراء و الطریقة الزهراء، رسول الرحمة، المخصوص بخلافة ربه فی مقامه البیعة، وعلی خلفائه الراشدین الذین فازوا بکل مقام علی، وعلی الذین یدعون ربهم بالغداوة و العشی، أما بعد، فإن الدعوة الی الواحد العلام من أرفع وطائم الاسلام و أوثق عروة فی الإیمان علی ماورد فی الخبر عنه علیه السلام والذی نفس محمد بیده لئن شئتم لأقسمن لکم إن أحب عباداللہ الی اللہ الذین یحبون اللہ إلی عباداللہ، ویحبون عباد اللہ إلی اللہ، ویمشون فی الأرض بالنصیحة الأمو مامدح اللہ عباده "وَالَّذِي ... يَقُو ... لُو ... رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوٰجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْ ... نَ اِمَامًا"، وقد أوجبها اللہ تعالی علی وفقه لإتباع سید المرسلین وقائد الغرآء المحجلین بقوله عزوجل "قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْ ... لِیْ ... اَدْعُوْ ... اِلَى اللّٰهِ ... عَلٰى بَصِيْ ... رَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ... " واتباعه لا یکون إلا بعد أقواله والاقتداء به فی أعماله، وتنزیه السر عن کل ماسوی اللہ فی الوجود والانقطاع إلی المعبود۔ ثم إن الولد الأعز التقی والعالم المرضی المتوجه إلی رب العٰلمین، شمس الملة والدین محمد بن یحیٰ (۱) أفاض اللہ الواحد أنواره علی أهل الیقین والتقوی لما صح قصده إلینا ولبس خرقة الإرادة منا، واستوفی الحظ من صحبتنا، أجزت له إذا استقام علی اتباع سید الکائنات واستغرق الأوقات بالطاعات ورافت القلب عن هواجس النفس والخطرات، و أعرض عن الدنیا وأسبابها ولم یرکن إلی ابنائها و أربابها، وانقطع إلی اللہ بالکلیة، وأشرقت فی قبله الأنوارُ القدسیة والأسرارُ الملکوتیة، انفتح باب الفهم التعریفات الإلهیة، أن یلبس الخرقة للمریدین ویرشدهم إلی مقامات الموقنین، کما أجازنی بعد مالاحظنی بنظرة الخاص وألبسنی خرقة الاختصاص، شیخنا الفائح

۱۔ یہ خلافت نامہ حضرت شمس الدین محمد بن یحیٰ کے لیے لکھا گیا تھا، حضرت العلام مفتی محمود رفاقتی صاحب مدظلہ العالی کی تحقیق کے مطابق یہی مضمون شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے خلافت نامہ کے لیے بھی تھا، اس لیے آپ نے اسے یہاں نقل کرایا۔ مؤلف غفرلہ۔

فی الأقطار فوایح نفحاته ، الرایح فی الآفاق لوامع کرامته ، السائح فی العالم القدس أفکاره ، البائح محبة الرحمن أناره ، قطب الوری علامة الدنیا فرید الحق والشرع والدین ، طیب الله ثراه وجعل حظیرة القدس مثواه ، وهو لبس الخرقة من ملک المشایخ سلطان الطریقة قتیل محبة الجبار قطب الملة والدین بختیار الاوشی وهو من بدر العارفین معین الملة والدین الحسن السنجری ، وهو من حجة الحق علی الخلق عثمان الهارونی ، وهو من سدید النطق الحاجی الشریف الزندنی ، وهو من ظل الله فی الخق مودود الچشتی ، وهو ملک المشایخ أهل التمکین ناصر الملة والدین یوسف الچشتی ، وهو من ملجاء العباد محمد الچشتی ، وهو من عمدة الأبرار وقدوة الأخیار أبی أحمد الچشتی ، وهو من سراج الأتقیا أبی إسحاق الچشتی ، وهو من شمس الفقراء علو الدینوری ، وهو من أکرم أهل الإیمان هبیرة البصری ، ومن تاج الصالحین برهان العاشقین حذیفة المرعشی ، وهو من سلطان السالکین برهان الواصلین تارک المملکة والسلطنة إبراهیم بن أدهم ، وهو من قطب الولایة أبی الفضل والفضائل والدرایة الفضیل بن عیاض ، وهو من قطب العالم والشیخ المعظم عبد الواحد بن زید ، وهو من رئیس التابعین إمام العارفین الحسن البصری ، وهو من أمیر المؤمنین فی أعالی المقامات المنتهی إلیه خرقة کل طالب علي بن أبي طالب کرم الله وجهه وقدس الله أسرارهم وأبقی إلی یوم القیمة أنوارهم ، وهو سید المرسلین خاتم النبیین المنوط باتباعه محبة رب العٰلمین محمد المصطفٰے صلی الله علیه وآله وسلم وعلی کل من به انتمی واقتدی فمن لم یصل الینا وصل إلیه فقد استخلفناه عنا ، فیده العزیزة نائبة عن یدنا ، والتزام حکمه فی أمر الدین والدنیا من تعظیمنا إیاه وعظمناه ، وأهان من لم یحفظ حق من حفظناه ، والله المؤفق الهادی المستعان وعلیه التکلان ۔ ثم حررت هذه الاسطر بالإشارة العالیة نظام الدین محمد بن أحمد علاه وصانه عن کل أفة وحماه ، بخط العبد الضعیف الراجی بالفضل

الربانی حسین محمد بن محمود العلوی الکرمانی، وذالک فی الیوم العشرین من ذی الحجۃ أربع وعشرین وسبع مائۃ۔

’’سراج الملت حضرت اخی سراج اودھی نے حضرت مولانا فخر الدین زرّادی کی خدمت میں علم کی تحصیل شروع کی، امیر خورد سید مبارک کرمانی ان کے رفیق درس رہے، سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ مولانا فخر الدین زرادی قدس سرہ نے ان کے لیے قواعد صرف میں تصریف مختصر اور مفصل میں ایک کتاب ’’عثمانی‘‘ نام سے لکھی تھی، وہ غیاث پور میں پڑھا کرتے تھے۔ مولانا رکن الدین اندرپتی سے بھی کاتب حروف کے ساتھ کافیہ، مفصل، قدوری اور مجمع البحرین پڑھا کرتے تھے۔ جب اخی سراج علم کے اعلیٰ رتبہ پر فائز ہوئے اور سلطان المشائخ کی خلافت سے سرفراز ہوئے .... حضرت سلطان المشائخ کے وصال کے بعد اور تین برسوں تک تعلیم پاتے رہے، ان کا قیام سلطان المشائخ کے قبرستان میں گنبد خواجہ جہاں میں رہتا تھا۔‘‘

حضرت مولانا سید محمد مبارک امیر خورد نے سیر الاولیا میں حضرت اخی سراج کا ذکر ان کلمات میں جامعیت کے ساتھ لکھا ہے:

’’صوفی خوش لقا، زاہد دل ربا، جو سلطان المشائخ کے مریدوں میں زہد وتقوی اور مکارم اخلاق سے متصف تھے یعنی مولانا سراج الملت والدین عثمان جو سلطان المشائخ کے خلیفہ تھے اور ان کو اخی سراج بھی کہتے تھے، اودھ اور ہندوستان کے شہروں کے لوگ جو سلطان المشائخ کے مریدی میں داخل ہوئے ان میں وہ سب سے پہلے مرید ہیں جن کے متعلق سلطان المشائخ نے فرمایا تھا کہ:

’’یہ آئینۂ ہندوستان ہیں۔‘‘

یہ بالکل ابتدائے جوانی میں جب کہ ان کی داڑھی نکلنی بھی شروع نہیں ہوئی تھی لکھنوتی سے آکر سلطان المشائخ کے مرید ہوئے اور ان مریدوں کے ساتھ جو سلطان المشائخ کے ساتھ رہتے تھے پرورش پائی، ہر سال کے ختم پر اپنی والدہ کی زیارت کے لیے لکھنوتی جاتے تھے پھر سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے۔

الغرض جب سلطان المشائخ اپنے اعلی مریدوں کو خلافت عطا فرمانے لگے تو ان کا نمبر آیا، سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس کام میں پہلے علم شرط ہے، یہ بات مولانا فخر الدین زراوی نے سنی تو ان کی زبان مبارک سے نکلا کہ ان کو چھ مہینے میں دانش مند بنادوں گا۔ الغرض مولانا فخر الدین نے ان کو بڑی عمر میں تعلیم دینی شروع کی، کاتب حروف کے ساتھ انہوں نے میزان الصرف، قواعد اور مقدمات پڑھے، مولانا فخر الدین زراوی نے ان کے لیے قواعد صرف میں تصریف مختصر اور مفصل میں ایک کتاب ''عثمانی'' کے نام سے لکھی تھی وہ غیاث پور میں مولانا فخر الدین زراوی سے پڑھا کرتے تھے۔

مولانا رکن الدین اندرپتی سے بھی کاتب حروف کے ساتھ انہوں نے کافیہ، مفصل، قدوری اور مجمع البحرین پڑھی۔ جب وہ علم کے اعلی مرتبہ پر فائز ہوئے اور سلطان المشائخ کی خلافت سے سرفراز ہوئے تو انہوں نے اپنے ہندوستان روانہ ہونے سے پہلے وہ خلافت نامہ شیخ نصیر الدین محمود اودھی کے ہاتھ اودھ بھیجوادیا اور خود سلطان المشائخ کی خدمت میں رہ کر حصول علم میں مشغول ہوگئے۔ حضرت سلطان المشائخ کی وفات کے بعد اور تین سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ حضرت سلطان المشائخ کی قبرستان میں گنبد خواجہ جہاں میں رہتے تھے۔

جب لوگوں کو سلطان محمد بن تغلق کے جبر سے دیو گیر روانہ کیا گیا تو وہ دہلی سے لکھنوتی پہنچے اور مطالعہ کے لیے سلطان المشائخ کے کتاب خانہ سے چند معتبر کتابیں اور وہ کپڑے جو سلطان المشائخ نے عطا فرمائے تھے ساتھ لے لیے، اس طرح لکھنوتی کو اپنے جمال ولایت سے آراستہ کیا، خلق خدا ان سے بیعت ہونے لگی یہاں تک کہ اس ملک کے فرماں روا بھی ان کے مرید ہوگئے۔ انہوں نے لمبی عمر پائی اور دین و دنیا کے ثمرات حاصل کئے۔

حضرت اخی سراج آخر عمر میں اپنے استاذ مولانا رکن الدین اندرپتی کے لیے اور راقم الحروف کے لیے جو ان کا ہم سبق بھی تھا چند سکے چاندی کے سابقہ حقوق کے مدنظر بھیجوائے، حق تعالیٰ انہیں قبول فرمائے۔

حضرت اخی سراج کی وفات کا زمانہ قریب پہنچا، لکھنوتی کے آس پاس ایک جگہ منتخب کر کے ایک قبر کھدائی اور اس میں سلطان المشائخ کے وہ کپڑے جو تبرکاً لائے تھے دفن کیے، جب ان کی وفات ہونے لگی فرمایا، مجھے اس قبر کے پائنتی دفن کرنا، جب ان کی وفات ہوئی، وصیت کے مطابق دفن کیا گیا۔ رحمہ اللہ۔ ان کا روضہ سلطان المشائخ کے کپڑوں کی برکت سے قبلہ ہندوستان ہے اور ان کے خلفا ان شہروں میں پیری مریدی کے سلسلے کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔''

اٹھارہویں شہر رمضان المبارک ۷۵۷ھ کو بحر حقیقت حضرت مخدوم بندگی شیخ نصیر الدین محمود اودھی روشن چراغ دہلی کا وصال ہوا، ایک برس اٹھارہ یوم کے بعد چھٹی شوال المکرم ۷۵۸ھ کو حضرت سراج الملت اخی سراج آئینۂ ہند کا وصال ہوا۔ حضرت امیر خورد نے شہروں میں مشغولِ تلقین و فیوض خلفا میں بجز حضرت مخدوم علاء الدین عمر گنج نبات قدس سرہ کے سوا کسی کا نام نہیں لکھا۔ چشتی بہشتی نظامی بزرگان دین میں تدوین ملفوظات وارشاد کا عام رواج رہا، لیکن حضرت اخی سراج کے ملفوظات شریف کا نام معلوم نہیں ہوتا، اسی طرح امیر خورد کے بیان کے مطابق بڑی عمر تک مجرد رہے یعنی بعد میں نکاح کیا تو اولادوں کا نام بھی معلوم نہیں ہوتا۔

صوبۂ بہار کے قصبۂ متبرکہ مفرّحہ بہار شریف میں حضرت سید فرید الدین طویلہ بخش چشتی متوفی جمادی الثانیہ ۷۸۲ھ کے والد حضرت مخدوم سید ابراہیم بن سید محمد بدایونی بن سید علی بخاری حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہتے تھے، ان کی دیکھ بھال اور تربیت پر حضرت سیدنا اخی سراج مامور تھے، وہ بنگالہ جانے لگے، اپنے ہمراہ ان کو لیتے گئے، ان کا عقد نکاح حضرت مخدوم بدر عالم زاہدی بہار شریف کی ہم شیر سے ہوا جو حضرت مخدوم نور قطب عالم کی حقیقی خالہ تھیں۔ حضرت فرید الدین چشتی حضرت نور قطب عالم کے مرید وخلیفہ تھے، انہوں نے طویل عمر پائی، ان ہی کے پوتے حضرت سلطان اول سے حضرت امام ملا محب اللہ چشتی بہاری تھے جنہوں نے ''مسلم الثبوت'' اور ''سلم العلوم'' جیسی کتابیں لکھیں، جب رحمت حق سے پیوست ہوئے، پائیں شیخ مدفون ہوئے۔ منیر شریف

آستانۂ مخدوم یحییٰ منیری کے سجادگان بعد کے دور میں فریدی چشتی ہوئے۔ **فرحمهم الله تعالیٰ رحمة واسعة وتغمده الله تعالیٰ قبورهم۔**

عزیز گرامی قدر فاضل گرامی مولانا عبدالخبیر حفظہ اللہ تعالیٰ کی ہمت ہے کہ بہت سے احوال جو مستور تھے ان کو ڈھونڈا اور سلیقہ سے اور جذب دل سے لکھا، اللہ رب العزت جل شانہ ان کی سعی کو پیران کرام کے تصدق اور حضور اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کے وسیلہ سے قبول فرمائے اور ان کو انہیں صالحین کے زمرے میں شامل فرمائے، آمین، آمین۔

جاروب کش خانقاہ رفاقتی شریف

فقیر محمود احمد رفاقتی غفرلہ

بروز جمعہ ۱۴ جمادی الآخرۃ ۱۴۳۹ھ

تقریظ اشرف

پیر طریقت تاج الاولیا جانشین اشرف الاولیا

حضرت علامہ سید محمد جلال الدین اشرف اشرفی جیلانی

معروف بہ قادری میاں مدظلہ العالی

صدر وسربراہ اعلیٰ مخدوم اشرف مشن، پنڈوہ شریف، ضلع مالدہ، بنگال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا [القرآن]

حضرت شیخ عثمان اخی سراج آئینۂ ہند صف اولیا وعلما میں ایک بڑا مقام رکھتے ہیں جن کی علمی وفقہی بصیرت ارباب علم ودانش کے لیے ایک عظیم سرمایہ ہے۔ جن کی تحریر کردہ کتاب ''ہدایۃ النحو'' اور ''پنج گنج'' درس گاہوں کی زینت بنی ہوئی ہے۔ [اس کے علاوہ اور بھی کتابیں آپ کے نوک قلم سے معرض وجود میں آئیں] آپ نے حصول معرفت کا زینہ فقط کثرت نوافل کو نہ رکھا، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث ''**افضل العبادہ الفقہ و افضل الدین الورع**''(۱) کے عین مطابق اپنی زندگی تعلیم وتعلّم کے ساتھ وابستہ رکھا۔

ذوق علم ایسا کہ جب تک حضرت محبوب الٰہی بقید حیات رہے آپ اسی میخانۂ علم ومعرفت سے جام نوش فرماتے رہے، اسی درمیان سرزمین بنگال کے ایک درویش شیخ علاء الحق والدین کا علمی دبدبہ دہلی تک پہنچنے لگا اور صاحبان علم معرفت سے حضرت محبوب الٰہی کی بارگاہ میں شکایتیں آنے لگیں جس کی وجہ سے حضرت نے آپ کو بنگال کے لیے منتخب فرمایا۔

۱۔ ترجمہ: بہترین عبادت دین کی سمجھ اور بہترین دین خوف خدا ہے۔ مؤلف غفرلہ

جب آپ بنگال تشریف لائے تو آپ کی علمی جاہ وجلال کے سامنے شیخ علاء الحق والدین نے اپنا سر تسلیم خم کر دیا اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ کچھ عرصہ بنگال میں قیام فرمانے کے بعد آپ دوبارہ دہلی تشریف لے گئے اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے سامنے زانوے ادب تہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''**تعلموا العلم فان تعلمه خشية و طلبه عبادة و مذاكرته تسبيح، و البحث عنه جهاد و تعليمه لمن لا يعلمه صدقة**''(۱)[الحدیث]

پھر کچھ عرصہ کے بعد بنگال تشریف لائے اور جب تک بقید حیات رہے علمی وعملی مرکز قائم فرما کر تشنگان علوم کو سیراب فرماتے رہے اور آخر کار سعد اللہ پور ضلع مالدہ [پیران پیر] میں اپنے رفیق اعلی سے جا ملے اور صبح قیامت تک رحمت حق کا فیض اپنے مزار سے تقسیم فرماتے رہیں گے۔

عزیز القدر حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالخبیر صاحب اشرفی زید مجدہ فقیر کی گزارش پر مخدوم اشرف مشن میں بحیثیت مدرس وصدر المدرسین کے منصب پر فائز ہو کر کئی سالوں تک خدمت انجام دی اور اسی درمیان انہوں نے کئی کتابوں کا ترجمہ و تحقیقی رسالے تحریر فرمائی جن میں انیس الغربا مصنفہ شیخ نور قطب عالم علیہ الرحمہ کا ترجمہ، تخریج وتحشیہ اور مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی سوانح حیات بنام ''حیات مخدوم العالم'' نہایت قابل ذکر ہے۔

آج ایک اور کتاب کا مسودہ بنام ''آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان- احوال وآثار'' میرے سامنے ہے جسے دیکھ کر، پڑھ کر بے حد خوشی ہو رہی ہے اور ایسا الگ رہا ہے کہ ان بزرگوں نے موصوف کو چن لیا ہے۔ اللہ رب العزت مولانا کو صحت وعمر عطا فرمائے اور دین کی بہتر خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مؤلف کتاب کا ایک منشا یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کے احوال وآثار

۱۔ ترجمہ: علم حاصل کرو، کیوں کہ اس کا حصول باعث خشیت، اس کی طلب عبادت، اس کا تکرار تسبیح، اس کی تلاش جہاد اور ناجانکاروں کو سکھانا صدقہ ہے۔ مؤلف غفرلہ

کو بغیر حذف و اضافہ حوالوں کی روشنی میں پیش کرے تاکہ قارئین کی نظر میں مجروح نہ ہوں جس کی وجہ سے موصوف بعض تحریروں پر نقد فرماتے ہیں تاکہ بزرگوں کی صحیح صورت وسیرت محفوظ کی جا سکے۔ اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے مکمل کتاب کے مطالعہ سے قاصر رہا۔

میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالی مفتی صاحب کے اس ذوق میں اور اضافہ فرمائے اور اس کتاب کو مقبول عام فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

فقط والسلام

فقیر گدائے اشرف وجیلاں

سید جلال الدین اشرف

مخدوم اشرف مشن، پنڈوہ شریف، مالدہ

۲۰ رفروری ۲۰۱۸ء

نگاہِ اولیں

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد شہباز عالم مصباحی

ملازمت بطور محقق و مرتب: شاہ عبدالعلیم آسی فاؤنڈیشن، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی-25

قومی صدر نارتھ بنگال اینڈ سیمانچل ڈیولپمنٹ موومنٹ، گنجریا، اسلام پور، اتر دیناج پور، بنگال

مبسملاً و مصلیاً

نگاہِ اولیں کا ہے تقاضا دیکھتے رہنا
کہ جس کو دیکھنا، اس کو ہمیشہ دیکھتے رہنا
ابھی اچھے نہیں لگتے جنوں کے پیچ و خم اس کو
کبھی اس رَہ سے گزرے گی یہ دنیا، دیکھتے رہنا

فاضل گرامی قدر مولانا مفتی عبدالخبیر مصباحی اشرفی (متوطن: مہان خاں، اسلام پور، ضلع اتر دیناج پور، مغربی بنگال) سن ۱۹۹۶ء میں مرکزی دانش گاہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور سے فراغت یافتہ ایک سنجیدہ و صالح فکر کے حامل صاحب قلم صوفی مزاج عالم دین ہیں جو زیر نظر کتاب ''شیخ اخی سراج الدین عثمان: احوال و آثار'' کے فاضل مصنف ہیں۔ موصوف نے ازیں قبل قطب بنگالہ، مخدوم شیخ عمر علاء الحق گنج نبات پنڈوی (وصال: ۸۰۰ھ) کی مبارک حیات و خدمات پر اردو زبان میں اپنی نوعیت کی پہلی تفصیلی، تحقیقی اور سوانحی کتاب بنام ''حیاتِ مخدوم العالم'' لکھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ کتاب حیات مخدوم العالم کو اہل علم کے درمیان بالعموم اور صوفی تذکرہ نگاروں اور صوفیہ کی سوانح و تواریخ سے

دلچسپی رکھنے والوں کے درمیان بالخصوص کافی پذیرائی ملی اور صاحب کتاب کو خوب مبارکبادیاں دی گئیں جن کے وہ حق دار بھی ہیں، کیوں کہ بزرگان پنڈوہ پر کام کرنا خاصا جگر سوز ہے جس کی بنیادی وجہ دو ہیں:

(۱) ان بزرگوں کی اپنی کوئی خودنوشت سوانح یا ڈائری (بیاض) دستیاب نہیں ہیں جن میں ان کے احوال وکوائف مذکور ہوں۔

(۲) دوسروں کے رقم کردہ جو مآخذ ومصادر ان سے متعلق دستیاب ہیں ان میں ان کے احوال بہت تفصیلی انداز میں مکمل کم وکیف کے ساتھ مذکور نہیں، بلکہ عام طور سے چند معلومات ہی کا اعادہ تمام مآخذ میں ہے۔

ایسی صورت حال میں ۱۶۰ صفحات پر مشتمل حضرت مخدوم علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ پر ایک موٹے حجم کی کثیر المعلومات کتاب لکھ دینا واقعی قابل داد کام ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے کثیر سے نوازے۔

تازہ ترین کتاب ''شیخ اخی سراج الدین عثمان: احوال وآثار'' قطب بنگالہ، مخدوم شیخ عمر علاء الحق گنج نبات پنڈوی ہی کے پیر کامل آئینۂ ہند حضرت شیخ اخی سراج عثمان کے احوال وآثار پر مشتمل ہے۔ شیخ اخی سراج عثمان حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی، سید محمد نظام الدین اولیاء دہلوی (وصال: ۷۲۵ھ) کے اجل خلفاء میں سے تھے جن سے سراجی نظامی (چشتی) سلسلہ پورے بنگالہ (بشمول بنگلہ دیش)، اتر پردیش، حتی کہ بیرون ہند ملک چین میں اور نہ جانے جانے کہاں کہاں پھیلا۔ پنڈوہ (مالدہ، مغربی بنگال) میں ان کی عظیم الشان بافیض خانقاہ تھی جس کے زیر انتظام انہوں نے اپنے خاص عقیدت کیشوں وارادت مندوں کو اعلی درجے کے مبلغ وصوفی بنا کر ان کے ہاتھوں اور اپنی زریں خدمات کی بدولت سنی صوفی اسلام کو اپنے عہد میں بے مثال انداز میں فروغ دیا اور عروج بخشا جس کا سلسلہ ان کے وصال کے بعد بھی ان کے تیار کردہ انہی مبلغین کے ذریعے جاری رہا اور جو بفضلہٖ تعالی آج تک جاری ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ آج اگر بنگال میں ہم تصوف وروحانیت سے جڑے ہوئے ہیں تو یہ انہی کا رہین منت ہے۔

اخی سراج جیسی ہمہ گیر، شش جہات، جامع الکمالات، متنوع اور قلیل المواد ذات پر ایک مفصل کتاب لکھ کر فاضل مصنف نے پھر دوسری بار ایک قابل تحسین کارنامہ انجام دیا ہے۔ یہ کتاب تذکرہ وتعارف، مقام پیدائش کا تحقیقی وتجزیاتی جائزہ، قدیم اور جدید اودھ: ایک مختصر تعارف، نام ونسب اور آباء واجداد، مرشد طریقت کا انتخاب اور بیعت وارادت میں اولیت، بارگاہ مرشد کے شب وروز، تحصیل علم اور تبحر علمی، تعلیم وتربیت کی تکمیل اور خلافتوں کا حصول، حضرت دہلی سے پنڈوہ شریف کا سفر: پس منظر وعوامل، پنڈوہ شریف میں ورود مسعود اور شیخ عمر علاء الحق پنڈوی کی ارادت مندی، اساتذہ ومربیین، دوبارہ دہلی کا سفر اور واپسی بنگال کا پس منظر، فضائل وشمائل، شیخ اخی سراج کے آخری دور کے ہند کے مختصر سیاسی حالات، خدمات اور کارنامے، شیخ اخی سراج بحیثیت ماہر لسانیات، سلسلۂ چشتیہ کی اشاعت، شیخ اخی سراج کی تعلیمات کا اثر، مریدین وخلفائے کرام، نسبتیں اور خانقاہیں جیسے اہم مرکزی عناوین اور ان کے ضمن میں متعدد ذیلی عناوین کے تحت نفیس وقیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔ان عناوین سے ظاہر ہے کہ فاضل مصنف نے شیخ اخی سراج الدین کی صد ہزار رنگ حیات کا کوئی گوشہ ممکنہ حد تک اپنی کتاب میں ذکر کرنے سے نہیں چھوڑا ہے۔

کتاب میں ایک اہم بات شیخ اخی سراج کے تعلق سے یہ ہے کہ آپ امام حسن صغانی لاہوری (وفات:۶۵۰ھ) کی **مشارق الأنوار النبوية من صحاح الأخبار المصطفوية** کے مکمل حافظ تھے اور لکھنوتی میں مشارق کا درس دیتے تھے۔اس طرح بنگال کی سرزمین پر آپ نے علم حدیث کی اشاعت وتدریس میں ایک اہم وکلیدی کردار ادا کیا ہے۔ویسے بنگال میں علم حدیث کی تدریس کے آغاز کا سہرا مبلغ اسلام، صاحب تصانیف صوفی وفقیہ، محدث جلیل شیخ مولانا شرف الدین ابوتوامہ بخاری (سنارگاؤں، بنگلہ دیش) کے سر ہے جن کے ایک ممتاز تلمیذ ارشد مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری (وصال: ۷۸۵ھ) ہیں۔

کتاب میں ایک الگ باب کے تحت فاضل مصنف نے حضرت آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین پر لکھی گئی بعض تحریروں کا بہت عمدہ ناقدانہ جائزہ بھی لیا ہے جو کہ کافی

دلچسپ اور قابل مطالعہ باب ہے۔

فاضل مصنف نے کتابوں میں مواد تلاش کرنے کے ساتھ اس حوالے سے چند اہم خانقاہوں کے موجودہ سجادہ نشینوں سے بھی رابطہ کیا ہے جن میں خاص طور سے حضرت مجمع البحرین مفتی عبید الرحمن رشیدی (زیب سجادہ: خانقاہ عالیہ رشیدیہ، جون پور)، حضرت پروفیسر طلحہ رضوی برقؔ (زیب سجادہ: خانقاہ چشتیہ، دانا پور) اور حضرت معلیٰ القاب مفتی محمود احمد رفاقتی (زیب سجادہ: خانقاہ رفاقتیہ، مظفر پور) کے نام قابل ذکر ہیں۔

فاضل مصنف کا عزم بہت بلند ہے۔ ان کی قیمتی تصنیفات و تالیفات کا سلسلہ ''انیس الغرباء'' اردو ترجمہ (فارسی تصنیفِ قطب عالم شیخ نور الحق پنڈوی) اور ''حیات مخدوم العالم'' سے لے کر ''شیخ اخی سراج الدین عثمان: احوال و آثار'' تک ہے۔ آگے انہوں نے قطبِ عالم شیخ نور الحق پنڈوی کی حیات و کارنامے پر ایک اہم کتاب تالیف کرنے کا ہمالیائی عزم کرلیا ہے۔ اللہ پاک انہیں اس عزم میں کامیاب کرے اور انہیں عمر خضر عطا فرمائے اور دین و تصوف کی زیادہ سے زیادہ خدمت لے۔

موصوف کا اصل مشغلہ تعلیم و تدریس ہے۔ ان دنوں وہ دار العلوم اہل سنت منظر اسلام، التفات گنج، امبیڈکر نگر، یوپی میں صدر مدرسی جیسے اہم عہدے پر فائز ہیں۔ تعلیم و تدریس کی گونا گوں مصروفیات کے ساتھ تصنیف و تالیف سے رشتہ استوار رکھنے کا ہنر انہیں خوب آتا ہے۔

عنوان ''نگاہِ اولیں'' کے معاً بعد عباس تابش کے دو شعر میں نے قصداً لکھے ہیں جن سے یہ تأثر دینا ہے کہ صوفیہ کے احوال و مقامات ہمیشہ پڑھے جانے کے متقاضی ہیں، نگاہِ اولیں میں ممکن ہے کہ کوئی بات آپ کو عجیب سی لگے، لیکن جب آپ دوام کے ساتھ تدبر و تفکر کرتے ہوئے ان حضرات کی سوانح کا مطالعہ کریں گے تو دین کے فروغ کے لئے ان کے مضمر اسرار و حکم کا آپ کو بخوبی انداز ہو جائے گا۔

کل بھی دنیا کو انہی مجنوؤں کی پیچ و خم والی زلفوں کی اسیری میں امن و شانتی، پیار و محبت، اخوت و انسانیت اور تصوف و روحانیت کی فضا میسر آئی تھی اور آج بھی اہل دنیا کی

ارہاب و دہشت گردی، ہلاکت و غارت گری ،نفرت و وحشت اور تباہی و بربادی سے نجات انہی کے دامن سے وابستگی میں ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج یورپ میں شیخ سعدی،مولانا روم اور حافظ شیرازی کو کثرت سے پڑھا جارہا ہےاورضرور پوری دنیا پھرتمام جدید تحریکات سے دل برداشتہ ہوکرانہی حضرات کی راہ سے گزرے گی ہمیں اس کا پورا یقین ہے۔

باب اول
تعارف وتذکرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

برصغیر ہندو پاک کی مذہبی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ اس سرزمین کو جمیع سلاسل کے بزرگوں نے اپنے خون جگر سے سینچا ہے ،لیکن مسلمانوں کی اصلاح وتربیت کا زیادہ تر کام چار سلاسل طریقت [چشتیہ، قادریہ، نقش بندیہ اورسہروردیہ] کے بزرگوں نے انجام دیا ہے۔ان میں سلسلہ چشتیہ کی خدمات سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔اس سلسلہ کو ہندوستان سے بہت قدیم اور گہرا تعلق رہا ہے۔

حضرت علامہ ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی صدر شعبۂ عربی مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد رقم طراز ہیں:

’’سلسلہ عالیہ چشتیہ کو ہندوستان جنت نشان سے قدیم اور گہرا تعلق رہا ہے۔ملک عزیز میں اس سلسلے کا باقاعدہ آغاز اگرچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سجزی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۶۳۳ھ/ ۱۲۳۶ء) کی ذات بابرکات سے ہوا،لیکن اس سلسلے کی بنیاد خواجہ بزرگ سے تقریباً تین سوسال پہلے حضرت خواجہ ابواسحاق شامی چشتی (متوفی:۳۲۹ھ/۹۴۱ء) کے دست مبارک سے رکھی جا چکی تھی اور یہ روئے زمین پر موجود ومعروف سلاسل تصوف میں سب سے قدیم سلسلہ ہے۔اورتقریباً اتنا ہی قدیم اس سرزمین سے اس کا تعلق بھی ہے۔‘‘(۱)

خلیق احمد نظامی نے لکھا ہے:

’’اس سے انکارنہیں کیا جاسکتا ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے قبل

۱۔حیات مخدوم العالم،عبدالخبیر اشرفی مصباحی،تقدیم ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی،ص: ۱۳،ناشر اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدرآباد،سال اشاعت ۲۰۱۷ء۔

کچھ چشتی بزرگ ہندوستان میں تشریف لا چکے تھے۔‘‘(۱)

سلسلہ چشتیہ کی قدامت اور ہندوستان سے اس کے تعلق ہی سے اس کی خدمات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔غیر منقسم ہندوستان کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جہاں مشائخ سلسلہ چشتیہ کی روشنی نہ پڑی ہو خصوصاً بلاد شرقیہ بنگال، آسام، اڑیسہ، بہار و جھارکھنڈ وغیرہ، ان خطوں میں اسلام کی نشر و اشاعت میں گو کہ سلسلۂ سہروردیہ اور دیگر سلسلوں کے مشائخ کی قربانیاں بھی ہیں، مگر اس کا سہرا سلسلۂ چشتیہ کے بزرگوں کے سر بندھتا ہے۔جن کے سرخیل آئینۂ ہندوستان، مرشد مخدوم العالم، اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات ہیں۔اس عظیم ہستی کی عظمت و بزرگی کا اندازہ مشائخ کرام کے درج ذیل کلمات سے لگایا جاسکتا ہے۔

القاب وآداب اور مشایخ کے بلند کلمات

آئینہ ہندوستان مخدوم اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو اکابر و اصاغر علما و مشائخ نے نہایت برتر و بالا القاب وآداب سے یاد کیا ہے۔سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت سید نظام الدین بدایونی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دربارِ دُربار سے آپ کو ’’اخی‘‘ اور ’’آئینۂ ہندوستان‘‘ کا خطاب ملا تھا۔

علامہ سید محمد مبارک کرمانی علوی کے تاثرات

علامہ سید محمد بن مبارک علوی کرمانی معروف بہ ’’میر خورد‘‘ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب سیر الاولیا میں تحریر کرتے ہیں:

’’آں صوفی خوش لقا، آں زاہد دل رُبا کہ در تقوی و ورع و مکارِمِ اخلاق و لطافت طبع میان یاراں موصوف بود یعنی مولانا سراج الملۃ والدین عثمان کہ خلیفۂ سلطان المشائخ بود و اورا اخی سراج ہم گفتندے، واز یاراں کہ در اودھ و دیارِ ہندوستان داخل بندگانِ سلطان المشائخ شدند او در ارادتِ ہمہ سابق بود و در بابِ او نفس مبارک سلطان المشائخ رفتہ کہ ایں

۱۔مثلاً خواجہ ابو محمد ابن ابی احمد چشتی جن کے متعلق مولانا جامی نے لکھا ہے کہ: سلطان محمد غزنوی کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے۔بحوالہ نفحات الانس ص:۲۰۷، تاریخ مشائخ چشت، خلیق احمد نظامی، ص:۱۶۵، مطبوعہ مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور، سال اشاعت ندارد۔

آئینۂ ہندوستانست۔''

صوفی خوش لقا، زاہد دل رُبا، مولانا سراج الملت والدین عثمان، تقوی وطہارت، زہد وورع اور مکارم اخلاق ولطافت طبع میں یاروں میں ممتاز تھے۔ سلطان المشائخ کے معزز خلیفہ، مشہور بہ اخی سراج، اودھ و دیار ہندوستان کے سلطان المشائخ کے مریدوں میں سابق واول، سلطان المشائخ کے مظہر اور آئینہ ہندوستان ہیں۔(۱)

شیخ عبد الرحمن چشتی کے تاثرات

حضرت شیخ عبدالرحمن چشتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''آں آئینہ جمال ذات مطلق، آں کاشف اسرار مصدق، آں محبوب حضرت سبحان، قطب ولایت، حضرت شیخ سراج الدین عثمان قدس سرہ۔''

شیخ اخی سراج الدین عثمان قدس سرہ جمالِ ذاتِ مطلق کا آئینہ، ذات مُصَدِّ ق [اللہ عزوجل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کے اسرار کو کھولنے والے، اللہ سبحانہ کے محبوب اور قطب ولایت ہیں۔(۲)

مصنف بحر زخار شیخ وجیہ الدین اشرف لکھنوی کے تأثرات

مصنف بحر زخار شیخ وجیہ الدین اشرف لکھنوی لکھتے ہیں:

''آں لوح محفوظ حقیقت وصال، آں آئینہ جمال ذو الجلال، آں قبلۂ عارفانِ کامل، آں کعبۂ کاملانِ عرفانِ شامل، آں جانشین محبوب الٰہی، آں واقف اسرار کماھی، آں از طائفۂ منشا(۳) و جنا الجنتین،(۴) آں قطب کبری، حضرت شیخ سراج الدین عثمان،

۱۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی، ص: ۲۸۸، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

۲۔ مرآۃ الاسرار مترجم، شیخ عبدالرحمٰن چشتی، ص: ۸۸۸، ناشر ضیا القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور، سن اشاعت/1993۔

۳۔ لفظ مُنشا سے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔''وَ لَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلٰمِ''۔ اور اسی کی ہیں وہ چلنے والیاں (کشتیاں) کہ دریا میں اٹھی ہوئی ہیں جیسے پہاڑ۔ ترجمہ کنز الایمان، سورہ رحمن:۔ مراد یہ ہے کہ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ گروہ اہل سفینہ سے ہیں۔

۴۔ اس عبارت سے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے،''مُتَّكِـئِیْنَ عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ''۔ اور (اہل جنت) ایسے بچھونوں پر تکیہ لگائے جن کا اَستر قنا دیز کا، اور دونوں کے میوے اتنے جھکے ہوئے کہ نیچے سے چُن لو۔ ترجمہ کنز الایمان، سورہ رحمٰن: مراد یہ ہے کہ شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ گروہ اہل جنت سے ہیں۔

مرید وخلیفہ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین احمد بدایونی است، برزبان نظام الدین محبوب الٰہی گزشتہ بود کہ سراج آئینہ ہندوستان است، آخر ہم چناں شد، ولقب او اخی سراج است۔

خدیو کشور آزادی وتجرید، وتخت نشین اقلیم تفرید، مالک ممالک طریقت، سالک ممالک حقیقت، ممدوحِ واصلین عالی مقام، محمودِ کاملین حیرت التزام، وی سفینۂ مسافرانِ حرم معنوی وگنجینۂ کمالات علوی بودہ است۔''

لوح محفوظ تک حقیقی وصال رکھنے والے، اللہ ذوالجلال کے جمال کا آئینہ، عارفان کامل کی توجہ گاہ، عارفانِ عرفانِ شامل کی نظرگاہ، محبوب الٰہی شیخ نظام الدین کے جانشین، اسرار اور بھیدوں کے حقیقی معنوں میں جانکار، گروہ اہل سفینہ واصحاب جنت میں سے ایک، قطب اعظم، حضرت شیخ اخی سراج الدین عثمان مرید وخلیفہ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین احمد بدایونی، بزبان محبوب الٰہی آئینہ ہندوستان، ملقب بلقبِ اخی، سلطنت آزادی وتجرید کے بادشاہ، اقلیم تفرید کے تخت نشیں، ممالک طریقت کے مالک، ممالک حقیقت کے سالک، بلند مقامات تک رسائی رکھنے والوں کے ممدوح، بحر توحید میں ہمہ وقت غوطہ زن رہنے والوں کے محمود، حرم معنوی کے مسافروں کے لیے سہارا، اور خزینۂ کمالاتِ علوی کی راہ چلنے والوں کے لئے ناخدا۔(۱)

رسالہ انیس العاشقین مصنفہ خلیفۂ شیخ نور قطب عالم پنڈوی حضرت مخدوم شیخ حسام الدین مانک پوری علیہما الرحمہ میں آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کو ''غوث الوقت'' لکھا گیا ہے۔ چنانچہ رسالہ کے خاتمۃ الطبع میں ہے:

''فرد الحقیقت، غوث الوقت، غواص بحر حقیقت، حضرت مولانا سراج الدین عثمان المعروف بہ اخی سراج۔''(۲)

محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی کے تاثرات

محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

۱۔ بحر ذخار، شیخ وجیہ الدین اشرف، ص: ۵۰۰، مرکز تحقیقات فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، سال اشاعت ۲۰۱۱ء۔
۲۔ انیس العاشقین، شیخ حسام الدین مانک پوری، خاتمۃ الطبع، ص: ۶۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۰ھ۔

''حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کے خلفائے کرام میں حضرت عثمان کی مقدس ہستی کی اس خصوصیت کو تاریخ مٹا نہیں سکتی کہ آپ کو ''آئینہ ہند'' کا خطاب عطا ہوا تھا۔ اسی سے پتہ چلتا ہے کہ حضور محبوب الٰہی کے پیارے وجود نے حضرت عثمان کے آئینہ حق نما میں اپنی محبوبیت کی تجلیاں کس قدر ملاحظہ فرمائی تھیں۔''

ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت عثمان کی خدمتیں دربار شیخ میں مقبول ہوگئیں اور ''اخی'' و ''آئینہ ہند'' جیسے مقرب و باکرامت خطاب سے عالم روحانی کی جانب سے کونین میں آپ کی دھوم مچا دی گئی۔''(۱)

مذکورہ القاب وآداب میں جن بھاری بھرکم الفاظ کا استعمال علما و مشائخ نے کیا ہے ان الفاظ سے ہی شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کی عظمت وشوکت جگ ظاہر ہے، اب کسی کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ جلیل القدر ولی کامل اور قرآن وسنت کے عامل بزرگ تھے۔

۱۔ ماہنامہ اشرفی، جلد:2 شمارہ نمبر 12؛ جمادی الاول 1343ھ/دسمبر 1924ء۔

باب دوم
مقام پیدائش
کا
تحقیقی وتجزیاتی جائزہ

مقام پیدائش: بدایوں، اودھ یا لکھنوتی بنگال؟

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے جس سرزمین پر اپنی آنکھیں کھولیں، جہاں آپ شکم مادر سے آغوش مادر میں رونق افروز ہوئے، اس سرزمین کو تاریخ نے بروقت اپنے سینے میں ضبط نہیں کیا، اس کا کوئی ریکارڈ بروقت تیار نہیں کیا گیا، جب نقوش قدم مندمل ہونے لگے، آثار و باقیات مٹنے لگے، ہر طرف گرد و غبار پڑنے لگے، تو تاریخ نے اندھیری راتوں کے مسافر کی طرح، دور کی ہر شبیہ کو اپنی منزل کا نشاں سمجھ لیا، اور قرائن و قیاس سے جائے پیدائش کا تعیُّن کرنا شروع کر دیا، نتیجتاً اختلافات رونما ہوئے، آرا مختلف ہو گئے، ہر مؤرخ نے اپنے طور سے ان نقوشِ پا کو سمجھنے پرکھنے کی کوشش کی اور اپنے ہی اعتبار سے جائے ولادت کی نشاندہی کی۔

محترم غلام رسول صاحب نے اپنی تحقیقی کتاب ''چشتی نظامی صوفی آرڈر آف بنگال'' میں ان ہی اختلاف اقوال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''Shaikh Akhi Siraj, a native of Bengal, is now deemed by some modern scholars as a native of Badaun. But some contemporary evidences prove beyond doubt that the saint belonged to Bengal.

The earliest soureces mention the saint as Panduwani. It is clearly stated in Shaikh Abdul Haq's Akhbar al Akhyar that Akhi Siraj after obtaining the Khilafat and Khirqa from his murshid Shaikh Nizam al Din Auliya set out for his native place Bengal. [watan-i-asli]. The compilers of Rafiq al Arefin mention the saint as Audhi.''

شیخ اخی سراج اصلاً بنگال کے رہنے والے تھے، جب کہ چند جدید اسکالرز کی تحقیق کے مطابق وہ بدایوں کے رہنے والے تھے، بعض معاصر شہادتوں سے بتحقیق یہ بات معلوم

ہوتی ہے کہ یہ بزرگ بنگال ہی کے رہنے والے تھے۔

اولین مصادر بتاتے ہیں کہ یہ بزرگ پنڈوی تھے۔ چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ: اخی سراج اپنے مرشد شیخ نظام الدین اولیا سے خرقہ وخلافت پانے کے بعد اپنے وطن اصلی لکھنوتی بنگال چلے آئے۔ رفیق العارفین کی عبارت سے پتا چلتا ہے کہ آپ اودھ کے رہنے والے تھے۔"(۱)

ہم یہاں محترم غلام رسول صاحب کے بیان کردہ تینوں بنیادی اقوال کا ذکر قدرے تفصیل کے ساتھ کریں گے جس سے نفس مسئلہ اور محترم غلام رسول صاحب کی تحریر کی حقیقت بھی اجاگر ہو جائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پہلا قول: مقام پیدائش بدایوں

مؤرخین کے ایک طبقہ نے آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی جائے پیدائش بدایوں لکھا ہے۔

جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب نے اپنے پی ایچ ڈی مقالہ "Development of Sufism in Bengal" میں تحریر کیا ہے کہ:

"Shaykh Akhi Sirajuddin Badayuni.

He was born at Badayun in Oudh. He had long connections with Bengal as his mother used to live here".

ترجمہ: شیخ اخی سراج الدین بدایونی، اودھ کے بدایوں میں پیدا ہوئے، بنگال سے ان کے پرانے تعلقات تھے کیوں کہ ان کی والدہ یہاں رہا کرتی تھیں۔"(۲)

ڈاکٹر محمد انعام الحق صاحب نے اپنی جامع تصنیف "Sufism in Bengal" کے صفحہ ۱۶۸ پر لکھا ہے کہ:

" Born at Badayun in Oudh"

۱۔ چشتی نظامی صوفی آرڈر آف بنگال، ڈاکٹر غلام رسول، ص: ۸۱، ۸۲، مملوکہ ذاکر حسین لائبریری، اکسیشن نمبر ۱۲۸۳۳۲، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی۔

۲۔ Development of Sufism in Bengal، محمد اسماعیل، چیپٹر ۴، ص: ۱۰۷، ۱۰۸، اسلامک اسٹڈیز علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۸۹ء۔

شیخ اخی سراج الدین اودھ کے بدایوں میں پیدا ہوئے۔

ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب آن لائن دستیاب ہے۔

قارئین سے یہ بات مخفی نہیں رہنی چاہیے کہ مذکورہ دونوں مراجع میں بدایوں کو اودھ کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح بعض کتابوں میں حضرت آئینۂ ہندوستان رحمۃ اللہ علیہ کا نام ''اخی سراج الدین بدایونی'' لکھا ہے۔ مثلا: مرزا محمد اختر دہلوی نے اپنی کتاب ''تذکرۂ اولیائے برصغیر'' میں لکھا ہے کہ:

''حضرت شیخ اخی سراج الدین بدایونی قدس سرہ۔''(۱)

مفتی غلام سرور لاہوری نے لکھا ہے کہ:

''شیخ اخی سراج الدین بدایونی قدس سرہ، آپ خواجہ نظام الدین کے مشاہیر خلفا میں سے تھے۔''(۲)

جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب نے اپنی بات کو مضبوط کرنے کے لیے مفتی غلام سرور لاہوری کی خزینۃ الاصفیا اور جناب عابد علی خان مالدوی کی Memoirs of Gaur and Pandua کا حوالہ پیش کیا ہے۔ خزینۃ الاصفیا میں صراحتاً یہ درج نہیں ہے کہ شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت بدایوں میں ہوئی تھی یا آپ بدایوں کے رہنے والے تھے، بلکہ انہوں نے آپ کے نام کے ساتھ ''بدایونی'' کا لاحقہ استعمال کیا ہے۔ عابد علی خان صاحب نے بدایوں کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے، انہوں نے صرف اتنا لکھا ہے کہ:

"He was originally from Oude"

وہ درحقیقت اودھ کے رہنے والے تھے۔''(۳)

۱۔ تذکرۂ اولیائے برصغیر، مرزا محمد اختر دہلوی، ص: ۱۵۵، مطبوعہ ملک اینڈ کمپنی لاہور، سال اشاعت ندارد۔

۲۔ خزینۃ الاصفیا، مفتی غلام سرور لاہوری، ج: ۲، ص: ۲۲۶، ۲۲۷، مکتبہ نبویہ لاہور۔

۳۔ Memoirs of Gaur and Pandua، عابد علی خان، ص: ۹۱، مطبوعہ بنگال سکریٹریٹ بک ڈپو، کلکتہ، سال اشاعت ۱۹۳۱ء۔

شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی جائے پیدائش بدایوں ہے؟ یہ بات درست نہیں ہے۔ درست نہ ہونے کی کئی وجہیں ہیں:

پہلی وجہ: یہ ہے کہ یہ بات قدیم مستند کتابوں سے ثابت نہیں ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ آثار وقرائن اس کے خلاف ہیں، کیوں کہ شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو معتبر مؤرخین متقدمین نے ''بدایونی'' کی حیثیت سے متعارف نہیں کرایا ہے جیسا کہ ان کے پیرومرشد سلطان المشائخ مخدوم سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی اور دیگر باشندگان اہل بدایوں کو ''بدایونی'' کہا گیا ہے اور ان کے ناموں کے ساتھ بدایونی کا لاحقہ لگایا گیا ہے۔ شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو معتبر مؤرخین نے ''اودھی'' لکھا ہے اور اسی لاحقہ کے ساتھ آپ معروف ومشہور بھی ہیں، البتہ بعد کے چند مؤرخین نے انھیں 'بدایونی' لکھا ہے، مگر ان کی باتیں صرف قیاس وقرائن تک ہی محدود ہیں، کسی معتبر ماخذ سے منقول نہیں ہیں۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ بدایوں قدیم زمانے میں روہیل کھنڈ کا تاریخی صدر مقام رہا ہے، اس شہر کو روہیل کھنڈ کی مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے، اودھ میں اس کا شمار روہیل کھنڈ کے اودھ میں انضمام کے بعد ہوا ہے۔ اور یہ زمانہ آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کے سیکڑوں سال بعد کا ہے۔

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بدایوں کی حیثیت ایک الگ ریاست کی تھی اور اس کی علمی حیثیت بہت بلند تھی، غالباً اس وقت کے لحاظ سے یہ حیثیت اودھ پر بھی فائق تھی۔

مولانا سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''خلجیوں اور تغلقوں کے عہد میں جیسے جیسے اسلام کا قدم پورب کی سمت میں بڑھتا جارہا تھا، علم کی روشنی بھی آگے کو بڑھتی جارہی تھی، اسلام کے علم وفضل کا موکب جب دہلی سے آگے نکلا تو اس کی پہلی منزل بدایوں معلوم ہوتی ہے، حضرت سلطان الاولیا نظام الدین بدایونی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وہ سیاح معرفت ہیں جنھوں نے بدایوں اور دلی کی منزلوں کو

ملا دیا۔ اس زمانے میں اس سرزمین کے دوسرے نامور مولانا علاء الدین اصولی بدایونی (استاذ نظام الدین)، قاضی جمال الدین بدایونی ملتانی، رکن الدین بدایونی، خواجہ بخشی بدایونی وغیرہ ہیں۔ خواجہ بخشی بدایونی وہ ہیں جنھوں نے طوطی نامہ لکھ کر کاغذ کے طوطی اڑائے ہیں، تصوف میں ان کی دو کتابیں ''سلک السلوک'' اور ''کلیات وجزئیات'' ہمارے کتب خانہ میں ہیں۔''(۱)

مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں یہ برملا کہا جاسکتا ہے کہ بدایوں کو اودھ کا حصہ قرار دے کر حضرت شیخ اخی سراج الدین عثمان کو بدایونی کہنا یقیناً درست نہیں ہے۔

دوسرا قول:

مقام پیدائش لکھنوتی [موجودہ مالدہ بنگال]

بنگالی زبان میں لکھی گئی کتاب ''گور پنڈُ وارتین پِیر یرا تیہاس'' کے مصنف شاہ بذل رحمٰن کرمانی نے دانشورانِ تاریخ وسیر کے چند اقوال و آثار کا ذکر کرتے ہوئے اپنی مذکورہ کتاب میں حاشیہ کے طور پر لکھا ہے کہ:

''حضرت اخی سراج کا پدری و مادری وطن بدایوں اور ان کا اپنا پیدائشی و رہائشی وطن لکھنوتی (۲) تھا۔ امید ہے کہ اس طرح کا خیال غلط نہیں ہونا چاہیے۔''(۳)

۱۔ حیات شبلی، مولانا سلیمان ندوی، ص: ۳۸، ناشر دار المصنّفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، سال اشاعت ۲۰۰۸ء۔

۲۔ ریاض السلاطین میں لکھا ہے کہ: ''شہر لکھنوتی در ازمنۂ سابقہ دار السلطنت بنگال بود، از تعمیرات سنگلدیب است''۔ پھر چند سطروں کے بعد مرقوم ہے کہ: ''سنگلدیب نام شخصے از نواحی کوچ کہ در حدود بنگالہ است برو (کیدار) خروج کردہ، اول تمامی ملک بنگ و بہار را بتصرف درآورد و بعد ازاں با کیدار جنگہا نمودہ غالب آمد، و شہر لکھنوتی را احداث نمودہ پایۂ تخت خویش ساخت و دو ہزار سال آں شہر دار الملک بنگ بود''۔ شہر لکھنوتی زمانہ سابق میں بنگال کی راجدھانی تھی، اسے سنگلدیب یا شنکال نے بسایا تھا۔ سنگل دیب کوچ بہار [بنگال] سے ظاہر ہوا تھا، اس نے کیدار کے خلاف بغاوت کی تھی اور بنگال و بہار کو مکمل اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔ اس نے کیدار کے ساتھ بہت سی جنگیں لڑیں اور فتح حاصل کیا، شہر لکھنوتی کو بسا کر اسے اپنا دار الملک بنایا۔ یہ شہر دو ہزار سال تک بنگال کا دار الملک رہا۔ [ریاض السلاطین، غلام حسین سلیم، ص: ۲۸، ۲۹، مطبوعہ ایشاٹک سوسائٹی بیپ ٹسٹ مشن کلکتہ بنگال، ۱۸۹۰ء، ملخصاً]۔ پھر یہ شہر غیر آباد ہوا، پھر آباد ہوا، آخر میں راجا لکھن سین نے اس کی نشاۃ ثانیہ کی، اس لیے بعض مؤرخین نے اس شہر کو اس کی طرف منسوب کیا ہے اور اسے ''لکھنوتی'' کی بجائے ''لچھمن وتی'' لکھا ہے۔ حاجی الیاس شاہ نے اپنے دور حکومت میں لکھنوتی کی بجائے پنڈوہ شریف کو راجدھانی بنایا، ۱۵۰۰ء تک بنگال کے نقشہ میں لکھنوتی کا نام بحیثیت ایک عظیم شہر باقی رہا۔

۳۔ بنگلہ سے اردو ترجمہ۔ گوڑ پنڈ وارتین پیر یرا تیہاس، سید شاہ بذل رحمٰن کرمانی، ص: ۶۴، ناشر خوشٹی گیری درگاہ شریف، باتیکار، ضلع بیر بھوم، سن اشاعت ۲۰۱۱ء۔

حضرت شاہ صاحب نے مذکورہ عبارت میں دو باتوں پر اظہار خیال کیا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ: آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی اور والدۂ ماجدہ کی پیدائش بدایوں میں ہوئی تھی، یہ بات کسی مستند کتاب سے ثابت نہیں ہے، بلکہ اس کے برخلاف یہ ثابت ہے کہ ان کے آباء واجداد اودھ کے رہنے والے تھے اور ان کے والد گرامی اودھ سے ہجرت کر کے لکھنوتی آئے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش لکھنوتی، بنگال میں ہوئی تھی، یہ بات راجح نہیں ہے۔

شاہ صاحب قبلہ نے چند سطور تحریر کرنے کے بعد ص: ۶۵ پر لکھا ہے کہ:

''سیر الاولیا، اخبار الاخیار، تواریخ مرآۃ الاسرار، سیر العارفین اور نظامی بنسری جیسی اہم کتابوں کی روشنی میں ہم بلا شک وشبہ اس بات کا یقین کر سکتے ہیں کہ: ہمارے موجودہ ضلع مالدہ کی گور یعنی قدیم لکھنوتی یا پچھمن وتی میں ہی حضرت اخی سراج کی پیدائش ہوئی تھی، کسی واقعہ کے پس منظر میں قدیم ہندوستان کے عالی رتبہ بزرگ حضرت نظام الدین اولیا کی خانقاہ میں، خوش قسمتی سے قیام کرنے کا ان کو موقع ہاتھ آیا گیا تھا۔''

ایڈوکیٹ عبد الصمد مالدوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''شیخ پیر اخی سراج الدین عثمان اس ضلع (مالدہ بنگال) کے مشہور پیروں میں سب سے ممتاز پیر تھے، وہ لکھنوتی یا پچھمن وتی کے رہنے والے تھے، ان کی پیدائش بھی اسی لکھنوتی میں ہوئی تھی، مؤرخین کی تحریروں کے مطابق اخی سراج الدین عثمان کے آباء واجداد کا رہن سہن بھی لکھنوتی میں تھا، شیخ اخی سراج الدین کی ابتدائی تعلیم کا زمانہ بھی لکھنوتی میں گزرا تھا، ابتدائی تعلیم کے بعد اعلی تعلیم کے لیے وہ دلی چلے گئے تھے۔''(۱)

مذکورہ گفتگو سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت شاہ بذل رحمٰن کرمانی اور دیگر بعض مؤرخین نے آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو وطنِ ولادت کے اعتبار سے بنگالی لکھا ہے۔ ان حضرات مؤرخین نے جن مصادر ومراجع پر اعتماد کیا ہے ہم یہاں ان

۱۔ ضلع مالدار پیر فقیر دیر کتھا، ایڈوکیٹ عبد الصمد، ص: ۵۷، ۵۸، بنی آدم پرکاشنی، حسین پور، گوال پارہ مالدہ، سن اشاعت ۱۹۸۶ء۔

کتابوں کی اصل عبارتوں کو نذرِ قارئین کر رہے ہیں:

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق و ہم درس علامہ شیخ سید محمد بن مبارک کرمانی علوی معروف بہ میر خورد تحریر فرماتے ہیں کہ:

''در آوان جوانی کہ موئے ریش آغاز نشدہ بود از لکھنوتی آمدہ و سر ارادت بر آستانۂ سلطان المشائخ نہادہ، و در صحبت یاران کہ ملازم سلطان المشائخ بودند پرورش یافتہ، بعد ہر سال دیدنِ والدۂ خود را در لکھنوتی برفتے و باز بحضرت سلطان المشائخ پیوستے۔'' آپ عالم جوانی میں جب کہ داڑھی کے آثار ظاہر نہ ہوئے تھے لکھنوتی سے آئے اور آستانۂ سلطان المشائخ پر سر ارادت رکھ دیا، ایسے یاروں کی صحبت میں پرورش پائی جو سلطان المشائخ کی خدمت میں ہمیشہ رہا کرتے تھے۔ ہر اختتام سال پر اپنی والدہ کی زیارت کے لیے لکھنوتی جاتے پھر سلطان المشائخ کی خدمت میں واپس آجاتے۔''(۱)

اس عبارت سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آپ لکھنوتی سے دہلی تشریف لے جاتے تھے، اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ آپ لکھنوتی میں پیدا ہوئے اور وہیں آپ کی ابتدائی پرورش و پرداخت ہوئی تھی۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''وے از عنفوان شباب کہ ہنوز موئے ریش آغاز نشدہ بود، در حلقۂ شیخ در آمدہ بود و در سلک خدمت گاران پرورش یافتہ، بعد از چند سال برائے دیدن والدہ بمقام لکھنوتی کہ الآن بگور مشہور است میرفت و باز بخدمت می رسید۔'' عنفوان شباب میں جب کہ چہرے پر داڑھی کی ریکھیں بھی نہیں آئی تھیں، شیخ کے حلقہ میں داخل ہو گئے تھے۔ شیخ کی ہمیشہ خدمت کرنے والوں کے درمیان آپ کی پرورش ہوئی تھی، چند سال کے بعد لکھنوتی جس کا موجودہ نام گور ہے، اپنی والدہ کی زیارت کے لئے جاتے تھے، پھر خدمت شیخ میں واپس ہو جاتے تھے۔''(۲)

۱۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۸، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

۲۔ اخبار الاخیار فارسی، شیخ محدث عبدالحق دہلوی، ص ۸۴، ۸۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی سن اشاعت ۱۲۸۰ھ۔

شیخ عبدالرحمٰن چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

''آپ لکھنوتی قدیم سے جسے گور کہتے ہیں آ کر سلطان المشائخ کے حلقہ بگوش ہوئے،اوراحباب کے درمیان تربیت پانے لگے۔بعض مقامات پر آپ کو اخی سراج اودھی لکھا گیا ہے۔آپ کے آباء واجداداودھ میں رہتے تھے،اس کے بعد آپ کے والد لکھنوتی جا کر سکونت پذیر ہوئے۔''(۱)

شیخ خواجہ حسن نظامی دہلوی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت مولانا اخی سراج رضی اللہ عنہ،ان کا نام سراج الدین عثمان تھا، یہ لکھنوتی بنگال کے رہنے والے تھے اور حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شروع زمانہ سے حاضر رہتے تھے۔''(۲)

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت لکھنوتی بنگال میں ہونے کے قائلین حضرات نے جن کتابوں پر اعتماد کیا ہے ہم نے ان کتابوں کی اصل عبارتیں قارئین کے سامنے رکھ دی ہیں۔ان عبارتوں سے صرف اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ:

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ لکھنوتی سے دہلی تشریف لے گئے تھے،لکھنوتی سے آپ کا تعلق تھا اس لیے کہ آپ کی والدہ یہاں رہتی تھیں، والد محترم اودھ سے ہجرت کر کے لکھنوتی آئے تھے۔لہذا یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ:'' ایک روایت یہ ہے کہ آپ لکھنوتی بنگال کے باشندہ تھے،یہیں پلے بڑھے اور یہیں سے اعلیٰ تعلیم کے لیے دہلی روانہ ہوئے''،لیکن یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا ہے کہ:''بلا شک وشبہ موجودہ ضلع مالدہ کی گور یعنی قدیم لکھنوتی یا پچھمن وتی میں ہی حضرت اخی سراج کی پیدائش ہوئی تھی۔''

شبہات کی بنیاد:

مؤرخین کی جس جماعت نے آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان کی پیدائش کا مقام لکھنوتی کو قرار دیا ہے اوران کو''پیدائشی بنگالی'' لکھا ہے، شاید اس جماعت کو مشائخ

۱۔مرآۃ الاسرار مترجم،شیخ عبدالرحمٰن چشتی،ص:۸۸۹،ضیاءالقرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور،سال اشاعت ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء۔

۲۔نظامی بنسری،خواجہ سید حسن نظامی دہلوی،ص:۴۱۲، ناشر خواجہ حسن نظامی میموریل سوسائٹی،بستی درگاہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی،سال اشاعت ۱۹۸۴/ ۱۴۰۴،اشاعت چہارم۔

کرام کی عبارتوں میں وارد کچھ ایسے الفاظ سے شبہ ہوا ہے جن کو دیکھ کر یہی گمان ہوتا ہے کہ آئینۂ ہندوستان رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت بنگال میں ہی ہوئی تھی، یہی وجہ کہ انہوں نے آپ کو ''پیدائشی اودھی'' کے بجائے ''پیدائشی بنگالی'' باور کرلیا ہے، حالانکہ آپ ''پیدائشی اودھی'' اور ''رہائشی بنگالی'' ہیں، جیسا کہ ان کے مرشد گرامی سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ''پیدائشی بدایونی'' اور ''رہائشی دہلوی'' ہیں۔ ذیل میں ان مشائخ کرام میں سے بعض کی عبارتوں کو نہایت اختصار کے ساتھ ہم نذر قارئین کر رہے ہیں:

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''چوں شیخ اخی سراج بانعمت خلافت از پیش شیخ نظام الدین رخصت یافت، وخواست کہ بجانب **وطن اصلی** متوجہ شد۔'' جب اخی سراج، شیخ نظام الدین کی طرف سے نعمت خلافت پا گئے اور اپنا **اصلی وطن** جانے کا ارادہ کیا۔''(۱)

خواجہ حسن نظامی نے لکھا ہے:

''ان کا نام سراج الدین عثمان تھا، **یہ لکھنوتی بنگال کے رہنے والے تھے۔**''(۲)

''**وطن اصلی**'' یا ''بنگال کے رہنے والے تھے'' اس قسم کے الفاظ واقعی اس کا احساس دلاتے ہیں کہ آپ کی ولادت بنگال ہی میں ہوئی تھی یا آپ پیدائشی بنگالی تھے، لیکن درحقیقت دیکھیے تو پتہ چلتا ہے کہ صوفیائے کرام نے اس قسم کے الفاظ کا استعمال شاید شرعی اصطلاحی معنی میں کیا ہے، کیوں کہ شریعت میں ''وطن اصلی وہ جگہ ہے جہاں اس کی پیدائش ہے یا اس کے گھر کے لوگ وہاں رہتے ہیں یا وہاں سکونت کر لی اور یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے نہ جائے گا۔''(۳)

شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ لکھنوتی میں پہلے ہی سے

---

[۱]۔ اخبار الاخیار فارسی، شیخ محدث عبدالحق دہلوی، ص:۱۳۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، سن اشاعت ۱۲۸۰ھ۔

[۲]۔ نظامی بنسری، خواجہ سید حسن نظامی دہلوی، ص:۴۱۳، ناشر خواجہ حسن نظامی میموریل سوسائٹی، بستی درگاہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی، سال اشاعت ۱۹۸۴/۱۴۰۴، اشاعت چہارم۔

[۳]۔ بہار شریعت، حصہ چہارم، صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی، ص:۷۵۰، المدینہ ڈیجیٹل لائبریری دعوت اسلامی، ورژن جون ۲۰۱۶۔

رہتی تھی اور ان کے والد ماجد لکھنوتی ہجرت کر کے آئے تھے اور یہیں سکونت اختیار کر لی تھی، حضرت شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ اس وقت نابالغ تھے اور بچپن ہی میں لکھنوتی آ گئے تھے، وہ اپنے والدین کے تابع تھے، لہذا اب اس خاندان عالی وقار کا **وطن اصلی** لکھنوتی ہو گیا تھا، شاید اس لیے بعض مؤرخین نے اپنی تصانیف میں آئینۂ ہندوستان رحمۃ اللہ علیہ کا وطن اصلی لکھنوتی لکھا ہے اور اسی کو آپ کی جائے پیدائش قرار دیا ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ:

ایسا بھی ممکن ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی پیدائش واقعتاً لکھنوتی، بنگال ہی میں ہوئی ہو اور آپ کے نام کے ساتھ ''اودھی'' کی نسبت آپ کے آباء واجداد کے اودھی ہونے کی وجہ سے لگائی جاتی ہو۔ تاریخ میں مشائخ وعلمائے سلف وخلف کی ایک بڑی تعداد کا ذکر ان کے آباء واجداد کے وطن اصلی کی نسبت کے ساتھ ملتا ہے۔

قدیم فارسی کتابوں میں ''گلزار ابرار مصنفہ مولانا محمد غوثی شطاری ماندوی'' کا شمار ہوتا ہے، اس میں آئینۂ ہندوستان علیہ الرحمہ کی جائے پیدائش بنگال لکھا ہے۔

مولانا محمد غوثی شطاری لکھتے ہیں:

''سراج الدین عثمان نامور باخی سراج زاد بوم بنگالہ۔'' سراج الدین عثمان معروف بہ اخی سراج، مقام پیدائش بنگال..........۔''(۱)

تیسرا قول:

مقام پیدائش اودھ [ایودھیا، اتر پردیش]

ایک قول یہ ہے کہ:

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اودھ میں ہوئی، یہیں پر بچپن گزرا، نشو ونما ہوئی اور ابتدائی تعلیم کی تکمیل ہوئی، اوروں کی طرح آپ بھی باشندۂ اودھ ہونے کی وجہ سے اودھی کہلانے لگے، ابھی سن شعور ہی کو پہنچے تھے کہ آپ کا گھرانا اودھ سے لکھنوتی ہجرت کر گیا۔ اس طرح آپ اودھی ثم بنگالی ہو گئے۔

۱۔ گلزار ابرار فاسی، محمد غوثی شطاری، ص: ۹۲، مطبوعہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، سال اشاعت، بار دوم، ۲۰۰۱ء۔

خلیفۂ مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی شیخ نظام یمنی علیہما الرحمہ لکھتے ہیں کہ:
"مسکن و موطن درخطۂ اودھ داشتند" اخی سراج الدین عثمان کا وطن و مسکن مضافات اودھ میں تھا۔" (۱)

سیر الاولیا میں ہے:

واز یاراں کہ دراودھ و دیار ہندوستان داخل بندگانِ سلطان المشائخ شدنداو در ارادت ہمہ سابق بود۔" اودھ اور ہندوستان (جانبِ مشرق) سے آکر جن دوستوں نے سلطان المشائخ کی غلامی اختیار کی اخی سراج بیعت وارادت میں ان سب میں اول تھے۔ (۲)

سیر الاولیا کی مذکورہ عبارت کی روشنی میں بعض بزرگوں نے اپنی کتابوں میں "اودھ اور جانب مشرق" کے الفاظ لکھے ہیں، جانب مشرق یا پورب ہندوستان کے کس خطۂ ارض کو کہتے ہیں، قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں:
"مسلم دور حکومت میں دہلی کے مشرق میں صوبۂ الہ آباد، صوبۂ اودھ اور صوبۂ عظیم آباد پر مشتمل جو وسیع اور محدود خطہ ہے، اس کو ملک پورب کہتے ہیں۔" (۳)

مذکورہ بالا وضاحت سے روشن ہوگیا کہ سیر الاولیا کی عبارت میں "اودھ ودیار ہندوستان" سے لکھنوتی یا بنگال مراد نہیں ہے۔ نیز سیر الاولیا کی عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ دہلی میں اودھی شمار ہوتے تھے۔

ایک قابل غور بات یہ بھی ہے کہ سلطان المشائخ محبوب الٰہی سید محمد نظام الدین دہلوی علیہ الرحمہ نے جب آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کو خلافت سے سرفراز کیا تو آپ نے حضرت چراغ دہلی کے ذریعہ خلافت نامہ اودھ بھیج دیا۔ خلافت نامہ کا اودھ بھیجنا ظاہر کرتا ہے کہ آپ مولداً و موطناً اودھی تھے اور قیام دہلی کے ایام میں بھی آپ کے خویش واقارب اودھ میں رہتے تھے جن سے آپ کے تعلقات ہموار تھے، ان ہی کے

۱۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، حضرت نظام یمنی، ص: ۳۵۵، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی پاکستان، سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء۔

۲۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۸، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

۳۔ دیار پورب میں علم اور علما، قاضی اطہر مبارک پوری، ص: ۲۱، ندوۃ المصنفین، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی، سال اشاعت ۱۹۷۹ء۔

پاس آپ نے یہ عظیم نعمت سنبھال کر رکھنے کے لیے بھیجا تھا۔

محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی لکھتے ہیں کہ:

''ساتویں صدی میں اسی آبادی [ایودھیا] میں ایک مقدس و بزرگ گھرانا تھا، اس گھر میں حضرت عثمان کی ایک ایسی ہستی تھی جن کے دامن سے ہزاروں کی امیدیں وابستہ تھیں، عزیز واقارب ہر وقت نچھاور ہو رہے تھے اور آبادی کا ہر شخص بڑی عظمت ومحبت سے اُن کو دیکھتا تھا۔ حضرت عثمان کی طبیعت کی افتاد فقر ودرویشی پر تھی اور بچپن ہی سے طلب الٰہی کا ذوق تھا اور آپ کے رنگ کو دیکھ کر سب سمجھتے تھے کہ یہ وجود مقدس کسی زمانہ میں قبلۂ اربابِ حاجات ہوگا اور اس اسلامی چراغ سے ایک عالم روشن ومنور ہوگا۔ اسی لیے عام طور سے لوگ آپ کا نام لینا بے ادبی سمجھتے تھے اور آپ کو سراج الدین عثمان کہا کرتے تھے۔''(۱)

حضرت مولانا ڈاکٹر عاصم اعظمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''کاشف اسرار حقیقت، آئینۂ جمال مطلق شیخ سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ جن کو اخی سراج بھی کہتے ہیں۔ آپ کا آبائی وطن اودھ تھا، مگر والد گرامی نے لکھنوتی جسے گور کہا جاتا ہے، اقامت گزیں ہوئے۔''(۲)

اس قول کی دلیل میں گذشتہ اوراق میں درج ان محققین کے اقوال کو بھی پیش نظر رکھ سکتے ہیں جنھوں نے حضرت آئینہ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے لکھا ہے کہ: "He was originally from Oude"

یا یہ لکھا ہے کہ: " Born at Badayun in Oudh"

حاصل کلام:

یہ ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ راجح قول کے مطابق اودھ میں پیدا ہوئے، یہیں پر آپ کا بچپن گزرا، ابتدائی تعلیم [پرائمری تعلیم] کی تکمیل ہوئی، پھر اپنے والد گرامی کے ہمراہ ہجرت کر کے لکھنوتی بنگال تشریف لائے، پھر اپنی

۱۔ ماہنامہ اشرفی، جلد نمبر 2 / شمارہ نمبر 11؛ ربیع الآخر 1343ھ/نومبر 1924ء۔

۲۔ محبوب الٰہی، ڈاکٹر عاصم اعظمی، ص: ۳۴۲، ۳۴۳، ناشر فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور، سال اشاعت، ۲۰۰۲ء/محرم ۱۴۲۳ھ۔

والدۂ محترمہ کی اجازت سے لکھنوتی بنگال کی سرزمین سے دہلی سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں تحصیل علم ومعرفت کے لیے تشریف لے گئے۔

مقام ولادت کے تعلق سے ایک اور مرجوح قول

سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے ایک صوفی بزرگ حضرت شاہ محمد حسن صابری نے لکھا ہے کہ: آپ کی ولادت مکن پور میں ہوئی۔ مکن پور ضلع کان پور، اترپردیش سے تقریبا ۶۵ کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہیں پر قطب الاقطاب حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اقدس ہے۔

حضرت شاہ محمد حسن صابری نے اپنی کتاب تواریخ آئینۂ تصوف میں لکھا ہے کہ:

''حضرت شاہ شیخ سراج الدین عثمان اخی چراغ، غنی الارواح رحمۃ اللہ علیہ تاریخ ۱۶ شوال ۶۱۷ھ میں بروز سہ شنبہ، وقت قریب عصر، مکن پور میں آپ پیدا ہوئے، راوی اس کے آپ کے والد ہیں۔''(۱)

مذکورہ عبارت میں شاہ صاحب نے آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے دو القاب بھی لکھے ہیں ''اخی چراغ'' اور ''غنی الارواح''۔ اخی کے ساتھ ''چراغ'' کا اضافہ اور غنی الاوراح کا لقب اس کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب میں ہمیں نظر نہیں آیا۔ اسی طرح دن، تاریخ، وقت اور راوی کے تعین کے ساتھ آپ کی ولادت ووفات کا بیان اسی کتاب میں نظر آیا۔

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی جائے پیدائش کے تعلق سے چار اقوال سامنے آئے: (۱) بدایوں (۲) مکن پور (۳) لکھنوتی بنگال اور (۴) اودھ۔

اول الذکر دونوں اقوال خلاف واقعہ ہیں ثانی الذکر دونوں اقوال میں کوئی ایک درست ہے۔ ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ آپ اودھ میں پیدا ہوئے اور لکھنوتی میں قیام پذیر ہوئے۔

۱۔ تواریخ آئینۂ تصوف، شاہ محمد حسن صابری چشتی، ص: ۱۳۰، مطبوعہ مطبع حسنی رامپور، سال اشاعت ۱۳۱۱ھ۔

باب سوم

قدیم اور جدید اودھ-

ایک مختصر تعارف

اودھ یا اجودھیا - مختصر قدیم تاریخ

1-اجودھیا کا پہلا قدیم دور:

ریاست اودھ کے قیام سے بہت پہلے یہاں ایک آبادی تھی جس کا نام ایودھیا تھا، یہ آبادی آج بھی ہے۔اور ضلع فیض آباد اتر پردیش کا ایک شہر ہے۔ ہندوں کے مطابق یہ شہر رام کی جائے پیدائش ہے۔اودھ کا شمار قدیم شہروں میں ہوتا ہے، یہ بھکشوں، جینی رہنماؤں، سادھوسنتوں اور مسلم علماومشائخ کا مرکز رہا ہے، یہ شہر سب کے نزدیک مقدس مانا جاتا ہے۔ یہ مشاہیر علماومشائخ کی جنم بھوم ہے اور نابغۂ روزگار شخصیات کی ہجرت گاہ بھی ہے۔ بقول حضرت حسن نظامی ثانی یہ ''چشت نگر'' ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے صدیوں پہلے یہاں کوشل خاندان کی آبادی تھی، اس خاندان کی راجدھانی اجودھیا تھی۔سورج ونشی خاندان کا راجا دشرت نے بھی اجودھیا ہی کو راجدھانی بنایا تھا، راجا دشرت کے بیٹے کا نام رام چندر تھا۔ ہندو دھرم کے ماننے والے لوگ اجودھیا کو رام جنم بھومی مانتے ہیں۔والمیک نے اپنی رمائن میں راجادشرت کے زمانے میں اجودھیا کو مہذب اور معاشرتی اعتبار سے بہت ترقی یافتہ لکھا ہے۔ ہندو روایات کے مطابق سب سے پہلے برہما نے اس سرزمین پر قدم رکھا اور منو کو حکم دیا کہ اجودھیا کو راجدھانی بناؤ۔

قدیم زمانے میں ایودھیا/اجودھیا ''ہندو ملک'' کوسالہ (Kosala) کا صدر مقام تھا۔اس شہر کا ایک دوسرا نام ساکیٹ (Saket) بھی ملتا ہے جو گوتم بدھ کے زمانے میں مشہور تھا، اسے ساکیٹا (Saketa) بھی کہتے تھے۔اجودھیا/ایودھیا کے نام کے تعلق سے اور بھی کئی اقوال ملتے ہیں، ایک قول کے مطابق لفظ ''ایودھیا''، بادشاہ ''ایودھ'' (Ayodh) کے نام پر رکھا گیا ہے جو بمطابق ہندو کتب رام کا جداعلیٰ تھا۔

دوسرے قول کے مطابق جو زیادہ معتبر مانا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ''ایودھیا'' لفظ ''اَ'' اور ''یودھ'' سے بنا ہے جس کا مطلب ہے: وہ شہر جو یودھ (جنگ) سے فتح نہیں کیا جا سکتا ہے۔

خواجہ حسن نظامی متولی وسجادہ نشیں خانقاہ نظامیہ چشتیہ دہلی نے اودھ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''اجودھیا جس کو ایودھیا یا اودھ بھی کہا گیا ہے، مجھے نہیں معلوم اس کا یہ نام کیوں پڑا، کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ کہیں اس نام کو ''امن وامان'' یعنی وہ جگہ جہاں یدھ یا لڑائی نہ ہو کے حوالے سے تو اجودھیا یا ایودھیا نہیں کہا گیا۔''(۱)

ڈاکٹر رضی احمد کمال نے تاریخ اودھ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''راجا دشرت کے زمانے کے اودھ کی تہذیب وتمدن کا ذکر والمیلکی رامائن میں پہلی بار بہت تفصیل سے کیا گیا ہے، اور اس وقت کے معاشرے کو ایک ترقی یافتہ معاشرہ لکھا گیا ہے۔ وقت کے نشیب وفراز سے گزرتے ہوئے اودھ کا یہ صوبہ ایک بار پھر ایک مملکت بن گیا اور اس کا درالسلطنت پھر ایودھیا ہی قرار پایا۔ اودھ اتر پردیش کے پوربی حصہ میں واقع ہے۔''(۲)

مولانا سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ:

''بدایوں اور کڑہ سے ملا ہوا وہ صوبہ جس کو اودھ کہتے ہیں، یہ اصل میں اس شہر کا نام تھا، جس کو رام اور لچھمن کے مولد بننے کا شرف حاصل ہے، جو اب بھی فیض آباد کے پاس ایودھیا کے نام سے مشہور ہے، مسلمانوں نے اس کو اپنے تلفظ میں اودھ کیا اور ایک پورے صوبہ کا نام رکھا۔''(۳)

۱۔ مختصر تاریخ مشائخ اودھ، ڈاکٹر رضی احمد کمال، ص: ۵، ۶، پیش لفظ، مطبوعہ الحسنات بک پرائیویٹ لمیٹیڈ، دریا گنج نئی دہلی، سال اشاعت ۲۰۰۶ء۔

۲۔ نفس مرجع، ص: ۱۵، ۱۶۔

۳۔ حیات شبلی، مولانا سلیمان ندوی، ص: ۳۹، ناشر دار المصنّفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، سال اشاعت ۲۰۰۸ء۔

اجودھیا کی قدیم اسلامی تاریخ:

مسلمانوں نے بھی اجودھیا کو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے آباد مانا ہے۔ یہاں پر حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف دو لمبی لمبی قبریں منسوب ہیں، آج بھی ان قبروں کی زیارت کی جاتی ہے۔

شہرایودھیا کی اسلامی حیثیت اجاگر کرتے ہوئے محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی لکھتے ہیں کہ:

''اجودھیا کی بنیاد مسلم ہاتھوں سے پڑی اور وہ خالص اسلامی مقام ہے۔ مشرکین نے راجہ دشرت کے زمانہ سے اس پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اور رام و لچھمن کا جنم بھوم قرار دے کر اپنے مذہبی مقاموں میں اس کا شمار کرلیا ہے جس کے خلاف اجودھیا کے کھنڈرات کی روشن شہادت موجود ہے۔ موجودہ آبادی میں اور اُس کے چاروں جانب اگر غیر ملکی سیاح گھومے تو بیشمار مسجدوں اور لاتعداد درگاہوں کے آثار قدیمہ زبان حال سے کہیں گے کہ یہ آبادی اسلامی دور کی زبردست یادگار ہے۔ گنج شہیداں ومقابر اولیا اللہ کا واقعی شمار تو اللہ تعالی ہی کے علم میں ہے لیکن وہ سیاح میلوں تک اس منظر کو دیکھ کر قطعی فیصلہ کردے گا کہ اجودھیا اسلامی مقامات مقدسہ سے ہے اور مشرکین کا ہر جانب درمیانی اور وقتی قبضہ ان شہادتوں کی موجودگی میں محض غصب ہے۔

اسلامی دور حکومت میں اس آبادی کو اودھ کہتے تھے اور یہاں کے رہنے والوں کو اودھی لکھا کرتے تھے اگرچہ اس لفظ اودھ کی وسعت نے صوبہ کی صورت اختیار کر لی ہے، مگراب تک اہل علم ''اودھی'' کا ترجمہ: ساکن اجودھیا، کرتے ہیں۔''(۱)

2-اجودھیا کا دوسرا مسلم دور:

حضرت محمود غزنوی (360-421ھ/ 971-1030ء) اور حضرت سید سالار مسعود غازی (404-425ھ/ 1014-1034ء) کے دور میں یہ علاقہ مسلمانوں کے اقتدار میں آیا۔ اسی زمانے میں باضابطہ مسلم آبادیاں قائم ہونے لگیں۔

۱۔ ماہنامہ اشرفی، جلد نمبر 2/ شمارہ نمبر 11؛ ربیع الآخر 1343ھ/ نومبر 1924ء۔

3-دہلی سلطنت کا دور (شیخ اخی سراج الدین کا اودھ):

دہلی سلطنت کا آغاز 602ھ/ 1206ء میں قطب الدین ایبک نے کیا۔ سلطان شمس الدین التمش (607-633ھ/ 1211-1236ء) کے زمانے سے لیکر دہلی سلطنت کے پہلے دور کے اختتام یعنی 689ھ/ 1290ء تک ایودھیا صرف اکیلا ایک شہر ہی نہیں رہا، بلکہ اس وقت اطراف و اکناف پر مشتمل وہ ایک علاقہ بن چکا تھا، اور شہر ایودھیا پورے اودھ کا صدر مقام بن چکا تھا۔

اسی زمانے میں اجودھیا یا اودھ کی اسی سرزمین پر حضرت آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ (656~758ھ / 1258~1357ء) پیدا ہوئے تھے، یہیں پر آپ کا بچپن گزرا تھا، گھرانا مہذب تھا، تربیت اچھی ہوئی تھی، بچپن ہی سے علم وفضل کی اہمیت ذہن نشین ہوگئی تھی، دین ومذہب سے لگاؤ پیدا ہوگیا تھا اور جاں نثارانِ دین ومذہب کی عقیدت دل میں جگہ پا چکی تھی۔

4-شرقی سلطنت کا دور:

ناصر الدین محمد شاہ تغلق کا وزیر ''خواجہ جہاں'' ملک سرور نے 796ھ/1394ء میں شرقی حکومت کی بنیاد رکھی اور ایودھیا جونپور سلطنت/ شرقی سلطنت کا حصہ بن گیا۔ پھر شرقی سلطنت کا آخری بادشاہ حسن شاہ کو بہلول لودھی نے 882ھ/1478ء میں شکست دی اور سکندر لودھی نے جونپور واودھ کو واپس دہلی سلطنت میں شامل کرلیا۔

5-مغلیہ سلطنت کا دور:

مغلیہ سلطنت کا بانی بادشاہ بابر (۱۴۸۳ء تا ۱۵۳۱ء) کی 935ھ/ 1528ء میں بنائی ہوئی معروف بابری مسجد بھی اسی شہر میں واقع تھی جسے دسمبر ۱۹۹۲ء کو بعض شر پسند وفرقہ پرست عناصر [کارسیوکوں] نے منہدم کردیا۔

998ھ/ 1590ء کے آس پاس ''اودھ'' ایک الگ صوبہ قرار دیا جاچکا تھا؛ بادشاہ جلال الدین اکبر کے زمانے میں یہ صوبہ ''اودھ''، پانچ سرکاروں پر مشتمل تھا: اودھ، لکھنو، بہرائچ، خیرآباد اور گورکھپور۔

اسی تاریخی شہر کا دوسرا بگڑا ہوا نام اودھ ہے، دونوں لفظوں کے بنیادی حروف بھی ایک ہی ہیں، قدیم زمانے میں پورے علاقۂ اودھ کا مرکزی اور بڑا شہر ایودھیا ہی تھا، رفتہ رفتہ مزید علاقے شامل ہوتے گئے یہاں تک کہ ۱۷۲۳ء میں اودھ ایک وسیع ریاست بن گیا اوراس کی راجدھانی لکھنؤ قرار پائی۔

6۔نوابوں کا دور(اودھ جدید):

ایک زمانہ ایسا آیا کہ اودھ قدیم نے اودھ جدید کا روپ دھار لیا اور ایک نہایت وسیع وعریض ریاست کا درجہ اختیار کرلیا، اس کا بانی نواب امیر سعادت خان (۱۷۲۲ء تا۱۷۳۹ء) قرار پایا، نواب صفدر جنگ (۱۷۳۹ء تا ۱۷۵۴ء)اورنواب شجاع الدولہ (۱۷۵۴ءتا۱۷۷۵ء) نے بڑی زیرکی وبہادری سے اس کی ترقی کے لیے تن من دھن کی بازی لگادی، روہیل کھنڈ کے حکمراں نواب حافظ رحمت خان(۱۷۴۹ء تا۱۷۷۴ء) کی شکست کے بعد پورا روہیل کھنڈ، اودھ میں ضم ہوگیا،اور اودھ کی حدود گورکھپور سے دریائے جمنا تک پھیل گئیں، دھیرے دھیرے یہ ریاست انگریزوں کی زیرنگیں آتی گئی،نواب سعادت علی خان کے زمانے میں روہیل کھنڈ، کانپور، الہ آباد، اعظم گڑھ اور گورکھپور پر انگریزوں نے قبضہ کرلیا اورنواب واجدعلی شاہ (۱۸۵۴ءتا۱۸۴۷ء) کے زمانے میں پوری ریاست کا خاتمہ ہوگیا،لکھنؤ میں آج بھی اودھ کی شان نظر آتی ہے۔"(۱)

اودھ جدید کے فرماں رواؤں کے تعلق سے ڈاکٹر رضی احمد کمال نے لکھا ہے کہ:

"اودھ کے جدید فرماں راؤں میں درج ذیل نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

سید محمد امین نواب سعادت خان، برہان الملک مرزا مقیم، ابوالمنصور بہادر صدر جنگ شجاع الدولہ جلال الدین حیدر، آصف الدولہ بہادر، مرزا امانی، مرزا وزیر علی خان آصف جاہ، نواب سعادت علی خان، غازی الدین حیدر، نصیرالدین حیدر بادشاہ غازی، رفیع الدین حیدر محمد مہدی عرف مناجان، مرزا امجد علی شاہ عادل، واجد علی شاہ۔"(۲)

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھئے : تاریخ اودھ، حکیم محمد نجم الغنی خان رامپوری، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ، سال اشاعت، ۱۹۱۹ء

۲۔ مختصر تاریخ مشائخ اودھ، ڈاکٹر رضی احمد کمال، ص:۱۶، پیش لفظ، مطبوعہ الحسنات بک پرائیویٹ لمیٹیڈ، دریا گنج نئی دہلی، سال اشاعت ۲۰۰۶ء۔

اودھ یا اجودھیا کی مذہبی اہمیت

ڈاکٹر رضی احمد لکھتے ہیں کہ:

''اودھ میں بھی خاص طور پر سرزمین ''ایودھیا'' کو ایک خاص مذہبی و روحانی مرکزیت زمانہ قدیم سے حاصل رہی ہے۔ اس سرزمین نے جہاں کبھی بدھوں کو اپنی طرف راغب کیا تو کبھی جینیوں کو یہاں پھلنے پھولنے کے راستے فراہم کئے اور کبھی سادھوسنتوں کے ساتھ مسلم علما اور صوفیا و مشائخ وقت کے قافلوں کو یہاں خیمہ زن ہونے کے مواقع فراہم کئے۔''

چند سطور کے بعد مزید رقم طراز ہیں کہ:

یہ اجودھیا ہی کی سرزمین تھی کہ جہاں کے مندروں کے گھنٹوں کی آواز، سادھوؤں وسنتوں کے منتر، مسجدوں کی اذانیں اور صوفیا و مشائخ کے ذکر واذکار سب کو مسحور کرتے رہے۔ یہ اسی سرزمین کی کشش تھی کہ جس نے مختلف طریق سلاسل کے صوفیا و مشائخ کو یہاں اپنا مسکن بنالینا پسند کیا اور پھر یہ حضرات اپنی زندگی کی آخری سانس تک اپنے اپنے فرائض کو ادا کرتے ہوئے یہیں کی خاک میں دفن ہو گئے جن کے آثار و علائم آج بھی یہاں کی مسجدوں اور مزاروں کی شکل میں موجود ہیں، اگرچہ ان میں اکثر کی حالت بہت خستہ ہو چکی ہے یا پھر وہ بالکل اجڑی ہوئی حالت میں ہے۔''(۱)

ڈاکٹر رضی احمد کمال صاحب ایودھیا کی مذہبی مرکزیت کی تفصیل لکھنے کے بعد خلاصہ بیان کرتے ہیں کہ:

''ان ساری تفصیلات سے یہ بات پوری طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ پچھلی صدیوں میں اجودھیا ایک مقدس مرکز ہونے کی حیثیت سے کبھی بودھوں کا مرکز توجہ رہا تو کبھی جینیوں نے یہاں اپنی عقیدت کے نذرانے نچھاور کیے تو کبھی وشنومت کے پجاریوں کا مقصود نظر بنا اور کبھی علمائے اسلام اور مشائخ طریقت نے اسے اپنی علمی و روحانی سرگرمیوں کا محور

۱۔ڈاکٹر رضی احمد کمال، مختصر تاریخ مشائخ اودھ، ص:۱۱، ۱۲، مطبوعہ الحسنات بکس پرائیویٹ لمیٹیڈ، دریا گنج نئی دہلی، سال اشاعت ۲۰۰۶ء۔

ومرکز بنا کر یہیں کے ہو رہے یعنی یہیں کی خاک میں دفن ہو کر آج بھی بہت سے مقابر ومساجد کی شکل میں موجود ہیں۔''(۱)

اودھ یا اجودھیا کی چشتی نسبت

حضرت حسن نظامی ثانی لکھتے ہیں کہ:

''سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کے مریدوں اور خلفا میں اکثر اہل اودھ کے نام آتے ہیں، اور ان کے ساتھ صابریہ سلسلہ کے بھی اکابرین یہاں آرام فرما ہیں۔ اس علاقہ کو اگر ''چشت نگر'' کہا جائے تو کچھ غلط نہ ہوگا۔ سیر الاولیا وغیرہ تذکروں میں ان چشتیوں، نظامیوں کو جو اودھ سے نسبت رکھتے تھے بطور خاص ''یاران اودھ'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ وہ بڑے بزرگ تھے ان کی باتیں بھی بڑی یادگار ہیں ہمیں تو ان سے نسبت رکھنے ہی میں فخر ہے۔''(۲)

اودھ/ اجودھیا واطراف کو جن اولیا نے اپنے وجود سے مدینۃ الاولیا بنایا ان کی مختصر فہرست:

1- حضرت شیخ قدوۃ الدین چشتی اودھی (مرید شیخ عثمان ہارونی)
2- حضرت شیخ داؤد بن محمود چشتی اودھی (مرید گنج شکر)
3- حضرت شیخ مولانا بدر الدین اودھی۔
4- حضرت شیخ نصیر الدین محمود بن یحیٰ چشتی اودھی، چراغ دہلی (خلیفہ محبوب الٰہی)
5- حضرت شیخ محی الدین کاشانی چشتی (خلیفہ محبوب الٰہی)
6- حضرت شیخ جلال الدین چشتی اودھی (مرید محبوب الٰہی)
7- حضرت شیخ جمال الدین چشتی اودھی (مرید محبوب الٰہی)
8- حضرت شیخ علاء الدین نیلی چشتی اودھی (مرید محبوب الٰہی)
9- حضرت شیخ محمد بن یحیٰ چشتی اودھی (مرید محبوب الٰہی)

۱۔ تفصیل دیکھیے: نفس مرجع، ص: ۲۵-۲۹-

۲۔ ڈاکٹر رضی احمد کمال، مختصر تاریخ مشائخ اودھ، ص: ۹، خواجہ حسن نظامی ثانی، پیش لفظ، مطبوعہ الحسنات بکس پرائیویٹ لمیٹیڈ، دریا گنج نئی دہلی، سال اشاعت ۲۰۰۶ء-

10-حضرت شیخ فریدالدین اودھی شافعی۔
11-حضرت شیخ زین الدین چشتی اودھی (مرید چراغ دہلی)
12-حضرت شیخ شمس الدین صدیقی چشتی اودھی (صاحب حضرت سید اشرف جہاں گیر سمنانی)
13-حضرت شیخ شہاب الدین مداری اودھی۔
14-حضرت شیخ فتح اللہ اودھی بن نظام الدین صوفی۔
15-حضرت شیخ قاسم بن برہان الدین اودھی۔
16-حضرت شیخ محمد قاسم اودھی۔

باب چہارم

قربتیں

اور

فاصلے

آئینۂ ہندوستان کے والد ماجد کی جانبِ لکھنوتی ہجرت

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے آباء واجداد اودھ کے باشندے تھے۔ اودھ سے آپ کے والد محترم ہجرت کر کے لکھنوتی چلے آئے تھے۔ والدہ کریمہ بھی اودھ سے اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کر گئی تھیں یا ان سے پہلے لکھنوتی میں قیام پذیر ہو گئی تھیں۔

شیخ عبدالرحمٰن چشتی نے لکھا ہے کہ:

''آپ کے آباء واجداد اودھ میں رہتے تھے، اس کے بعد آپ کے والد لکھنوتی میں جا کر سکونت پذیر ہوئے۔''(۱)

اودھ سے لکھنوتی ہجرت کا زمانہ کون سا تھا؟ اس کی پوری تفصیل نہیں ملتی، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آئینہ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا قیام اودھ میں اسی وقت تک رہا جب تک حضرت اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ وہاں قیام پذیر رہے، لیکن جب انہوں نے سفر دہلی کا ارادہ کر لیا، اودھ کو خیر آباد کہہ کر وہاں سے چل دیئے تو آپ کا گھرانہ بھی اودھ سے منتقل ہو گیا۔

محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''بہر حال یہ واقعہ ہے کہ اودھ میں اس گھرانے کی آبادی حضرت عثمان ہی کے دم قدم سے تھی اور حضرت کے ترک وطن ہی کے ساتھ یہ گھر کا گھر اودھ سے نکل گیا۔ **آپ کے اعزہ واقربا کے مزارات اب تک اجودھیا میں موجود ہیں اور وہاں سالانہ عرس ہوتا ہے۔**''(۲)

۱۔ مرآۃ الاسرار مترجم، شیخ عبدالرحمن چشتی، ص: ۸۸۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور، سال اشاعت ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء۔
۲۔ ماہنامہ اشرفی۔ جلد 2 / شمارہ نمبر 11؛ ربیع الآخر 1343ھ/ نومبر 1924ء۔

آپ کے والد محترم نے اودھ سے لکھنوتی ہجرت کیوں کی تھی؟ اس ہجرت کے اسباب وعوامل کیا تھے؟ واضح نہیں ہیں۔

محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

''مؤرخین نے اس امر کو واضح نہیں کیا کہ لکھنوتی جانے کی وجہ کیا تھی؟ لیکن اُس صدی کے حالات پر نظر کرتے ہوئے خیال کیا جاتا ہے کہ اسلامی سلطنت کی قدردانی نے اس گھر کو اودھ سے لے جا کر لکھنوتی میں بسایا ہوگا یا آپ کی والدہ ماجدہ کے اعزہ واقارب وہاں پہلے سے شاہی نوازشوں کے سبب مقیم رہے ہوں گے اور آپ نے فرزند کی جدائی کے ایام [یعنی قیام دہلی کے ایام] کو وہاں گذارنا پسند فرمایا ہوگا۔'' (۱)

بہر حال حضرت آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا گھرانا اودھ سے لکھنوتی منتقل ہوگیا، لیکن اکثر افراد خاندان اودھ ہی میں مقیم رہے۔ اگر روایتوں کی کڑیاں ملائی جائیں تو ایک قول کے مطابق یہ کہا جا سکتا ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے دیگر افراد خاندان کے ساتھ اودھ ہی میں قیام فرماتے تھے۔ جب عمر مبارک سن شعور کو پہنچی، ابتدائی [پرائمری] تعلیم کا دور ختم ہوا تو اپنے والد ماجد کے ہمراہ ہجرت کر کے لکھنوتی بنگال تشریف لائے اور پھر یہاں سے مزید تعلیم کے لیے دہلی روانہ ہوئے۔ اودھ سے براہ راست دہلی اس لئے نہیں گئے کہ یہاں لکھنوتی میں آپ کی والدۂ کریمہ پہلے ہی سے قیام فرما تھیں اور ان سے ملاقات واجازت کے بغیر دہلی جانا آپ کے لیے ممکن نہیں تھا، اس لئے پہلے لکھنوتی تشریف لائے اور پھر یہاں سے عازم دہلی ہوئے۔

اور ایک قول کے مطابق آئینہ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ لکھنوتی تشریف نہیں لائے تھے، بلکہ اودھ ہی سے دہلی کے لیے روانہ ہوگئے تھے اور چند سال شیخ سے اکتساب فیض کرنے کے بعد اپنی والدہ سے ملنے لکھنوتی آئے تھے۔ محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی کی تحریر سے یہی پتہ چلتا ہے، اور محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے بھی اسی بات کا اشارہ ملتا ہے۔

۱۔ مرجع سابق، نفس جلد، نفس شمارہ۔

محدث اعظم ہند لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عثمان کو بچپن ہی سے شیخ کی تلاش تھی جب حضرت سلطان المشائخ کے فضائل وکرامات آپ کی سامعہ نواز ہوئیں تو اودھ میں ٹھہرنا آپ کے لیے دشوار ہو گیا اور عنفوان شباب کے دن ہی میں آپ تو دہلی روانہ ہوئے اور آپ کی والدہ ماجدہ لکھنوتی (گور دارالسلطنت، سلاطین غوریہ کا دوسرا نام) تشریف لے گئیں۔''(۱)

سرزمین اودھ سے تعلقات

آئینۂ ہند شیخ اخی سراج الدین عثمان کو اودھ سے گہرا لگاؤ تھا، ہجرتِ لکھنوتی اور قیامِ دہلی کے بعد بھی آپ کا تعلق اودھ سے ختم نہیں ہوا۔ بلکہ قیام دہلی کے دوران لکھنوتی اور اودھ دونوں جگہوں سے آپ کے تعلقات برابر قائم رہے۔ اختتام سال پر ہر سال اپنی والدہ کی زیارت کے لیے لکھنوتی تشریف لاتے اور اسی طرح گاہے بگاہے اپنے خویش واقارب سے ملنے کے لئے اودھ تشریف لے جاتے۔ قیام دہلی کے دوران اودھ سے آپ کے تعلقات اس قدر مضبوط تھے کہ جب سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے نوازا، تو آپ نے اپنا خلافت نامہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ، بجائے لکھنوتی اودھ بھیج دیا۔

سیر الاولیا میں ہے کہ:

''خلافت نامۂ او بنشان مبارک حضرت سلطان المشائخ مشرف گشت، وآں خلافت نامہ پیش از آں کہ خود طرف ہندوستان عزیمت کند بدست شیخ نصیر الدین محمود در اودھ فرستاد و خود ہم بخدمت سلطان المشائخ ماند۔'' ان کے خلافت نامہ پر سلطان المشائخ کی مہر مبارک لگی ہوئی تھی، انھوں نے لکھنوتی کی طرف عزم سفر کرنے سے پہلے، اپنا خلافت نامہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے ذریعہ اودھ بھیج دیا تھا اور خود سلطان المشائخ کی خدمت میں رک گئے تھے۔''(۲)

۱۔ مرجع سابق، نفس جلد، نفس شمارہ۔

۲۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۹، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

مرآۃ الاسرار میں ہے کہ:

''جب ان [آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان] کوخلافت نامہ مل گیا،تو ہندوستان (پورب کی طرف) جانے سے پہلے انھوں نے خلافت نامہ شیخ نصیرالدین محمود کے ذریعے اودھ بھیج دیا اور خود سلطان المشائخ کی خدمت میں رہ گئے اور تعلیم حاصل کرتے رہے۔''(۱)

ان عبارتوں سے بخوبی عیاں ہے کہ شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا اودھ سے تعلق قیام دہلی کے دوران بھی برقرار رہا۔

شیخ المشائخ حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلی علیہ الرحمہ اور آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے مابین تعلقات و مراسم کا اگر باریک بینی سے جائزہ لیجئے تو گمان ہوتا ہے کہ دونوں بزرگوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کے ساتھ ساتھ شاید قرابت بھی تھی، مگر اتنے بڑے دعوی کے لیے جس درجہ کے شواہد چاہیے وہ دستیاب نہیں ہیں، اس لیے حتمی طور پر قرابت و رشتہ داری کی بات نہیں کہی جاسکتی۔

❁❁❁

۱۔ مرآۃ الاسرار مترجم، شیخ عبدالرحمٰن چشتی، ص:۸۸۹، ناشر ضیاالقرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور، سن اشاعت/1993-

باب پنجم
نام ونسب
اور
آباء واجداد

آئینۂ ہندوستان علیہ الرحمہ کے نام کی تحقیق

لطائف اشرفی مرتبہ شیخ نظام یمنی اور محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی کی تحریروں کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ:

آئینہ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام عثمان تھا، اور عرفی نام سراج الدین، دونوں ناموں کو ملا کر سراج الدین عثمان لکھا جاتا ہے۔ اکثر کتب سیرت وسوانح اور مختصر وطویل سوانحی تذکرے وغیرہ میں آپ کا یہی نام ملتا ہے۔

لطائف اشرفی میں ہے کہ:

''اسم شریف وے حضرت شیخ عثمان بود۔'' حضرت شیخ اخی سراج کا اسم شریف عثمان تھا۔''(۱)

بعض دستاویزوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام سراج الدین بن عثمان بھی دیکھنے کو ملا ہے۔ جیسا کہ رسالہ گلزار اشرفی میں آئینہ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے مزار، صدر دروازہ وغیرہ کی نقشہ سازی کرنے کے بعد تعارفی الفاظ بایں طور لکھا ہوا ہے کہ:

''مزار حضرت شیخ اخی سراج الحق والدین خلیفۂ حضرت سلطان المشائخ علیہما الرحمہ ابن شیخ عثمان اودھی۔''(۲)

محمد عبد الرحمن شاکر ابن حاجی محمد روشن خان مالک مطبع نظامی، کان پور، میزان الصرف مطبوعہ ۱۲۹۵ھ کے شروع میں لکھتے ہیں کہ:

۱۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، حضرت نظام یمنی، ص: ۳۵۵، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی پاکستان، سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۲۔ انوار اشرفی وگلزار اشرفی، ص: ۵۴، مطبوعہ مطبع نامی لکھنو، سال اشاعت ۱۳۳۰ھ/ 1912ء۔

''در اسم سامیِ مصنف میزان اختلاف است،صاحب **تعداد العلوم علی حسب المفهوم** سراج الدین ابن عثمان اودھی نوشتہ وگفتہ کہ ہدایۃ النحو وپنج گنج نیز از تصنیف ہمیں مصنف علام است۔ وشراح میزان وجہ الدین بن عثمان بن حسین گویند۔ وآں چہ انتساب بحضرت شیخ سعدی مشتہر است اصلے ندارد۔'' مصنف میزان کے نام میں اختلاف ہے۔ **تعداد العلوم علی حسب المفهوم** کے مصنف نے سراج الدین بن عثمان اودھی لکھا ہے اور کہا ہے کہ ہدایۃ النحو اور پنج گنج بھی ان ہی مصنف علام کی تصنیف ہیں۔ شارحین میزان نے وجہ الدین بن عثمان کو مصنف کہا ہے۔ اور اس کتاب کا انتساب شیخ سعدی کی طرف جو کیا گیا ہے وہ بے اصل مشہور ہے۔''(۱)

اسی طرح میزان الصرف، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لوہاری منڈی لاہور، سن اشاعت 1995ء کے سرورق پر لکھا ہے کہ:

''تصنیف علامہ سراج الدین ابن عثمان علیہما الرحمہ۔''

مختصر تلاش وجستجو کے بعد مذکورہ بالا کتابوں تک ہماری رسائی ہوئی، ممکن ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی کتب ہوں جن میں ''سراج الدین ابن عثمان'' لکھا ہو، ان سب میں لفظ ابن کا اضافہ ہو گیا ہے۔

مولانا ساجد علی مصباحی، استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے میزان الصرف، مطبوعہ مطبع نظامی کان پور، ۱۲۹۵ھ کی مذکورہ بالا عبارت کے تعلق سے لکھا ہے کہ:

''شیخ سراج الدین ابن عثمان اودھی- اندازہ یہ ہے کہ اس میں لفظ ''ابن'' کاتب کی غلطی سے بڑھ گیا ہے، کیوں کہ اس میں ہدایۃ النحو کو بھی ان کی ہی طرف منسوب کیا گیا ہے اور وہ سراج الدین عثمان اودھی معروف بہ اخی سراج رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جیسا کہ ہدایۃ النحو، مطبوعہ مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ٹائٹل پیج پر چھپا ہے۔''(۲)

۱۔ مقدمۂ میزان الصرف، مضمون بعنوان میزان ومنشعب کے مصنف، مولانا ساجد علی مصباحی، ص:۵، مطبوعہ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ-

۲۔ مقدمۂ میزان الصرف، مضمون بعنوان میزان ومنشعب کے مصنف، مولانا ساجد علی مصباحی، ص:۵، مطبوعہ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ-

''سراج الدین بن عثمان'' سے مراد آئینۂ ہندوستان حضرت اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہی ہے، اس پر ایک دلیل تو وہی ہے جسے مولانا ساجد مصباحی صاحب قبلہ نے بیان کیا ہے۔ دوسری دلیل گلزار اشرفی، مطبوعہ ۱۹۱۲ء کی سابقہ عبارت ہے۔ کیوں کہ سلسلۂ اشرفیہ سراجیہ نظامیہ میں شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کوئی بزرگ سراج الدین بن عثمان نام کے نہیں ہیں۔ لہذا حق یہی ہے کہ: ''اس میں لفظ ابن کاتب کی غلطی سے بڑھ گیا ہے۔''

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ کثیر بنیادی کتابوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام سراج الدین عثمان ہی لکھا گیا ہے۔ مثلاً: سیر الاولیاء میں علامہ شیخ محمد بن مبارک کرمانی نے لکھا ہے کہ:

''سراج الدین عثمان/سراج الملۃ والدین عثمان۔''(۱)

اخبار الاخیار میں محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے کہ:

''شیخ سراج الدین عثمان۔''(۲)

گلزار ابرار میں علامہ غوثی شطاری مانڈوی نے لکھا ہے کہ:

''شیخ سراج الدین عثمان نامور باخی سراج۔''(۳)

نزھۃ الخواطر میں حکیم عبدالحئ لکھنوی نے لکھا ہے کہ:

''سراج الدين عثمان الاودی الچشتی۔''(۴)

سلسلہ اشرفیہ کے عظیم بزرگ مرشد اعلی حضرت اشرفی میاں سید شاہ ابو محمد اشرف حسین رحمۃ اللہ علیہ کے حسب ارشاد جو شجرۂ اشرفیہ شائع ہوا تھا اس میں نام اقدس اس طرح لکھا ہے:

۱۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۷۲ و ۲۸۸، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

۲۔ اخبار الاخیار فارسی، شیخ محدث عبدالحق دہلوی، ص ۸۴، و :۱۳۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی سن اشاعت ۱۲۸۰ھ۔

۳۔ اذکار ابرار اردو ترجمہ گلزار ابرار، محمد غوثی شطاری مانڈوی/فضل احمد جیوری، ص: ۱۳۰، سن تصنیف ۱۰۱۴، مطبوعہ دار النفائس کریم پارک، لاہور سن اشاعت ۱۴۲۷۔

۴۔ نزھۃ الخواطر بہجۃ المسامع والنواظر، حکیم عبدالحئ لکھنوی، ج: ۲، ص: ۱۷۳، مطبوعہ دار ابن حزم بیروت لبنان، سن اشاعت ۱۹۹۹ء/۱۴۲۰ھ۔

”شیخ عثمان اخی سراج الحق والدین آئینہ ہند اودھی رحمۃ اللہ علیہ۔“(۱) واضح رہے کہ یہاں لفظ عثمان پہلے ہے۔

مذکورہ مستند کتابیں ”مشتے نمونے از خروارے“ کی حیثیت رکھتی ہیں، ورنہ کثیر کتابوں، تذکروں اور مضامین میں آپ کا نام سراج الدین عثمان لکھا ہے، جن کی روشنی میں قاری کے لیے یہ فیصلہ کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے کہ آئینہ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام ”عثمان“ اور عرفی نام یا لقب ”سراج الدین“ ہے جسے ایک ساتھ ملا کر سراج الدین عثمان یا عثمان سراج الدین لکھا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک کا دوسرے پر تقدم کوئی ایسا امر نہیں ہے جس سے اصل مقصد میں کسی طرح کا کوئی خلل ہو۔

بعض مصادر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام اخی سراج الدین عثمانی بھی دیکھا گیا ہے جیسا کہ سید شاہ ابوالحسن مانک پوری نے اپنی مایہ ناز تصنیف آئینہ اودھ میں لکھا ہے کہ:

”ذکر شیخ سراج الدین عثمانی المشہور باخی سراج۔“(۲)

تلاش بیسیار کے باوجود آئینہ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب اور خاندانی حالات دست یاب نہیں ہو سکے۔ **لعل اللہ یحدث بعد ذالک أمرا۔**

محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے آئینۂ ہندوستان علیہ الرحمہ کے آباء و اجداد کے مزارات کے تعلق سے لکھا ہے کہ ایودھیا میں ہیں اور وہاں اعراس بھی ہوتے ہیں، شاید حضرت کا یہ مشاہدہ تھا یا پھر یہ ان کی خاندانی روایت ہے جو سینہ بسینہ ان تک پہنچی تھی، ہمیں کسی کتاب میں ان مزارات کا ذکر نہیں ملا۔

وہ لکھتے ہیں کہ:

”آپ (آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان) کے اعزہ و اقربا کے مزارات اب تک اجودھیا میں موجود ہیں اور وہاں سالانہ عرس ہوتا ہے۔“(۳)

۱۔ شجرہ اشرفیہ، حسب ارشاد شیخ محمد اشرف حسین کچھوچھوی، مطبوعہ محبوب المطابع دہلی، سال طباعت ۱۳۳۸ھ۔

۲۔ دیکھیے: آئینۂ اودھ، سید شاہ ابوالحسن مانک پوری، ص: ۱۶۹، مطبوعہ مطبع نظامی کان پور، سال اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

۳۔ ماہنامہ اشرفی۔ جلد 2 / شمارہ نمبر 11، ربیع الآخر 1343ھ/ نومبر 1924ء۔

نام کو لقب سمجھ لیا گیا

مذکورہ بالا مستند اور قدیم کتابوں کی عبارتوں سے آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہوگیا کہ آئینۂ ہندوستان حضرت اخی سراج الدین عثمان رضی اللہ عنہ کا اصل نام ''عثمان'' ہے، مگر ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب نے اپنے Ph.D مقالہ Development of Sufism in Bengal میں لکھا ہے کہ:

حضرت اخی سراج الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے استاذ عالم ربانی حضرت علامہ فخر الدین زرادی کی طرف سے ''عثمان'' کا لقب ملا تھا۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ:

''Akhi Siraj in his boyhood came to Shaykh Nizam al Din,who handed over to Fakhr al Din Zarradi to teach. The teacher gave him the title of " Uthman".

اخی سراج الدین بچپن ہی میں شیخ نظام الدین کے پاس آ گئے تھے، انہوں نے تعلیم کے لیے انھیں فخر الدین زرادی کے حوالے کر دیا تھا، استاذ گرامی نے انھیں ''عثمان'' کا لقب دیا تھا۔(۱)

ڈاکٹر صاحب نے اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے علامہ سید محمد بن مبارک کرمانی میر خورد رحمۃ اللہ علیہ کی سیر الاولیا کا حوالہ دیا ہے۔ ہم یہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ سیر الاولیا میں یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ عالم ربانی علامہ فخر الدین زرادی نے انھیں عثمان لقب عطا کیا تھا۔ ہاں سیر الاولیا میں یہ لکھا ہے کہ علامہ زرادی نے حضرت اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھانے کے لیے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام انہوں نے ''عثمانی'' رکھا تھا۔(۲)

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی　　　　تحریر سے دیکھا تو عمامے کے سوا ہیچ

۱۔ Development of Sufism in Bengal، محمد اسماعیل، چیپٹر ۴، ص:۱۰۸، اسلامک اسٹڈیز علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۸۹ء۔

۲۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سیر الاولیا فارسی، مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۹، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

شیخ اخی سراج الدین کے دادا کے تعلق سے عبارت تاریخ فرشتہ کی توجیہ

ملا محمد قاسم ہندوشاہ متخلص بہ فرشتہ ابن مولانا غلام علی ہندوشاہ کی مشہور و معروف تاریخ ،تاریخ فرشتہ میں آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ فخر الاماثل والا فاضل شیخ نور الحق والدین معروف بہ نور قطب عالم ابن گنج نبات قطب بنگال شیخ عمر علاء الحق والدین پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا تھے۔

تاریخ فرشتہ میں ہے کہ:

''نقل ہے کہ اخی سراج پروانہ شیخ نور کے دادا جو بنگالہ میں مدفون ہیں، محض ناخواندہ تھے۔''(۱)

سیر العارفین مصنفہ زبدۃ العارفین شیخ جمالی علیہ الرحمہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ شیخ نور قطب عالم پنڈوی علیہ الرحمہ کے دادا تھے۔''(۲)

آئینۂ ہندوستان شیخ سراج الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ شیخ نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دادا نہیں تھے، شیخ نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دادا شیخ اسعد لاہوری تھے۔ بنگال میں ان کی تشریف آوری لاہور سے ہوئی تھی، اور آئینہ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان، اودھی تھے، بنگال میں ان کی تشریف آوری اودھ سے ہوئی تھی۔ لہذا تاریخ فرشتہ کی ذکر کردہ بات درست نہیں ہے۔ البتہ اس کی توجیہ یوں کی جاسکتی ہے کہ شیخ اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ''دادا پیر'' تھے، کیوں کے ان کے والد گرامی شیخ عمر علاء الحق پنڈوی حضرت شیخ اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔

یہی توجیہ جناب عابد خان مالدوی نے اپنی مشہور کتاب میمورس آف گور اینڈ پنڈوہ

۱۔ محمد قاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ مترجم، ج: چہارم، ص: ۲۷۷، ناشر ایوب پبلی کیشنز دیوبند، سال اشاعت ۲۰۰۹-

۲۔ سیر العارفین، مولانا شیخ جمالی، ص: ۹۰، مطبوعہ مطبع رضوی، دہلی باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ۔

میں پیش کی ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ:

"According to Farishta [Bombay Edition. Vol. 11, p. 737] Akhi Sirajjuddin was the grand- father of Shaikh Nur Qutbul Alam of Pandua -, vide later pp. 106.8 : but this is a mistake. He can only be called the spiritual grand-father of Nur Qutbul Alam, as the later's father, Shaikh Alaul Haqq, was a pupil of Akhi Sirajuddin".

تاریخ فرشتہ کے مطابق (بمبئی ایڈیشن، ج:11، ص:737) اخی سراج الدین شیخ نور قطب العالم کے دادا تھے، مگر یہ ایک غلطی ہے- وہ صرف نور قطب العالم کے روحانی دادا کہلا سکتے ہیں کہ نور قطب العالم کے والد شیخ علاء الحق اخی سراج الدین کے مرید تھے۔(۱)

حاصل کلام:

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام "عثمان" ہے، "اخی سراج"، "سراج الدین" اور "سراج الحق والدین" عرفی نام یا القاب ہیں۔ والد گرامی، والدۂ ماجدہ اور دادا کے نام و کام کے سلسلے میں جتنی روایتیں بنگالی و اردو زبانوں کی کتابوں میں درج ہیں وہ نا قابل اعتبار اور روایتاً و درایتاً غیر ثابت شدہ ہیں۔ آپ کے خاندانی حالات کے سلسلہ میں معتبر کتب تاریخ کے اوراق خاموش ہیں، ماضی قریب کے بعض قلم کاروں نے جن روایتوں کا سہارا لے کر روداد خاندان مرتب کرنے کی کوشش ہے، یہاں ان کا ذکر بے سود ہے، اس لیے ہم نے ان کو شامل کتاب نہیں کیا۔

۱۔ عابد علی خان، Memoirs of Gaur and Pandua، ص:۹۱، ناشر بنگال سیکریٹریت بکڈ پو رائٹرس بلڈنگ کلکتہ سن اشاعت ۱۹۳۱ء۔

باب ششم

مرشد طریقت کا انتخاب

بیعت وارادت میں اولیت

اور

بارگاہ مرشد کے شب وروز

شیخ اخی سراج الدین کے مرشد طریقت کے سلسلے میں تذکرہ نویسوں کا اختلاف

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد طریقت کون تھے؟ کس بزرگ کے دامن کرم سے آپ وابستۂ بیعت وارادت ہوئے تھے؟ اس سلسلے میں دو قول ہیں:

[۱] بعض تذکرہ نگاروں نے حضرت شیخ الشیوخ مخدوم بابا فرید الدین مسعود چشتی گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کا مرشد طریقت اور سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مرشد خلافت قرار دیا ہے۔

[۲] اکثر سوانح نگاروں نے سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ ہی کو مرشد طریقت وخلافت قرار دیا ہے، یہی روایت راجح بھی ہے اور روایت ودرایت کے مطابق بھی۔ ہم قارئین کرام کے روبرو دونوں اقوال کو علما ومشائخ کے بیانات کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔

کیا آئینہ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان بابا فرید الدین گنج شکر کے مرید تھے؟

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے تعلق سے جن حضرات نے یہ قول کیا ہے کہ آپ شیخ الشیوخ بابا فرید الدین مسعود علیہ الرحمہ کے مرید تھے، ان کے قول کی بنیاد کسی مضبوط دلیل پر نہیں ہے، بلکہ تاریخی اعتبار سے یہ قول غیر درست ہے۔ یہ قول کسی معتبر فارسی کتاب میں ہمیں تلاش وجستجو کے بعد بھی نہیں مل پایا، سب سے پہلے جنہوں نے یہ قول کیا ہے وہ غالباً سید شاہ ابوالحسن مانک پوری ہیں پھر ان ہی سے منقول ہو کر دیگر اردو اور بنگالی زبانوں کی کتابوں میں در آیا ہے، اور ناقل حضرات نے جو رنگ وروغن چڑھایا ہے وہ دیکھنے کے لائق ہے، مگر یہاں ان کا ذکر ہدف ومنزل سے دوری کا باعث ہے۔

گئے وہ دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں   یہاں اب میرے رازداں اور بھی ہیں

سید شاہ ابوالحسن مانک پوری لکھتے ہیں کہ:

''شیخ سراج الدین عثمانی المشہور باخی سراج مشاہیر وخلفائے حضرت نظام الدین سلطان الاولیا، مرید شیخ فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہما کے ہیں۔ نقل ہے کہ علمِ ظاہر اُن کو پہلے نہ تھا، اس باعث سے شیخ فرید شکر گنج نے عطائے خرقۂ خلافت موقوف، حصولِ علمِ ظاہر پر فرمایا، تب مخدوم اخی سراج نے عرصہ چھ مہینے میں تحصیل علم وتمام قوانین صرف ونحو وقدوری ومجمع البحرین مولانا رکن الدین سے تحصیل وتحقیق کر کے مرتبۂ تکمیل کو پہنچے، ہنوز علم ظاہر سے فراغت نہ ہو پائی تھی کہ شیخ فرید شکر گنج نے انتقال فرمایا اور وقت انتقال سلطان المشائخ سے ارشاد، عطائے خرقۂ خلافت کا فرما گئے تھے۔''(۱)

سید شاہ ابوالحسن مانک پوری کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں حصول علم میں مصروف تھے ان ہی ایام میں شیخ الشیوخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تھا۔ جبکہ تاریخی اعتبار سے یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی، کیوں کہ شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۵ محرم ۶۶۴ھ کو ہوا اور شیخ اخی سراج الدین اودھی اخبار الاخیار کی روایت کے مطابق ۶۵۶ھ میں پیدا ہوئے۔ یعنی شیخ الشیوخ بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت حضرت اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ صرف آٹھ سال کے تھے، شاید آپ اس وقت دہلی روانہ بھی نہیں ہوئے تھے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ تاریخ نگاروں نے باتفاق یہ لکھا ہے کہ:

آپ نے کبرسنی میں تحصیل علم کیا ہے جو شیخ الشیوخ کے وصال سے کم از کم ۴۰ سال کے فاصلے کا زمانہ ہے۔ ان میں سیر الاولیا کے مصنف اور آپ کے ہم سبق ساتھی حضرت علامہ شیخ محمد بن مبارک کرمانی علوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، جن کے بیان کو دوسروں کے بیان پر فوقیت حاصل ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ شیخ الشیوخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے اخی

۱۔ آئینۂ اودھ، سید شاہ ابوالحسن مانک پوری، ص:۱۶۹، مطبوعہ مطبع نظامی کان پور، سال اشاعت ۱۳۰۳ھ۔

سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہونے والی بات روایتاً کمزور اور عقلا و درایتاً نا قابل قبول ہے۔ لہذا تاریخی شواہد و قرائن کی روشنی میں ہمیں یہ کہنے میں کوئی جھجھک نہیں ہے کہ یہ قول درست نہیں ہے۔ و اللہ تعالی أعلم بحقیقۃ الحال و إلیہ یرجع المآب و المآل۔

آئینہ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان، شیخ نظام الدین اولیا کے مرید تھے

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ، سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین بدایونی ثم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اکثر سوانح نگاروں نے یہی لکھا ہے۔ یہی قول صحیح بھی ہے۔ ہم یہاں چند اہم کتابوں کا حوالہ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں جس سے مسئلہ کی وضاحت بھی ہوگی اور اس کی صحت و حقانیت بھی اجاگر ہو کر سامنے آجائے گی۔

سید محمد بن مبارک علوی کرمانی معروف بہ میر خورد جو آئینۂ ہند شیخ اخی سرج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق ساتھی ہیں، وہ اپنا آنکھوں دیکھا حال لکھتے ہیں کہ:

”واز یاراں کہ در اودھ و دیار ہندوستان داخل بندگانِ سلطان المشائخ شدند او در ارادت ہمہ سابق بود۔“ اودھ اور ہندوستان (جانبِ مشرق) سے آکر جن دوستوں نے سلطان المشائخ کی غلامی اختیار کی اخی سراج بیعت و ارادت میں ان سب میں اول تھے۔“(۱)

مذکورہ عبارت میں سید محمد بن مبارک کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے آئینۂ ہند شیخ اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کو نہ صرف سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین بدایونی ثم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید قرار دیا، بلکہ آپ نے اودھ و ہندوستان سے آنے والے علما و مشائخ اور عوام و خدام میں **”سب سے پہلا مرید“** قرار دیا۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”وے از عنفوان شباب کہ ہنوز موئے ریش آغاز نشدہ بود، در حلقۂ شیخ در آمدہ

۱۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۸، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

بود۔'' وہ عنفوان شباب میں جب کہ داڑھی کے بال بھی نہیں آئے تھے، وہ شیخ نظام الدین اولیا کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے تھے۔''(۱)

مذکورہ عبارت میں محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الشیوخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے آئینۂ ہندوستان اخی سراج عثمان کی ملاقات واکتساب کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے؛ بلکہ براہ راست سلطان المشائخ کی خانقاہ میں وارد ہونے اور ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کا ذکر کیا ہے۔

شیخ عبدالحئ لکھنوی نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف نزہۃ الخواطر میں اسی بات کا ذکر کیا ہے۔

نزہۃ الخواطر میں ہے کہ: ''**دخل دهلی فی شبابه و أدرک الشیخ نظام الدین محمدا البدایونی**'' جوانی ہی میں دہلی وارد ہوئے اور وہاں شیخ نظام الدین محمد بدایونی کو پا گئے۔''(۲)

بحر زخار میں ہے کہ:

''حضرت شیخ سراج الدین عثمان، مرید وخلیفہ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین احمد بدایونی است'' حضرت شیخ سراج الدین عثمان، حضرت محبوب الٰہی نظام الدین احمد بدایونی کے مرید وخلیفہ تھے۔''(۳)

لطائف اشرفی میں ہے کہ:

''اخی سراج الدین کہ سرحلقۂ خلفاء اودھ بودہ اند واول کسے کہ از دیار اودھ و ہندوستان بشرف ارادت وخلافت مشرف شدہ وی بود'' ۔''حضرت شیخ اخی سراج الدین جو حضرت نظام الدین اولیا کے خلفائے اودھ میں سر آمد و سرحلقہ تھے، سرزمین اودھ و ہندوستان

۱۔ اخبار الاخیار فارسی، شیخ محدث عبدالحق دہلوی، ص ۸۴، ۵۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، سن اشاعت ۱۲۸۰ھ۔

۲۔ نزہۃ الخواطر بہجۃ المسامع والنواظر، حکیم عبدالحئ لکھنوی، ج: ۲، ص: ۱۷۳، مطبوعہ دار ابن حزم بیروت لبنان، سن اشاعت ۱۹۹۹ء/۱۴۲۰ھ۔

۳۔ بحر زخار، شیخ وجیہ الدین اشرف، ص: ۵۰۰، مرکز تحقیقات فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، سال اشاعت ۲۰۱۱ء۔

کے پہلے شخص ہیں جو حضرت کی ارادت وخلافت سے مشرف ہوئے۔''(۱)

حضرت محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عثمان آبادی اور بیابان کو طے فرماتے ہوئے ایک زمانہ کے بعد دہلی پہونچے اور سر عقیدت کو حضرت سلطان المشائخ کے مبارک قدموں پہ رکھ دیا حضرت سلطان المشائخ نے آپ کی آمد پر مرحبا فرمایا اور حسب معمول خواجگان چشت اہل بہشت رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کو داخل سلسلہ فرمایا۔''(۲)

مذکورہ چند کتابوں کے حوالے بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں، ورنہ اکثر تذکرہ نویسوں نے شیخ نظام الدین محمد سلطان الاولیا بدایونی ثم دہلوی ہی سے بیعت ہونا لکھا ہے۔

چہرہ کھلی کتاب ہے عنوان جو بھی دو   جس رخ سے بھی پڑھو گے مجھے جان جاؤ گے

حاصل گفتگو: یہ ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی کے مرید تھے، اودھ اور صوبہ ہائے مشرق کے مریدوں میں آپ کو سب سے پہلے مرید ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا، جب آپ سلطان المشائخ کے مرید ہوئے تھے اس وقت آپ کی عمر لگ بھگ چودہ سال کے آس پاس رہی ہوگی۔ شیخ الشیوخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وارادت کا قول نا قابل یقین ہے۔ عینی شاہد شیخ محمد بن مبارک کرمانی مصنف سیر الاولیا اور محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عبقری حضرات کے اقوال کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ: سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہونے اور خلافت پانے والا قول ہی درست ہے۔

❁❁❁

۱۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، حضرت نظام یمنی، ص: ۳۵۴، ۳۵۵، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی پاکستان، سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء۔ اردو ترجمہ حضرت علامہ شمس بریلوی، ج:۱، ص: ۵۴۸، ناشر شیخ محمد ہاشم اشرفی پاکستان، سن اشاعت ندارد۔

۲۔ ماہنامہ اشرفی۔ جلد 2/ شمارہ نمبر 11؛ ربیع الآخر 1343ھ/ نومبر 1924ء۔

دربار مرشد میں شیخ اخی سراج الدین کے شب وروز

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کو دربار مرشد میں خادم خاص کا درجہ حاصل تھا، خدمت سلطان المشائخ میں ہمیشہ حاضر باش خدام میں آپ کا شمار ہوتا تھا، ان خواص کی صحبت میں آپ کی پرورش ہوتی تھی جو سلطان المشائخ کی ملازمت اختیار کر چکے تھے۔

شیخ محمد بن مبارک علوی کرمانی نے لکھا ہے کہ:

''درصحبت یاران کہ ملازم سلطان المشائخ بودند پرورش یافتہ'' اخی سراج الدین نے ایسے دوستوں کی صحبت میں پرورش پائی جو سلطان المشائخ کی خدمت میں ہمیشہ رہا کرتے تھے۔''(۱)

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان المشائخ کے دربار میں جا کر غم دنیا بھلا دیا تھا، نہ کبھی اعزہ واقارب کا خیال آپ کو ستاتا اور نہ ہی وطن مالوف کی محبت پریشان کرتی، خیال امروز وفکر فردا سے بے نیاز ہوکر آپ شیخ کی خدمت میں لگے رہتے تھے، اگر کسی بات کا خیال آتا تھا تو صرف اتنا کہ کہیں خدمت شیخ میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔ ہاں نہاں خانۂ دل میں ایک کسک اور تھی، جب وفور شوق میں وہ جذبات سے لبریز ہوتی تو شیخ سے اجازت لے کر اس کی تکمیل کے لیے لکھنوتی چلے جاتے، پھر بارگاہ شیخ میں حاضر ہوکر ہمہ تن مصروف خدمت ہوجاتے، وہ کسک تھی والدۂ کریمہ کی زیارت اور ان کے دیدار کی کسک، اس کے علاوہ متاع دنیا سے وہ بے نیاز تھے۔ آپ کی اس حالت کو ماتھے کی آنکھوں سے دیکھنے والوں نے آپ کو داد تحسین سے نوازا ہے۔ شیخ محمد بن مبارک کرمانی علوی نے اپنا مشاہدہ ان مختصر اور جامع لفظوں میں بیان کیا ہے:

''بیش تر حال بخدمت سلطان المشائخ مجرد الحال وفارغ البال بودے۔'' شیخ اخی سراج الدین زیادہ تر اوقات سلطان المشائخ کی خدمت میں مطمئن اور فکر دنیا سے آزاد رہا

۱۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۸، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

کرتے تھے۔''(۱)

جب ہے یہ خانۂ دل آپ کی خلوت کے لیے ‏ ‏ پھر کوئی آئے یہاں، کیسے گوارا کرتے

دربار مرشد میں اثاثۂ حیات اور قیام گاہ

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ، قیام دہلی کے دوران اپنے شیخ سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں ایسے رہا کرتے تھے جیسے ان کی زندگی کی ضروریات ہی نہیں تھیں، مخمل وململ کے بستروں کا ذکر ہی کیا اوڑھنے پہننے کے کپڑوں کا بھی ٹھکانہ نہیں تھا، اگر کچھ پاس تھا تو قلم ودوات اور چند کتابیں۔

سیر الاولیا میں ہے کہ: ''کاغذ وکتاب خود کہ جزے آں دیگر رختے نداشت ہم درکتاب خانہ وجماعت خانہ می داشت'' **کتاب وکاپی کے علاوہ کوئی اسباب ان کے پاس نہیں تھا**، یہ سب بھی وہ کتاب خانہ اور جماعت خانہ میں رکھتے تھے۔''(۲)

لطائف اشرفی میں ہے کہ:

''اغلب احوال بخدمت بسر بردے، ورخت واسباب از کتاب وجزان زیادہ نہ داشتند'' زیادہ تر وقت سلطان المشائخ کی خدمت میں بسر کرتے تھے، کتابوں کے علاوہ کچھ ساز وسامان آپ کے پاس نہیں تھا۔''(۳)

یہ تھے ایک طالب صادق اور متعلّم حقیقی کے سامان واسباب جو آج کے طالبانِ علومِ نبویہ کے لیے عبرت کے سامان ہیں۔

سیر الاولیا کی مذکورہ عبارت پر ان تذکرہ نویسوں کو غور کرنا چاہیے جن کا خیال ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ ''محض ناخواندہ'' تھے اس لیے سلطان

۱۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۸، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

۲۔ مرجع سابق، نفس صفحہ۔

۳۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، حضرت نظام یمنی، ص: ۳۵۵، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی پاکستان، سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء ملخّصاً۔

المشایخ نے ان کو خلافت سے محروم رکھا تھا۔

دربار مرشد میں رہن سہن کی کیفیت

اثاثۂ حیات کے بعد آیئے دیکھتے ہیں کہ دربار مرشد میں آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے رہن سہن کے لیے کیسا انتظام تھا؟ انھوں نے اپنے مرشد گرامی کے در اقدس میں اپنا گزر بسر کس طرح کیا؟

صاحب سیر الاولیا نے اپنی آنکھوں دیکھی بات لکھی ہے کہ:

''عمر عزیز خود ہم در کنج جماعت خانۂ سلطان المشایخ گذرانیدے۔'' وہ سلطان المشایخ کے جماعت خانہ کے ایک گوشہ میں اپنی عمر عزیز بسر کرتے تھے۔''(۱)

سلطان المشایخ کے محبوب نظر، خادم خاص اور ''اخی'' و ''آئینۂ ہندوستان'' لقب پانے والے اس عظیم ہستی کی رہائش گاہ دیکھئے! نہ کوئی مستقل گھر اور نہ ہی مستقل کمرہ، فارغ البالی کی اس سے بہتر مثال شاید نہیں مل سکتی۔

لطائف اشرفی میں ہے کہ:

''وعمر شریف خود را در کنج خانقاہ گذرانیدے، در یک کنج خانہ خودمی بودند و بگوشۂ دیگر جائے نشست داشتند۔'' اپنی عمر شریف خانقاہ کے ایک گوشہ میں گزارتے تھے، اسی خانقاہ میں ایک گوشہ اپنے لیے مخصوص کرلیا تھا اور ایک گوشہ میں (ملاقاتیوں سے ملنے کے لیے) بیٹھا کرتے تھے۔''(۲)

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی آج کل کے طالبانِ علوم نبویہ کے لیے درس عبرت ہے، جو معیار تعلیم کی بجائے عالی شان عمارتوں اور خورد ونوش کے بہتر انتظامات کی بنیاد پر تعلیمی اداروں میں داخلہ لیتے ہیں اور وقتی آسائش وآرام کو ترجیح دے کر ہمیشہ کی ناکامی اپنا مقدر بنا لیتے ہیں۔

۱۔ نفس مرجع، نفس صفحہ۔

۲۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، حضرت نظام یمنی، ص: ۳۵۵، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی پاکستان، سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء ملخصاً۔

باب ہفتم
تحصیل علم
اور
تبحر علمی

شیخ اخی سراج الدین مطلقاً ناخواندہ نہیں تھے

ہم نے گذشتہ صفحات میں ثابت کیا ہے کہ شیخ اخی سراج الدین ابتدائی تعلیم [پرائمری تعلیم] حاصل کرنے کے بعد دہلی روانہ ہوئے تھے۔ دہلی جانے کا مقصد مزید تعلیم کا حصول تھا، اس لیے یہ کہنا اپنی جگہ حق بجانب ہے کہ دہلی میں آپ مطلقاً خدمت گزاری میں اپنا وقت صرف نہیں کرتے تھے، بلکہ لکھنے پڑھنے کا سلسلہ وہاں بھی جاری تھا، یہی وجہ ہے کہ کتاب و کاپی، قلم و دوات آپ کی زندگی کے کل سرمایہ تھے، البتہ آپ کے پاس اس وقت اتنا علم نہیں تھا کہ آپ سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین دہلوی علیہ الرحمہ جیسی عبقری و تاج دار ولایت شخصیت کی خلافت کے مستحق ہوتے۔

سیر الاولیا میں ہے کہ:

''در باب خدمت مولانا سراج الدین فرمان شد کہ اول درجہ دریں کار علم است، یعنی از علم او چنداں حصہ ندارد۔'' سلطان المشائخ نے مولانا سراج الدین کے حق میں فرمایا کہ: 'خلافت کے لیے پہلا درجہ علم کا ہے' یعنی وہ علم کا چنداں حصہ نہیں رکھتے ہیں۔'' (۱)

'چنداں حصہ' کے الفاظ بتاتے ہیں کہ آپ کے پاس علم تو تھا مگر اتنا علم نہیں تھا جتنا سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کا مستحق بننے کے لیے ضروری تھا، یعنی آپ اس وقت بڑے عالم دین نہیں تھے۔

لطائف اشرفی میں ہے کہ:

''بنسبت وے فرمودند کہ اول درجہ دریں کار علم است، چہ ایشاں از حلیۂ علوم رسمی و زیور معلوم کسبی معرّا بودند''۔ سلطان المشائخ علیہ الرحمہ نے شیخ اخی سراج کے تعلق سے

۱۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۸، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

فرمایا کہ: اس کام میں پہلا درجہ علم کا ہے، کیوں کہ اخی سراج علیہ الرحمہ علوم رسمی و کسبی کے زیور سے خالی تھے۔"(۱)

لطائف اشرفی کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کو فیضان شیخ کی بدولت علوم روحانیہ کی دولت حاصل تھی، مگر شیخ کی مراد و منشا یہ تھی کہ ان کے خلفا علوم ظاہرہ و باطنہ دونوں سے آراستہ ہوں اس لیے آپ نے خلافت روک لی اور اکتساب علم رسمی و ظاہری کا حکم ارشاد فرمایا۔ بعض علمائے کرام نے اس کا اظہار بھی کیا ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کو علم لدنی حاصل تھا۔

خلافت کے لیے عالم ہونا ضروری ہے

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد گرامی سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو وہ ان کی عین جوانی کا عالم تھا، چہرے پر داڑھی کے بال بھی نہیں اُگے تھے، عموماً یہ عمر علم حاصل کرنے کی ہوتی ہے، کسی ماہر علم و فن استاذ کے سامنے زانو ادب تہ کرنے کی ہوتی ہے، مگر آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا نہیں کیا، وہ تحصیل علم کی طرف ہمہ جہت راغب نہیں ہوئے، کسی ماہر علم و فن استاذ کی جستجو نہیں کی، کسی محدث و مفسر اور فقیہ و اصولی کی شاگردی اختیار نہیں کی، کیوں کہ انھیں یقین تھا کہ روحانی سلطنت کے جس بادشاہ کے دربار میں حاضری نصیب ہوئی ہے اس دربار میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے، ان کی نگاہ عنایت ہوئی تو علم روحانی کے ساتھ علم جسمانی بھی حاصل ہو جائے گا، علم باطن کے ساتھ علم ظاہر کی دولت بھی مل جائے گی۔ بالآخر زندگی میں وہ موڑ آ ہی گیا جب آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ پر فیضان شیخ جاری ہوا اور ان کے لیے علم ظاہر حاصل کرنا ضروری اور آسان ہو گیا۔

ہوا یوں کہ: سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ

۱۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، حضرت نظام یمنی، ص: ۳۵۵، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی پاکستان، سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء۔

تربیت یافتہ خوشہ چینوں کی فہرست تیار کرنے کا حکم صادر کیا تاکہ انھیں خلافت سے نوازکر ان سے دین ومذہب کا کام لیا جائے ،جن علاقوں میں تبلیغ وارشاد کی زیادہ ضرورت ہے انھیں ان علاقوں میں تعیناتی دی جائے۔ چنانچہ اکابر حاضر باشوں کی فہرست تیار ہوگئی، ان میں آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان کا نام نامی اسم گرامی بھی شامل کیا گیا،فہرست سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کی گئی، سلطان المشائخ نے ناموں کو ملاحظہ فرمایااور آئینۂ ہندوستان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک جملہ ایساارشادفرمایاجس نے آپ کی ذات کو ہلاکررکھ دیا،اسی ایک جملہ نے وہ جوش وولولہ پیدا کیا کہ آپ کبرسنی کے عالم میں اکتساب علم کی طرف مائل ہوگئےاور نہایت قلیل مدت میں مروجہ علوم وفنون میں مہارت حاصل کرلی۔ہم سلطان المشائخ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے اس جملہ کواپنے الفاظ میں پیش نہ کرکے علامہ شیخ محمد بن مبارک کرمانی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں، کیوں کہ انہوں نے اس جملہ کواپنے کانوں سے سماعت کیا ہے:

''بعضے یاران اعلیٰ را بحکم فرمان سلطان المشائخ بجہت خلافت اختیار کردند، خدمت ایں بزرگ رانیز اختیار کردند، چوں تذکرۂ اسامی این بزرگاں پیش خدمت گذشت، درباب خدمت مولانا سراج الدین فرمان شد کہ: ''**اول درجہ دریں کار علم است۔**'' سلطان المشائخ کے فرمان کے مطابق بعض یارانِ اعلی کوخلافت کے لیے منتخب کیا گیا،تولوگوں نے اس بزرگ [شیخ اخی سراج الدین] کوبھی منتخب کیا، جب ان تمام یاروں کے نام سلطان المشائخ کے سامنے پیش کئے گئےتومولانا سراج الدین کے بارے میں ارشاد ہوا: ''اس کام کے لیے پہلا درجہ علم کا ہے'' اور وہ علم کا چنداں حصہ نہیں رکھتے ہیں۔''(۱)

خلافت چاہے روحانیت کی ہو یا مادیت کی بغیر علم بے کار ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کواللہ تعالیٰ نے علمی فوقیت کی بنا پرہی روئے زمین کا خلیفہ بنایا تھا،فرشتوں کے پاس عبادت وبندگی اورفرماں برداری واطاعت گزاری بدرجۂ اتم موجودتھی،مگرروئے زمین پر خلافت ونیابت کے لیے جتنا علم چاہیے تھاوہ ان کے پاس نہیں تھا،اس لیے اللہ عزوجل نے

۱۔سیر الاولیا فارسی،مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی،ص:۲۸۸،مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی،سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

فرشتوں کو خلیفہ نہ بنا کر حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفۂ ارض نامزد فرمایا۔ قرآن کریم میں ہے:

"وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ۔ قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ"

اور یاد کرو! جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، بولے: کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خونریزیاں کرے گا، اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے، اور تیری پاکی بولتے ہیں۔ فرمایا: مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے، اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیاء) کے نام سکھائے۔ پھر سب (اشیاء) کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا: سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ، بولے: پاکی ہے تجھے، ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا، بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔ فرمایا: اے آدم! بتادے انہیں سب (اشیاء کے) نام، جب اس نے (یعنی آدم نے) انہیں سب کے نام بتادیئے، فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں، اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔"(۱)

حضرت شیخ آئینہ ہندوستان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی اطاعت گزاری، فرماں برداری، تقویٰ و طہارت، اخلاق و کردار کی پاکیزگی الغرض علم ظاہر کے سوا ساری خوبیاں موجود تھیں، لیکن یہ خوبیاں خلافت و نیابت کے لیے ناکافی تھیں، اس لیے سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی اطاعت کرتے ہوئے آئینہ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں صاف ارشاد فرمادیا کہ: اس کام کے لیے پہلا درجہ علم کا ہے۔

۱۔ ترجمۂ کنز الایمان، سورۂ بقرہ، آیات: ۳۰ تا ۳۳۔

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عمل آج کل کے پیران عظام کے لیے مشعل راہ ہے جو مجلسوں اور جلسہ وجلوس کی محفلوں میں خلافت بانٹتے رہتے ہیں، بلکہ بعض پیران زمانہ کے ایسے خلفا سے بھی ملاقات کا موقع ملا ہے جن کے پاس نہ علم کی دولت تھی اور نہ ہی تقوی وطہارت کی، ہاں ان کے پاس دولت تھی مگر روحانیت کی نہیں مادیت کی دولت تھی، شاید اس لیے وہ خلیفہ، پیر مغاں بن گئے تھے۔

شیخ اخی سراج پر عالم ربانی فخر الدین زرادی کی نظر عنایت

سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی جب حاضرین مجلس نے آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان کو عدم علم کی بنا پر خلافت سے شرف یاب نہ کرنے کی بات سنی تو سب دم بخود رہ گئے۔ وہ عین جواں عمری میں دربار شیخ میں حاضر ہوئے تھے، ایک لمبی مسافت طے کر کے در شیخ کی جبیں سائی کی تھی، اکثر اوقات خدمت شیخ میں لگے رہتے تھے، خوش طبع، خوش مزاج اور اعلی اخلاق سے مزین تھے، عبادت وبندگی، تقوی وطہارت کا نمونہ تھے، قوتِ تحمل وبرداشت ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ گویا سارے اعلی انسانی جواہر ان کے اندر موجود تھے۔ اگر کچھ پاس نہیں تھا تو صرف علم ظاہر، ورنہ علم لدنی کی دولتِ گراں مایہ بھی ان کے پاس موجود تھی، جیسا کہ محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریروں میں واضح الفاظ میں اس کی نشاندہی فرمائی ہے۔

محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی لکھتے ہیں کہ:

''کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کو علم لدنی (۱) کامل ومکمل حاصل تھا مگر کسی استاد کے سامنے بیٹھ کر علم کسبی حاصل کرنے کی نوبت نہ آئی تھی۔'' (۲)

آئینۂ ہندوستان شیخ سراج الدین عثمان جیسی عظیم ہستی خلافت ونیابت سے محروم رہ

۱۔ علم لدنی اس علم کو کہتے ہیں جو بغیر کسب، محض وحی یا الہام سے حاصل ہو۔ علم لدنی کی دو قسم ہیں رحمٰنی اور شیطانی، ان کے پہچاننے کا معیار وحی الہی ہے کہ جو اس کے مطابق ہے، رحمٰنی ہے اور جو اس کے خلاف ہے، شیطانی ہے۔ علم لدنی رحمٰنی عبادتِ خدا و رطاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثمرہ ہے جس سے قرآن وحدیث کی ایک خاص سمجھ حاصل ہو جاتی ہے۔ [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: المواہب اللدنیۃ المقصد السابع، الفصل الاول علامات محبۃ الرسول، المکتب الاسلامی، بیروت، ۳/ ۹۷، ۲۹۶۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، الفصل الاول علامات محبۃ الرسول، دار الفکر بیروت، ۶/ ۱۱، ۳۱۰۔

۲۔ ماہنامہ اشرفی۔ جلد 2/ شمارہ نمبر 11، ربیع الآخر 1343ھ/ نومبر 1924ء۔

جائے، یاران طریقت کو گوارانہ تھا، چنانچہ حضرت علامہ شیخ فخر الدین زرادی جو سلطان المشایخ کے نہایت قریبی اور وقت کے ممتاز عالم دین تھے، انہوں نے سلطان المشایخ رحمۃ اللہ علیہ کے حضور شیخ سراج الدین کی ذات کے تعلق سے عرض کیا کہ: میں اسے چھ مہینے میں عالم متبحر بنادوں گا۔

شیخ محمد بن مبارک کرمانی لکھتے ہیں کہ:

''جوں ہی یہ بات مولانا فخر الدین کے کان میں پہنچی، آپ کی زبان مبارک سے نکل گیا میں اسے چھ مہینے میں عالم متبحر اور دانش مند کامل بنادوں گا۔''(۱)

علامہ شیخ فخر الدین زرادی نے یہ چیلنج اس لئے کیا تھا کہ انھیں معلوم تھا کہ لوہا گرم ہے، صرف ہتھوڑا مارنے کی ضرورت ہے۔

محدث اعظم ہند لکھتے ہیں کہ:

''مولانا کو معلوم تھا کہ حضرت عثمان کو حرف شناسی اور مصطلحات فن کے حفظ کی ضرورت ہے ورنہ سینہ پاک علوم کا خزینہ بنا ہوا ہے۔''

چنانچہ عالم ربانی علامہ شیخ فخر الدین زرادی نے جیسا کہا تھا ویسا ہی ہوا، چھ مہینے کے اندر شیخ سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ متبحر عالم دین بن گئے۔

شیخ اخی سراج الدین پر سلطان المشایخ کی نگاہ عنایت

سلطان المشایخ سید محمد نظام الدین دہلوی علیہ الرحمہ، آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ سے حد درجہ محبت فرماتے تھے۔ بعض مصادر میں لکھا ہے کہ جملہ مریدین وحاضرینِ بارگاہ میں اخی سراج کی ذات سلطان المشایخ علیہ الرحمہ کا مرکز توجہ رہا کرتے تھی۔ یہ کوئی بعید بات بھی نہیں، کیوں کہ آپ نے نوجوانی اور جوانی کی پوری عمر اسی دربار میں رہ کر گزاردی تھی۔ اخلاق وکردار اس قدر بلند تھے کہ آپ کو سلطان المشایخ محبت

۱۔ سیر الاولیا مترجم، شیخ محمد بن مبارک کرمانی، ترجمہ غلام احمد بریاں، مشتاق بک کارنر، اردو بازار لاہور، سال اشاعت ندارد۔

میں ’’اخی‘‘ کہا کرتے تھے۔

لطائف اشرفی میں ہے کہ:

’’حضرت سلطان المشائخ بوے التفات زیادہ از اصحاب و احباب عُلیہ داشتند، بلفظ اخی خطاب می کردند،نسبت وے انفاس متبرک بیسیار رانده اند‘‘ حضرت نظام الدین اولیا تمام احباب واصحاب سے زیادہ آپ (اخی سراج الدین عثمان) پر توجہ فرماتے تھے، اس لیے آپ کو لفظ اخی (میرے بھائی) سے مخاطب فرماتے تھے،آپ کے بارے میں حضرت نے ارشاد گرامی بکثرت استعمال فرمائے ہیں۔‘‘(۱)

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب محسوس کیا کہ علم دین کا وافر حصہ نہ ہونے کی وجہ سے شیخ اخی سراج الدین خلافت سے محروم ہورہے ہیں تو خود ہی حضرت مولانا شیخ فخر الدین زرادی سے علم دین سے آراستہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

خزینۃ الاصفیا میں ہے کہ:

حضرت شیخ نے حضرت فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ:

یہ نوجوان اچھی طبیعت اور عمدہ سیرت کا مالک ہے، کیا کیا جائے، علم سے بے بہرہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بے علم زاہد شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے، فخر الدین نے حضرت خواجہ نظام الدین کے اس التفات مشفقانہ کو دیکھا تو عرض کی؛ اگر حضور اجازت دیں تو میں اس نوجوان کو اپنی نگرانی میں لے کر ضروری علوم کی تعلیم دے دوں، میرا خیال ہے کہ آپ کے لطف وکرم سے اسے علمی استعداد حاصل ہوجائے گی، آپ نے فرمایا: یہ تو بہت اچھا ہے۔

ع در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

چنانچہ مولانا فخر الدین زرادی، اخی سراج الدین کو اپنے گھر لے گئے اور چھ ماہ کے اندر اندر انہیں بہت سے علوم سے واقف کر دیا۔ بعض اوقات آپ کے ہم عصر علما بعض نکات

۱۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، حضرت نظام یمنی، ص: ۳۵۵، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی پاکستان، سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء۔ اردو ترجمہ حضرت علامہ شمس بریلوی، ج:۱،ص:۵۴۸، ناشر شیخ محمد ہاشم اشرفی پاکستان، سن اشاعت ندارد۔

پر گفتگو کرتے تو اخی سراج الدین انہیں حیران کر دیتے تھے۔''(۱)

مصنف سیر العارفین کی نوک قلم سے وجود پانے والی عبارت کے حرف حرف سے عیاں ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ سے سلطان المشائخ محبوب علیہ الرحمہ کو غایت درجہ کا پیار تھا، آپ نے آئینۂ ہندوستان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر عالم ربانی علامہ فخر الدین زرادی کے ہاتھ میں دیا تھا اور انہیں علم سے مزین کرنے کی تاکید فرمائی تھے۔

سیر العارفین میں ہے:

''حضرت شیخ فرمود: مولانا فخر الدین! این جوان بسے قابل است، حیف اگر مقدار علم ظاہری بودے بدرویشی استحکام نمودے۔ مولانا فخر الدین چوں ایں سخن از زبان دربار حضرت شیخ بزرگوار شنید، سر برزمین نہادہ عرض نمود، اگر اشارت باشد ایں جوان را چندگاہ درصحبت خود بدارم ومسائل لابدی اورا یاددہم، حضرت شیخ فرمود بسیار مستحسن است کہ بصحبت شما باشد، دستش بگرفت و بمولانا زرادی سپرد۔'' حضرت شیخ محبوب الٰہی نے فرمایا، مولانا فخر الدین! یہ جوان (آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان) بہت قابل ہے۔ کاش اگر علم ظاہر مقدار بھر ہوتا تو درویشی میں مستحکم ہوتا، مولانا فخر الدین نے جب شیخ کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو سر نیاز زمین پر رکھ کر عرض گزار ہوئے، اگر حضور اشارہ فرمادیں تو ان کو چند ماہ اپنے ساتھ رکھ کر ضروری مسائل یاد کرادوں؟ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا یہ نہایت مستحسن ہے کہ آپ کی صحبت میں رہیں، پھر **حضرت محبوب الٰہی نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مولانا فخر الدین زرادی کے سپرد کر دیا۔**''(۲)

اندازہ لگائیے! سلطان المشائخ محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کو حضرت اخی سراج علیہ الرحمہ سے کتنا پیار تھا اور آپ کی بہتر مستقبل کی ان کو کتنی فکر تھی، آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر استاد کے سپرد فرمایا۔ **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔**

۱۔ خزینۃ الاصفیا، مفتی غلام سرور لاہوری، ج:۲، ص:۲۲۶، ۲۲۷، مکتبہ نبویہ لاہور۔

۲۔ سیر العارفین، مولانا شیخ جمالی، ص:۹۰، مطبوعہ مطبع رضوی، دہلی باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ۔

نظامی بنسری میں ہے کہ:

’’جب خلافتوں کی تقسیم کا وقت آیا تو حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا: ’’سراج الدین مجھے سب سے زیادہ مقدم معلوم ہوتے ہیں اور میں ان کو آئینۂ ہندوستان سمجھتا ہوں‘‘، لیکن انہوں نے علوم دین حاصل نہیں کیے اور خلافت کے لیے عالم دین ہونا ضروری ہے۔‘‘(۱)

تاریخ فرشتہ میں ہے کہ:

’’شیخ نے مولانا فخر الدین زرادی سے کہا: یہ جوان بہت قابل ہے، کاش تھوڑا علم ظاہر کا رکھتا تو خوب ہوتا۔‘‘(۲)

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ:

’’بنگال کے نہایت عالی استعداد نوجوان جو بعد میں اخی سراج الدین کے نام سے مشہور ہوئے اور جو پنڈوہ کے مشہور عالم چشتی خانقاہ کے بانی اور سرحلقہ ہیں، لکھنوتی سے بہ نیت ارادت دہلی آئے، حضرت خواجہ کے مرید ہوئے، آپ نے مولانا فخر الدین زرادی سے فرمایا کہ ’’**یہ جوان بڑی قابلیت رکھتا ہے، اگر کچھ علم ظاہر بھی رکھتا تو درویشی میں مستحکم ہوتا**‘‘ یہ بات سن کر مولانا فخر الدین نے عرض کیا کہ: اگر اجازت ہو تو میں اس کو کچھ عرصہ اپنی صحبت میں رکھ کر ضروری مسائل یاد کرا دوں، فرمایا کہ:

’’**یہ آپ کی صحبت کا بڑا مستحق ہے۔**‘‘(۳)

درج بالا شواہد سے عیاں ہے کہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کافی فکر تھی، ان سے حد درجہ محبت فرماتے تھے، ان کے اخلاق و کردار پر آپ کو اطمینان تھا اور آپ اپنی نگاہ باطن سے دیکھ رہے تھے کہ یہ صرف ایک نوجوان نہیں ہیں، بلکہ یہ آئینۂ ہندوستان ہیں، جن کی روحانی شعاعوں سے پورا ہندوستان روشن منور

۱۔ نظامی بنسری، خواجہ سید حسن نظامی دہلوی، ص: ۴۱۲، ناشر خواجہ حسن نظامی میموریل سوسائٹی، بستی درگاہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی، سال اشاعت ۱۹۸۴/ ۱۴۰۴، اشاعت چہارم۔

۲۔ تاریخ فرشتہ مترجم، محمد قاسم فرشتہ، ج: چہارم، ص: ۲۷۷، ناشر ایوب پبلی کیشنز دیوبند، سال اشاعت ۲۰۰۹ء۔

۳۔ تاریخ دعوت و عزیمت، ابوالحسن علی ندوی، ج: ۳، ص: ۱۲۹، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو، سن اشاعت جولائی ۲۰۰۶ء۔

ہونے والا ہے۔

بگڑے حالات پہ میری دنیا ہنستی رہی اور روتا رہا میں
ان کے کرم نے ایسا بدلا، بدلے ہوئے حالات نہ پوچھو

اعلی تعلیم میں مہارت وملکہ کا حصول

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ نے جس عمر میں علم حاصل کرنا شروع کیا تھا، تذکرہ نویسوں نے ماہ وسال کی قید کے ساتھ اس عمر کی نشاندہی نہیں کی ہے، ایسے لفظوں سے عمر کا بیان کیا ہے جن سے صرف ماہ وسال کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جس طرح دربار سلطان المشائخ میں حاضری کے وقت عمر کی تعیین کے لیے ''عنفوان شباب'' اور ''عین جوانی'' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اسی طرح آغاز تعلّم کے وقت عمر کی تعیین کے لیے ''کبرسن'' اور ''بڑی عمر'' کے الفاظ لائے گئے ہے۔

سیر الاولیا میں ہے کہ:

''مولانا سراج الدین در کبرسن تعلّم کرد'' مولانا سراج الدین نے بڑی عمر میں علم حاصل کیا۔''(۱)

لطائف اشرفی میں ہے کہ:

''در کبرسن در علوم اشتغال نمودند۔'' اخی سراج نے بڑی عمر میں تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔''(۲)

تحصیل علم کی ابتدا 'علم صرف' سے

آپ کے رفقائے درس میں سیر الاولیا کے مصنف حضرت علامہ شیخ محمد بن مبارک بھی شامل تھے وہ آپ کے زمانۂ طلب علم کا حال لکھتے ہیں کہ:

''برابر کاتب حروف درآغاز تعلّم میزان وتصریف وقواعد ومقدمات تحقیق

۱۔سیر الاولیا فارسی، مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۹، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

۲۔لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، حضرت نظام یمنی، ص: ۳۵۵، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی پاکستان، سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء۔

کردو خدمت مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ بجہت او تصریفے مختصر و مفصل تصنیف کرد آں راعثمانی نام نہاد، وہم در غیاث پور پیش مولانا فخر الدین زرادی خواند۔ وپیش مولانا رکن الدین اندرپتی برابر کاتب حروف کافیہ و مفصل وقدری و مجمع البحرین تحقیق کردو بمرتبۂ افادت رسید۔''

مولانا سراج الدین آغاز تعلّم میں کاتب حروف [سید محمد بن مبارک کرمانی] کے ساتھ میزان، تصریف، قواعد اور ان کے مقدمات کی تحقیق کی، مولانا فخر الدین زرادی نے ان کے لیے ایک مختصر و مفصل تصریف تصنیف کی اور اس کا نام عثمانی رکھا، غیاث پور میں مولانا فخر الدین سے برابر پڑھتے رہے، پھر کاتب حروف کے ساتھ مولانا رکن الدین اندرپتی کی خدمت میں رہ کر کافیہ، مفصل، قدوری اور مجمع البحرین کی تحقیق کی اور مرتبۂ افادہ کو پہنچ گئے۔''(۱)

شیخ نظام یمنی لکھتے ہیں کہ:

''چوں حضرت مولانا بنسبت ایشاں اہتمام زیادہ از دیگراں بود، کتابے در علم صرف ونحو وفقہ واصول قواعد تصنیف کردند، اورا'' تصریف عثمانی'' موسوم کردند، بیش تر کتب مبتدیانہ در اندک فرصت ضبط کردند۔'' حضرت مولانا زرادی نے دوسرے طلبہ کی بنسبت اخی سراج کی طرف زیادہ توجہ فرمائی، علم صرف، نحو، فقہ اور اصول وقواعد میں صرف ان کے لیے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام ''تصریف عثمانی'' رکھا۔ اخی سراج الدین نے ابتدائی کتابیں نہایت قلیل مدت میں ختم کرلیں۔''(۲)

حکیم عبدالحیؒ لکھنوی اپنی تصنیف نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں کہ:

''وكان حسن الصورة والسيرة ولكن كان عاريا عن حلية الفضائل العلمية، فتأسف الشيخ على ذالک تأسفاشديدا، وقال:إن الشيخ الجاهل يكون لعبة للشيطان فعزم مولانا فخر الزرادى على تعليمه، وصنف له مختصرا

۱۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۹، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

۲۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، حضرت نظام یمنی، ص: ۳۵۵، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی پاکستان، سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء۔

فی التصریف سماہ ''العثمانیة'' باسمہ، و لم یزل یجد فی تعلیمہ مادام فی غیاث پور، ثم لازم الشیخ رکن الدین الأندرپتی، و قرأ علیہ ''الکافیة'' لابن الحاجب، و ''المفصل'' فی النحو، و ''القدوری'' و ''مجمع البحرین'' فی الفقہ۔''

مولانا شیخ سراج الدین اودھی خوب صورت وخوب سیرت تھے، لیکن فضائل علمیہ سے خالی تھے، سلطان المشائخ کواس پر بہت زیادہ افسوس ہوااور فرمایا:

جاہل پیر شیطان کا کھلونا ہوتا ہے۔ یہ سن کر مولانا فخر الدین زرادی نے ان کو پڑھانے کا عزم مصمم کرلیااوران کے لیے علم صرف میں ایک مختصر تصنیف لکھی جس کا نام ان ہی کے نام پر ''العثمانیہ'' رکھا، مولانا فخر الدین جب تک غیاث پور میں رہے ان کو تعلیم دیتے رہے۔ پھر مولانا اخی سراج الدین اودھی شیخ رکن الدین اندر پتی سے وابستہ ہوئے اوران سے علم نحو کی کتابیں علامہ ابن حاجب کی کافیہ اور مفصل اور علم فقہ کی کتابیں قدوری اور مجمع البحرین کی تعلیم حاصل کی۔''(۱)

مذکورہ عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ آئینۂ ہندوستان شیخ سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ شیخ فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ سے مسائل ''علم صرف'' کی خصوصی تعلیم حاصل کی، اس علم کی بنیادی کتابوں اورقواعد ومقدمات کی تحقیق فرمائی اوراس منزل پر پہنچ گئے کہ خوددرس دینے اورافادہ کرنے کے لائق ہوگئے۔

شیخ فخر الدین زرادی نے آپ کی تعلیم کے لیے ایک کتاب ترتیب دی جس کا نام انہوں نے ''عثمانی'' یا ''تصریف عثمانی'' یا ''العثمانیۃ'' رکھا تھا، اس کتاب کے اندر علم صرف کی گرادنوں کا بیان مختصر ومفصل دونوں طریقوں سے لکھا ہوا تھا۔اور بروایت شیخ نظام یمنی و محدث اعظم ہند کچھوچھوی اس کتاب کے اندر اصول وقواعدِ ''علم نحو''، ''علم فقہ'' اور ''اصول فقہ'' بھی بیان کیے گئے تھے۔

محدث اعظم ہند کچھوچھوی لکھتے ہیں کہ:

۱۔نزھۃ الخواطر بہجۃ المسامع والنواظر، حکیم عبدالحئی لکھنوی، ج: ۲، ص: ۱۷۳، مطبوعہ دارابن حزم بیروت لبنان، سن اشاعت ۱۹۹۹ء/ ۱۴۲۰ھ۔

علامہ فخر الدین زرادی نے ''ایک کتاب تصنیف کی جس میں صرف ونحو وفقہ واصول کے قواعد جمع فرمائے اور اُس کا نام **تصریف عثمانی** رکھا۔ حضرت عثمان نے چند دنوں میں یاد فرما لیا اور وہ دن آ گیا کہ طالب علم خود درس لینے کے لیے حضرت عثمان کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے لگے۔''(۱)

ان روایتوں کے مطابق آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان نے علامہ زرادی علیہ الرحمہ سے علم صرف کے ساتھ ساتھ علم نحو اور فقہ واصول کی بھی تعلیم حاصل فرمائی تھی۔

حکیم عبد الحیٔ لکھنوی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آئینہ ہندوستان شیخ سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ رکن الدین اندرپتی رحمۃ اللہ علیہ سے نحو وفقہ کے مسائل سیکھے تھے، کیوں علامہ اندرپتی سے جن کتابوں کا درس لینے کا ذکر مؤرخین نے کیا ہے وہ کتابیں ان ہی دونوں علم پر مشتمل ہیں۔

ظفر المحصلین باحوال المصنفین میں ہے کہ:

''مولانا فخر الدین نے ان کے واسطے مختصر ومفصل گردان کی ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام عثمانی رکھا۔ غالبا یہ وہی کتاب ہے جو عربی مدارس میں اس وقت تک ''زرادی'' کے نام سے مشہور ہے۔

صَرف کی تعلیم کے بعد عثمان سراج نے شیخ رکن الدین اندرپتی سے فقہ ونحو کی تحصیل کی۔ صاحب خزینۃ الاصفیا نے لکھا ہے کہ آپ چھ ماہ کی مدت میں اس رتبہ کو پہنچ گئے تھے کہ کسی دانش مند کو آپ کے ساتھ بحث ومباحثہ کی مجال نہ تھی۔''(۲)

تصریف عثمانی' کے تعلق سے ایک غلط روایت کی نشاندہی

تذکرہ نویسوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کتاب 'تصریف عثمانی' یا 'عثمانی' علامہ شیخ زرادی رحمۃ اللہ علیہ نے آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کو درس

۱۔ ماہنامہ اشرفی، جلد 2/شمارہ نمبر 11؛ ربیع الآخر 1343ھ/نومبر 1924ء۔

۲۔ ظفر المحصلین باحوال المصنفین، شیخ محمد حنیف گنگوہی، ص ۲۶۲: دار الاشاعت اردو بازار کراچی، سال اشاعت ۲۰۰۰ء۔ ملخصاً۔

دینے کے لیے لکھی تھی، لیکن قاری عبدالرقیب صاحب کی کتاب ''سیرت آئینۂ ہند' پڑھ کر ایک **نئی بات** یہ **معلوم** ہوئی کہ انہوں نے آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کو چھ مہینے میں عالم کامل بنا دینے کی خوشی اور ان کی یاد میں یہ کتاب لکھی تھی۔اس کے علاوہ قاری صاحب نے بہت سی ایسی **تحقیقات** پیش کی ہیں جن تک ہمارے ناقص مطالعہ کی رسائی نہیں ہے۔قاری صاحب نے جن کتابوں کا نام بطور حوالہ لکھا ہے، ان میں ''نظامی بنسری''(۱) میں یہ باتیں نہیں ہیں اور سراج الحق والدین نامی کتاب ہمارے لیے' غیر معروف' ہے۔

قاری صاحب لکھتے ہیں کہ:

''آپ [علامہ زرادی] نے حضرت شیخ سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کو محنت سے پڑھایا اور ابھی چھ مہینے نہ ہوئے تھے کہ آپ بہت بڑے عالم دین ہو گئے، جس کو دیکھ کر حضرت علامہ ومولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ: میں نے جو وعدہ کیا ہے میرے پیر کے سامنے ان شاءاللہ تعالی وہ پورا ہو کر رہے گا۔**آپ نے خوش ہو کر ان کی یاد میں ایک کتاب لکھی جس کا نام عثمانی رکھا**۔شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ بڑے شوق سے **اس کتاب کو اپنے گھر میں پڑھتے تھے**،اس کتاب کے پڑھنے سے آپ کے علم میں اور بھی زیادتی ہوئی اور آپ اپنے وقت کے جید عالم دین ہو گئے۔''

قاری صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

''حضرت شیخ سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ مکرم کے بارے میں **عرض** کرتے ہیں کہ: اگر مجھے ایسے عالم نہیں ملتے تو کچھ بھی نہیں [بن] پاتا۔اور یہ سب کچھ حاصل ہوا ہے چھ مہینے میں، یہ میرے رب کا بہت بڑا کرم ہے،اور بابا فرید الدین مسعود گنج شکر جیسا پیر کے فیضان، حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی برکت،اور حضرت علامہ ومولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے میں [میں] نے

۱۔قاری صاحب نے کتاب کا نام ''نظامی بانسری'' لکھا ہے،شاید یہ کتابت کی غلطی ہے۔

پائی ہے ورنہ میں کہاں اور اس کی رحمت کہاں !! (یہ واقعات سراج الحق والدین اور نظامی بانسری کتابوں سے لیے گئے ہیں)۔''(۱)

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کا مذکورہ قول ہمیں کسی کتاب میں نہیں ملا، حوالہ کی کتاب نظامی بنسری میں بھی یہ قول درج نہیں ہے۔ درحقیقت قاری عبد الرقیب صاحب کی مذکورہ باتیں بنگلہ زبان میں لکھی گئی کتاب ''گور پنڈوار تین پیر یرا تیہاس'' کے ایک پیرا گراف کا حذف و اضافہ کے ساتھ اردو ترجمہ ہے۔''(۲)

تصریف عثمانی کے تعلق سے
ایک اور غلط روایت کی نشاندہی

شمس العلما حضرت خواجہ حسن نظامی مشہور و معروف تذکرہ نویس تھے، وہ خانقاہ سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے متولی و سجادہ نشین تھے، ان کے زمانے میں خانقاہ نظامیہ کو خوب عروج ملا، وہ اپنی مشہور تصنیف ''نظامی بنسری'' میں سیر الاولیا کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''سیر الاولیا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا اخی سراج رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب بھی علم صرف میں تصنیف کی تھی جس کا نام عثمانی رکھا تھا۔''(۳)

حضرت خواجہ حسن نظامی نے سیر الاولیا کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ عبارت غالباً یہ ہے:

''مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ بجہت او تصریفے مختصر و مفصل تصنیف کرد آں را عثمانی نام نہاد۔'' حضرت مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ سیرت آئینۂ ہند، قاری عبد الرقیب، ص: ۳۳، ۳۴ مطبوعہ مسلم بک ڈپو، چاندنی مارکیٹ، کلیا چک مالدہ۔ ملخصاً۔

۲۔ دیکھئے: سید شاہ بذل رحمٰن کرمانی، گوڑ پنڈوار تین پیر یرا تیہاس، ص: ۶۷، ۶۸، ناشر خوشٹی گیری درگاہ شریف، باتیکار، ضلع بیر بھوم، سن اشاعت ۲۰۱۱ء۔

۳۔ نظامی بنسری، خواجہ سید حسن نظامی دہلوی، ص: ۴۱۳، ناشر خواجہ حسن نظامی میموریل سوسائٹی، بستی درگاہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی، سال اشاعت ۱۹۸۴/ ۱۴۰۴، اشاعت چہارم۔

کے لیے مختصر و مفصل انداز میں علم صرف میں ایک تصنیف لکھی اور اس کا نام عثمانی رکھا۔‘‘(۱)

مذکورہ عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ کتاب ’عثمانی‘ علامہ شیخ فخر الدین زرادی کی تصنیف ہے۔ لہذا نظامی بنسری کی روایت درست نہیں ہے۔ اس غلطی کا انتساب ناسخ کی طرف بھی کیا جا سکتا ہے۔

شیخ اخی سراج الدین کا تبحر علمی

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ نے اپنی انتھک محنت اور اساتذۂ علم وفن کی عنایتوں سے نہایت قلیل مدت میں اتنا علم حاصل کر لیا کہ خود منصب افادت پر فائز ہو گئے۔ کسی عالم دین کو یہ ہمت نہیں تھی کہ آپ کے ساتھ بحث ومباحثہ کرے، اگر کوئی کسی مسئلہ پر آپ سے ہم کلام ہوتا تو آپ اپنی علمی وفکری صلاحیتوں کا لوہا منوا لیتے، مخاطب آپ کی علمی صلاحیت کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتا۔

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان جب عالم ربانی علامہ فخر الدین زرادی کی درس گاہ میں تھے، صرف چار ماہ کی مدت گزری تھی، اس وقت آپ کے علم وفضل کیا عالم تھا، مصنف سیر العارفین نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

’’چناں کہ در مدت چہار ماہ چنداں ساخت کہ ہیچ دانش مندے رایارائے آں نبود کہ باو بحث نماید‘‘ صرف چار مہینے کی مدت میں علم میں اتنا آگے بڑھ گئے کہ کسی عالم کے اندر آپ سے بحث کرنے کی ہمت نہیں تھی۔‘‘(۲)

عالم ربانی علامہ زرادی کی درس گاہ سے فراغت کے بعد آپ کے علم کا کیا عالم تھا، مفتی غلام سرور لاہوری نے خزینۃ الاصفیا میں یوں تحریر کیا ہے:

’’[علامہ زرادی نے] چھ ماہ کے اندر اندر انہیں بہت سے علوم سے واقف کر دیا۔ بعض اوقات آپ کے ہم عصر علما بعض نکات پر گفتگو کرتے تو اخی سراج الدین انہیں حیران

۱۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۹، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

۲۔ سیر العارفین، مولانا شیخ جمالی، ص: ۹۰، مطبوعہ مطبع رضوی، دہلی باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ۔

کردیتے تھے۔‘‘(۱)

آپ کے تبحر علمی کو سمجھنے کے لیے یہ پہلو بھی روشن ہے کہ مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی جو گنجینۂ علم وحکمت تھے اور اہل علم ودانش کو آزماتے رہتے تھے، انہوں نے آپ کے سامنے خودسپردگی کر دی اور آپ کو اپنا مرشد تسلیم کرلیا۔

سلطان المشایخ محبوب الٰہی نے شیخ اخی سراج الدین کا امتحان لیا

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ جب درس گاہِ عالم ربانی علامہ فخر الدین زرادی علیہ الرحمہ سے فارغ التحصیل ہوئے تو استاذ گرامی قدر نے انہیں محبوب الٰہی حضرت سید محمد نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کے سامنے پیش کیا، حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمہ نے آپ کا امتحان لیا اور آپ سے ہر علم وفن کے چند سوالات کئے، حضرت اخی سراج علیہ الرحمہ نے سارے سوالات کے اس طرح اطمینان بخش جواب دئے کہ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمہ مطمئن ہو گئے۔

سیر العارفین میں ہے کہ:

’’بعد ازاں پیش شیخ آورد، وحضرت شیخ از اخی سراج سوالے چند از ہر علمے پرسید، چناں می بایداست دید۔‘‘ مولانا فخر الدین تکمیل تعلیم کے بعد شیخ اخی سراج کو سلطان المشائخ کے روبرو لائے۔ سلطان المشائخ نے ان سے ہر علم کے سوالات پوچھے اور جیسا چاہیے ویسا ان کو پا گئے۔‘‘(۲)

کتنے حسین تھے وہ لمحات، کتنی برکتیں اور رحمتیں تھیں شیخ اخی سراج پر، استاد گرامی قدر کی موجودگی میں شیخ طریقت نے امتحان لیا، استاد بھی مطمئن ہوئے اور شیخ نے بھی اعتماد ظاہر کیا۔ اب نہ کسی سے سند لینے کی ضرورت تھی اور نہ ہی کسی کے سامنے زانوادب تہ کرنے کی حاجت، اس کے باوجود شیخ اخی سراج الدین علیہ الرحمہ نے علم کا دامن نہیں چھوڑا اور مسلسل

۱۔ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیا، ج:۲، ص:۲۲۶، ۲۲۷، مکتبہ نبویہ لاہور۔

۲۔ سیر العارفین، مولانا شیخ جمالی، ص:۹۰، مطبوعہ مطبع رضوی، دہلی باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ۔

اسی کے ساتھ وابستہ رہے۔ بنگال آئے تو تنہا نہیں آئے، بلکہ کتابوں کا انبار ساتھ لائے۔ آپ کی زندگی موجودہ دور کے علما وطلبا کے لیے نمونۂ عمل ہے۔

باب ہشتم

تعلیم و تربیت کی تکمیل

اور

خلافتوں کا حصول

سلطان المشایخ نے شیخ اخی سراج کو خلافت سے نواز دیا

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کو خلافت سے اس لیے روک دیا گیا تھا کہ آپ کے پاس بہت زیادہ علم نہیں تھا، لیکن جب آپ علم کے مرتبۂ افادت پر پہنچ گئے تو سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ نے آپ کو خلافت سے نواز دیا۔

لطائف اشرفی میں ہے کہ:

''درحد افادت رسیدند بعدہ خلافت نامہ بمہر اشرف شریف یافتہ۔'' اخی سراج علیہ الرحمہ جب علم میں مہارت حاصل کر کے مرتبۂ افادت پر فائز ہو گئے تو خلافت نامہ انہیں مہر اشرف شریف سے مختوم کر کے دیا گیا۔'' (۱)

کیا آئینۂ ہندوستان سلطان المشایخ کے اول خلیفہ تھے؟

بعض حضرات نے آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کا اول خلیفہ قرار دیا ہے۔

گذشتہ اوراق میں لطائف اشرفی کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ:

''اخی سراج الدین کہ سرحلقۂ خلفاء اودھ بودہ اند واول کسے **کہ از دیار اودھ و ہندوستان بشرف ارادت وخلافت مشرف شدہ وی بود۔**'' ''حضرت شیخ اخی سراج الدین جو حضرت نظام الدین اولیا کے خلفائے اودھ میں سرآمد وسرحلقہ تھے، سرزمین اودھ **مملکت** ہندوستان کے **پہلے شخص ہیں جو حضرت کی ارادت وخلافت سے مشرف ہوئے۔**'' (۲)

۱۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، حضرت نظام یمنی، ص: ۳۵۵، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی پاکستان، سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء۔

۲۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، حضرت نظام یمنی، ص: ۳۵۵، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی پاکستان، سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء۔ اردو ترجمہ حضرت علامہ شمس بریلوی، ج:۱، ص: ۵۴۸، ناشر شیخ محمد ہاشم اشرفی پاکستان، سن اشاعت ندارد۔

محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''آپ کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ ولایت ہندوستان وصوبہ اودھ میں آپ ہی کی سب سے پہلی ذات مقدس تھی جو حضرت سلطان المشائخ کی ارادت وخلافت سے ممتاز ہوئی اوراس بناپر آپ کواس ملک میں **اول الخلفاء** کہا جا سکتا ہے۔''(۱)

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو اودھ وبلاد شرقیہ کے مریدوں میں پہلا مرید ہونے کا شرف حاصل ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، البتہ خلافت کے بارے میں سیر الاولیا کے مطالعہ کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ علم کسبی نہ ہونے کی وجہ سے آئینۂ ہندوستان رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت وقتی طور پر روک لی گئی ہواور باقی منتخب مریدوں کوان سے پہلے خلافت عطا کر دی گئی ہوا گرچہ اس بات کی تصریح سیر الاولیا میں نہیں ہے، مگر قرائن وحالات کے پیش نظر یہ کہنا غلط نہیں ہونا چاہیے، نیز آپ کے اول الخلفا ہونے کی توجیہ بھی ممکن ہے جیسا کہ عن قریب ہم اس موضوع پر اپنی بات قارئین کے سامنے رکھیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بعد خلافت سلسلۂ تعلّم

علامہ شیخ فخر الدین زرادی اور علامہ شیخ رکن الدین اندرپتی کی محنت وکاوش کا نتیجہ سامنے آیا کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی متبحر عالم دین ہو گئے، خود درس دینے اورافادہ کرنے کے قابل ہو گئے۔ حصول علم کے بعد آپ کوسلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت بھی حاصل ہوگئی، مگر اب معاملہ صرف خلافت کا نہیں تھا، اب حضرت اخی سراج الدین کو علم دین سے عشق ہو گیا تھا، وہ اس کے دلدادہ ہو گئے تھے، اس لیے خلافت نامہ انھوں نے حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے ہاتھوں اودھ بھجوادیا اور خود سلطان المشائخ کے دربار میں اکتساب علم میں مصروف رہے۔

سیر الاولیا میں ہے کہ:

۱- ماہنامہ اشرفی۔جلد 2/ شمارہ نمبر 11؛ ربیع الآخر 1343ھ/نومبر 1924ء۔

''خلافت نامۂ او بنشان مبارک حضرت سلطان المشائخ مشرف گشت، وآں خلافت نامہ پیش ازآنکہ خودطرف ہندوستان عزیمت کند بدست شیخ نصیرالدین محمود دراودھ فرستادوخود ہم بخدمت سلطان المشائخ ماندو بتعلم مشغول گشت۔'' جب مولانا اخی سراج الدین خلافت نامہ جس میں سلطان المشائخ کی مہر مبارک ثبت تھی سے مشرف ہوئے، تو جانب ہندوستان روانہ ہونے سے پہلے انہوں نے اپنا خلافت نامہ شیخ نصیرالدین محمود کے ہاتھوں اودھ بھیج دیااورخودسلطان المشائخ کی خدمت میں تعلیم وتعلّم میں مشغول رہے۔''(۱)

لطائف اشرفی میں ہے کہ:

''وپیش آزانکہ ایشاں بسوئے ہندمراجعت کنند، خلافت نامہ رابدست شیخ نصیر الدین محمود بسوئے اودھ فرستاد، وخود درخدمت مخدوم ماندند، تازمانے کہ حضرت سلطان المشائخ بشرف 'الموت یصل جسر الحبیب الی الحبیب'(۲) مشرف شدند، بدارالملک دہلی باشیدند وسہ سال دیگر درحظیرۂ سلطان المشائخ بگنبد خواجہ جہاں بودند۔''بعد خلافت ہندوستان واپسی سے پہلے خلافت نامے کوشیخ نصیرالدین محمود کے ہاتھوں اودھ بھیج دیااورخود مخدوم کی حیات مبارکہ تک ان کی خدمت میں رہ گئے، اور جب سلطان المشائخ کا وصال ہوگیا تو اس کے بعد بھی تین سال تک، دارالحکومت دہلی ہی میں حظیرہ سلطان المشائخ میں ،خواجہ جہاں کے گنبد کے اندر، آپ کا قیام رہا۔''(۳)

سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ جب تک باحیات رہے آپ ان کی خدمت میں لگے رہےاورعلم دین حاصل کرتے رہے۔ درمیان میں صرف اتنی جدائی رہی کہ آپ اپنے شیخ سلطان المشائخ کے حکم سے پنڈوہ شریف لے گئے اور وہاں گنج نبات مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی کو مرید کرنے کے بعد پھر واپس دہلی پہنچ گئے۔ ان

۱۔سیر الاولیا فارسی، مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۹، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

۲۔لطائف اشرفی میں یہ عبارت اسی طرح درج ہے، اصل یہ ہے: 'الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب' موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

۳۔لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، حضرت نظام یمنی، ص: ۳۵۵، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی پاکستان، سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء۔

سالوں میں آپ نے کن کن بزرگوں سے اکتساب علم کیا؟ اس کی تفصیل نہیں ملتی۔

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بھی آپ نے سلسلۂ تعلیم وتعلّم منقطع نہیں کیا، بلکہ بعد وصال شیخ مسلسل تین سالوں تک اکتساب علم کرتے رہے۔

اسی سیر الاولیا میں ہے کہ:

''چوں سلطان المشائخ بصدر جنت خرا سید، سہ سال دیگر تعلّم کرد، وہم درحظیرۃ القدس حضرت سلطان المشائخ **جعل الجنۃ مثواہ** درگنبد خواجہ جہاں مرحوم می بود۔'' حضرت سلطان المشائخ 'اللہ تعالیٰ باغ فردوس میں انھیں ٹھکانہ عنایت کرے' راہی جنت ہوئے تو مولانا اخی سراج الدین اس کے تین سال بعد تک تعلّم میں مشغول رہے اور حظیرۂ اقدس میں گنبد خواجہ جہاں مرحوم کے اندر قیام پذیر رہے۔'' (۱)

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو علم دین کے اس شوق نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا، علوم وفنون میں آپ نے کتنا بڑا مقام حاصل کرلیا تھا، اس کا اظہار حکیم عبدالحیٔ لکھنوی نے نزہۃ الخواطر میں کیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ:

''**واشتغل بالعلم بعد وفاۃ الشیخ نظام الدین المذکور حتی برع فی العلم وتأھل للفتوی والتدریس۔**'' شیخ نظام الدین کے وصال کے بعد تین سالوں تک علم کے حصول میں لگے رہے، یہاں تک کہ میدان علم میں فائق الاقران ہوگئے اور فتوی ودرس دینے کے اہل ہوگئے۔'' (۲)

محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''اس واقعہ سے علم ظاہر کا درجہ جو ہے وہ تو ظاہر ہی ہے، دیکھنا یہ ہے کہ عمر کا ابتدائی حصہ گذر جانے کے بعد صرف شیخ کا اشارہ پاکر کس طرح حضرت عثمان تحصیل علم کی سعی میں مشغول

۱۔الاولیا فارسی، مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۹، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

۲۔نزہۃ الخواطر بہجۃ المسامع والنواظر، حکیم عبدالحیٔ لکھنوی، ج: ۲، ص: ۱۷۳، مطبوعہ دار ابن حزم بیروت لبنان، سن اشاعت ۱۹۹۹ء/۱۴۲۰ھ۔

ہو گئے اور پھر ارشاد شیخ کی برکتوں نے آپ کو کس درجہ کا فاضل جلیل المنزلۃ کر دیا۔‘‘(۱)

شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے اکتساب فیض اور حصول خلافت

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ جب پنڈوہ شریف سے واپس دہلی تشریف لے گئے تو سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا تھا، لیکن آپ نے در مرشد کو چھوڑا نہیں بلکہ حظیرۂ مرشد گرامی ہی میں اپنا قیام رکھا اور جانشین مرشد گرامی شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی سے تربیت حاصل کرتے رہے۔

محمد قاسم فرشتہ لکھتے ہیں کہ:

’’مریدانِ شیخ نصیر الدین اودھی چراغ دہلی سے شیخ اخی سراج پروانہ ہیں، اور وہ اگرچہ شیخ نظام الدین اولیا کی نسبت سے ارادت صادق رکھتے تھے اور اس جناب سے تربیت پا کر بنگال کی طرف رخصت ہوئے تھے، لیکن شیخ نظام الدین اولیا کے بعدِ وفات پھر دہلی میں آئے اور دست ارادت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے ہاتھ میں دے کر درجۂ کمال کو پہنچے اور خرقہ بنگالہ کی خلافت کا پایا۔‘‘(۲)

تاریخ فرشتہ کی مذکورہ بالا عبارت بتاتی ہے کہ شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے، شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے بھی بیعت کی تھی بلفظ دیگر ان سے طالب ہوئے تھے اور مخدوم چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خلافت سے بھی نوازا تھا اور مستقلاً بنگال کا والی بنایا تھا۔

خلاصۂ کلام:

یہ ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ نے خلافت سے

۱۔ ماہنامہ اشرفی۔ جلد 2/ شمارہ نمبر 11، ربیع الآخر 1343ھ/ نومبر 1924ء۔

۲۔ محمد قاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ مترجم، ج: چہارم ص: ۶۷۷، ناشر ایوب پبلی کیشنز دیوبند، سال اشاعت ۲۰۰۹۔

پہلے چند سال، خلافت کے بعد چند سال اور اپنے مرشد گرامی کے وصال کے بعد تین سال تک ماہرین علوم وفنون سے اکتساب علم کیا، تخمینہ یہ ہے کہ اپنی عمر عزیز کی کل دس سالہ مدت کو آپ نے ظاہری علوم وفنون کی تحصیل میں صرف کیا، اس دوران روحانیت کے اعلی منازل کا سفر بھی کرتے رہے۔ اس طرح سرزمین دہلی پر آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو سنوارنے اور نکھارنے میں چار عظیم ہستیوں نے اہم کردار ادا کیا۔ (۱) سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی (۲) چراغ دہلوی مخدوم شیخ نصیر الدین اودھی ثم دہلوی (۳) عالم ربانی حضرت علامہ شیخ فخر الدین زرادی اور (۴) جامع معقول ومنقول علامہ شیخ رکن الدین اندرپتی۔ ہم آنے والے صفحات میں ان چاروں بزرگوں کے حالات نہایت اختصار کے ساتھ قلم بند کریں گے۔ اور ساتھ ہی علامہ شیخ محمد بن مبارک کرمانی علیہ الرحمہ کا نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کریں گے کہ اس عظیم ہستی کے ساتھ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کو اس قدر قلبی لگاؤ تھا کہ لکھنوتی کے مستقل قیام کے دوران بھی آپ نے ان کو فراموش نہیں کیا اور ان کے لیے بنگال سے ہدایا وتحائف روانہ کئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

❁❁❁

باب نہم
دہلی سے پنڈوہ شریف کا سفر
پس منظر و عوامل

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی کا من موہنی کردار

منظــــر:1

بنگال کی سرزمین میں پنڈوہ نامی ایک مقام ہے، وہاں ایک عالم کامل رہتے تھے، وہ علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع تھے، علم دین میں ان کو یدطولیٰ حاصل تھا، فقہی جزئیات ان کو مستحضر تھے، تفسیر واحادیث پران کی نظر گہری تھی، ان کا نام عمر تھا اور علاء الحق والدین، مخدوم العالم اور گنج نبات ان کے القابات تھے۔

دنیاوی جاہت بھی ان کو حاصل تھی، بقول بعض وہ وزیر ابن وزیر تھے، خاندانی رعب ودبدبہ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بادشاہ وقت کی ادنیٰ غلطی پر گرفت فرماتے تھے۔

محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی نے کیا خوب لکھا ہے کہ:

''والد ماجد سلطنت غوریہ کے مالیات کے وزیر اعظم ہیں۔ برادران خاندانی میں کوئی وزیر، کوئی امیر، اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں، اس عظیم الشان اسلامی دولت کے ارکان اسی خاندان کے افراد ہیں، اُن کے محل سرا تک کسی کے سلام کی بھی رسائی نہیں ہے، اُن کے چشم وآبرو کے اشاروں پر ہزاروں سرقربان ہونے کو تیار ہیں، وہ خود ظلِّ سلطانی کے نیچے اور اُن کے سایہ کے نیچے انسان کا ایک جم غفیر، وہ جس کے سلام کو قبول کرلیں اُس کی سات پُشت اس پر ناز کرے، وہ جس کی بات کو سن لیں چودہ پُشت اُس کا فخر کرے، وہ جس راستہ پر نکلیں وہاں آنکھیں فرش راہ ہو جائیں، وہ جس گلی میں چلیں وہاں اقرار واطاعت کے دامن بچھ جائیں، غرض وہ گھرانا جس کے لیے وعدہ فرمادینا نقد ہے۔ اس میں مولانا علاء الحق پیدا ہوئے اور پرورش پائی اور زندگی کا کل حصہ آج تک گذرا۔''(۱)

۱۔ شیخ العالم علاء الحق گنج نبات، محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی، ص: ۱۴، ۱۵، ناشر اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدرآباد دکن، سال اشاعت ۲۰۱۷۔

مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ہمہ جہت شخصیت پر نازاں وفرحاں تھے، انھیں اپنے علم وفضل، شان وشوکت اور جاہ وحشمت پر ناز تھا، وہ کسی عالم وزاہد اورغنی وسخی کو اپنا ہم پلہ خیال نہیں فرماتے تھے۔ مسائل شرعیہ اور امور دینیہ میں علماء وفضلا سے بحث ومباحثہ کرنا ان کی عادت بن چکی تھی، وہ اپنی جلالت علم، شاہانہ شان وشوکت، عالمانہ زہد وتقوی اور امیرانہ سخاوت وفیاضی پر پھولے نہ سماتے تھے، ان نعمتہائے خداوندی کو پانے میں وہ کسی کو اپنا شریک وسہیم نہیں مانتے تھے، ان کو یہ باور ہوگیا تھا کہ وہ اپنے زمانے کے علما وفضلا میں افضل واعلیٰ ہیں۔ اسی دینی ودنیوی برتری نے ان کو برانگیختہ کیا اور انہوں نے اپنے لیے ''**گنج نبات**'' لقب اختیار کرلیا۔ یہ بات اس وقت کی تھی جب وہ کسی خانقاہ سے وابستہ نہیں ہوئے تھے، ظاہری علم کو انکساری وتواضع کا لبادہ پہنانے والا کوئی مرشد ان کو نہیں ملا تھا۔

ہیچ چیزے خود بخود نشد ہیچ آہن خودبخود تیغے نشد
مولوی ہرگز نشد مولائے روم تا غلام شمس تبریزے نشد

کوئی چیز اپنے آپ وجود میں نہیں آتی، کوئی لوہا خود بخود ہتھیار نہیں بنتا۔ مولائے روم اس وقت تک کامل مولوی نہیں بنے جب تک حضرت شمس تبریز کے دامن سے وابستہ نہیں ہوئے۔

سلطان المشایخ سے شیخ عمر علاء الحق پنڈوی کی شکایتیں

منظر 2:

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ سرزمین بنگال میں اپنے علم وعمل کی بنیاد پر ایک زبردست قوت بن کر ابھر چکے تھے، ہر طرف آپ کی علمی ولایت کی دھوم مچی ہوئی تھی، پنڈوہ شریف مرکز علم وعقیدت بن چکا تھا، لوگ جوق درجوق آپ کی بارگاہ میں اپنی نیازمندی پیش کرنے حاضر ہوا کرتے تھے۔

محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

''پنڈوہ جیسے علمی مرکز میں آپ کی ولایت کی دھوم مچ گئی تھی اور ادنیٰ اعلیٰ سر نیاز مندی جھکا چکا تھا، اُسی غیر معمولی شہرت کا نتیجہ تھا کہ دور دور سے لوگ قدم بوسی کے لئے شدّ رحال کر کے حاضر ہوتے تھے اور آپ کا مہمان سرا ہمیشہ آباد ہی رہتا تھا اور بڑے بڑے اکابر روزگار، اولیاء دیار کا دونوں وقت دسترخوان پر مجمع رہتا تھا۔''(۱)

ایک بار ایسا ہوا کہ دور و دراز کا سفر کرتا ہوا ایک مسافر ان کی درسگاہ میں حاضر ہوا، مسافر اپنے سینے میں بزرگوں کا احترام رکھتا تھا، گفت وشنید کے درمیان شیخ الشیوخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر نکل گیا، مسافر نے عرض کیا: شیخ الشیوخ کا مرتبہ بہت اعلی ہے، وہ گنج شکر ہیں۔ شیخ علاء الحق پنڈوی نے جواباً فرمایا: وہ گنج شکر ہیں اور میں گنج نبات ہوں۔ وہ مسافر شیخ علاء الحق کے لفظوں کو سنا، مگر ان کی مراد تک نہ پہنچ پایا، کبیدہ خاطر ہوکر دہلی روانہ ہوا، سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں حاضر ہوا اور انداز شکوہ لیے ہوئے شیخ علاء الحق کے حالات سلطان المشائخ کے سامنے بیان کرنا شروع کیا۔ پھر کیا ہوا؟

شیخ وجیہ الدین اشرف لکھنوی لکھتے ہیں کہ:

''چوں ایں خبر بحضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا احمد رسید کہ از وفور علم دیگر دوست لقب گنج نبات برآمدہ، از سر غیرت فرمود: ایشاں گنج نبات و پیر من گنج شکر! زبانش تل باد، فی الفور زبانش تل شد۔'' جب سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا احمد کو یہ خبر پہنچی کہ کسی دوست نے وفور علم کی وجہ سے گنج نبات لقب اختیار کیا ہوا ہے تو آپ نے غیرت میں آکر فرمایا: میرا پیر گنج شکر اور یہ گنج نبات! اس کی زبان گنگ ہوجائے! فوراً مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی کی زبان گنگ ہوگئی۔''(۲)

۱۔ شیخ العالم علاء الحق گنج نبات، محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی، ص:۹، ناشر اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدرآباد دکن، سال اشاعت ۲۰۱۷۔

۲۔ بحر زخار، شیخ وجیہ الدین اشرف لکھنوی، ص:۵۰۱، مرکز تحقیقات فارسی، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی، سن اشاعت ۲۰۱۱ء۔

شیخ عمر علاء الحق پنڈوی کی ابتلا و آزمائش

منظــــر 3:

سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اظہارِ ناراضگی کیا، شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان گنگ ہوگئی، احساس ہوا کہ بڑوں کے مقابل بڑی بات کہنے کی یہ سزا ہے، برسوں گریہ وزاری کرتے رہے، ندامت کے آنسو بہاتے رہے، شیخ الشیوخ مخدوم فرید الدین مسعود گنج شکر کی روحانیت سے معافی مانگتے رہے، بالآخر خواب میں بشارت ہوئی کہ ایک فقیر آئے گا جن کے اندر کھولتے پانی سے وضو کرنے کی صلاحیت ہوگی، ان ہی کی دعا سے تمہیں شفا ملے گی۔''(۱)

علوم وفنون کا کوہ ہمالہ، جود وسخا کا بہتا دریا، جن کے ایک اشارۂ آبرو سے ہزاروں کی تقدیریں سنورتی تھیں، سب ان کی نگاہ کرم کے منتظر رہتے تھے، آج وہ خود کسی اور کے انتظار میں ایک ایک سانس گن رہے تھے، شب وروز اضطرابی کیفیت چھائی رہتی تھی، بس ایک انتظار تھا جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا، زخموں پر مرہم رکھنے والا وہ درویش صفت انسان کب آئے گا؟ وہ بیماروں کا مسیحا کس لباس میں آئے گا؟ اس کی پہچان کیا ہوگی؟

آنے والے مسیحا کی پہچان کے لیے شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا نظامِ دَر و دیوار بدل دیا تھا، اب ہر اجنبی درویش ومسافر کو امتحان سے گزارا جاتا تھا، اس کی صلاحیت وروحانیت کی جانچ پڑتال کی جاتی تھی، طریقہ ایسا عجیب وغریب اختیار کیا گیا تھا جس کی تعبیر کے لیے محدث اعظم سید محمد اشرفی کے جملے زیادہ موزوں ہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ:

''کہتے ہیں کہ آپ (شیخ علاء الحق پنڈوی) کی یہ عجیب وغریب عادت تھی کہ جو خدا رسیدہ آپ کو ملتا سب سے پہلے وضو کے لیے آپ گرم پانی رکھواتے۔ پانی اس قدر کھولتا ہوا

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: شاہ بذل رحمٰن کرمانی، گوڑ پنڈوا رتین پیر یرا اتیہاس، ص:۱۱۸، ناشر خوشٹی گیری درگاہ شریف، باتیکار، ضلع بیر بھوم، سن اشاعت ۲۰۱۱۔

ہوتا تھا کہ بشری قوت جس کے تحمّل کی طاقت نہیں رکھتی، اگر آنے والا ہاتھ پر پانی لیتے ہی بمقتضائے فطرت بشریہ ہاتھ کو کھینچ لیتا تو آپ اُس کے ملکوتی نورِ قلب کو سلب فرما لیتے اور وہ کورا ہو کر روتا پیٹتا اپنا راستہ لیتا۔ آپ کو اس مشغلہ سے اس قدر دلچسپی تھی کہ سرحد پنڈوہ سے گزرنے والا ولی کبھی اپنے مال اور کمائی کی حفاظت نہیں کرسکتا تھا، اور اہل اللہ نے پنڈوہ کا راستہ خوف سے چھوڑ دیا تھا، یہاں تک کہ لوگوں نے آپ کو بنگالی ڈاکو کہنا شروع کر دیا تھا۔

یہ بات بہت غنیمت تھی کہ والد ماجد کے لحاظ اور قرابت و نیازمندی کے پاس سے بزرگان پنڈوہ پر کوئی حملہ نہیں ہوتا تھا اور سب امن کی زندگی بسر کرتے تھے۔ نیز آپ کو اُن مہمانوں کا بھی پورا خیال رہتا تھا جو اقرار ناداری و نیازمندی کا سپر ساتھ رکھتے تھے۔ البتہ متعین مساوات وعلو کے لیے حملۂ علائیہ سے کوئی پناہ نہ تھی، بلکہ جس طرح ارباب دولت وحشی قزاقوں سے خوف زدہ رہتے ہیں اُس طرح اصحابِ ولایت آپ کی قوتِ قاہرہ سے مرعوب ہو چکے تھے اور نام لیتے ہی کانپ جاتے تھے۔ ہندوستان کے مشرق و مغرب میں اس ڈاکہ کی شہرت ہو چکی تھی اور ہر ملک کے سیّاح جا جا کر اس خوفناک منظر کا نقشہ کھینچ کر لوگوں کو پنڈوہ بچا کر چلنے پھرنے کی ہدایت کرنے لگے تھے۔"(۱)

آتا ہے ان کے حال پہ رحم کچھ ایسا

منظر 4:

روایتوں کی کڑیاں ایک دوسرے سے وابستہ کریں تو شاید ایک سلسلہ قائم ہوگا! ادھر ادھر منتشر باتوں کو ایک لڑی میں پرو دی جائے تو تسلسل بنے گا اور بے ترتیب روایتوں کو نسق و ترتیب کی راہ ملے گی:

قوت علائیہ کے قہر کا نظارہ کرنے والا ایک درویش صفت مسافر سلطان المشائخ کی خانقاہ میں وارد ہوا، سلطان المشائخ کے روبرو حاضر ہو کر اپنا مدعا پیش کیا: سرکار! نظر کرم فرمایئے! بنگال کی سرزمین سے مسافران فقر و فاقہ کا گذرنا مشکل ہو گیا، اہلیان حدیث وفقہ

۱۔ شیخ العالم علاء الحق گنج نبات، محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی، ص:۹، ۱۰، ناشر اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدرآباد دکن، سال اشاعت ۲۰۱۷۔

کی راہیں مسدود ہوگئی ہیں اور صاحبان جبہ دستار نے گھر سے نکلنا بند کر دیا۔

پنڈوہ، بنگال کے مشہور و معروف عالم دین علاء الحق پنڈوی آج کل آزمائشوں میں گھیرے ہوئے ہیں، کسی انجانی طاقت نے ان کی زبان بند کردی ہے، وہ اپنا مسیحا تلاش کرنے کے لیے اپنے نور فراست سے مسافرانِ منزل معنوی پر شب خون مار رہے ہیں، ان کے سینہ سے گنجینۂ علم وادب سلب کر رہے ہیں، اگر وقت رہتے ہوئے اس عالم دین کو نہ روکا گیا تو عین ممکن ہے کہ بنگال علم دین کا کنگال نہ بن جائے۔

محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی نے یوں منظر کشی کی ہے:

''اُس عدالت عالیہ میں بنگالی ڈاکہ کے خلاف صدائے احتجاج میں ہر گوشہ سے عرضیاں آنے لگیں اور کتنوں نے جا کر زبانی عرض حال کیا اور استغاثہ کیا کہ جلد توجہ فرمائی جائے ورنہ عنقریب ہندوستان نور ولایت کے فقدان سے تاریک ہو جائے گا۔''(۱)

اِدھر معاملہ یہ تھا کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کو عالم ربانی شیخ فخر الدین زرادی اور ماہر علوم عربیہ شیخ رکن الدین اندرپتی نے علم کی بھٹی میں تپا کر کندن بنا دیا تھا، اب وہ مسند درس وافتا کے لائق ہو چکے تھے، مرتبۂ افادیت پر فائز ہو چکے تھے، اب انھیں مزید علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی، شیخ کی باطنی تربیت اور علم دین کی نورانیت نے ان کی ذات کو روشن ستارہ کی حیثیت دے دی تھی جنھیں دیکھ کر لوگ رہنمائی پا سکیں، مگر ان بزرگوں کی تربیت نے انھیں عاشق علمِ دین بنا دیا تھا، اب وہ ہمہ وقت علم دین کی تلاش وجستجو میں لگے رہتے تھے، اور دربار شیخ کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہو رہے تھے، ایک دن سلطان المشائخ کے دربار میں ایک واقعہ رونما ہوا، بالفاظِ محدث اعظم ہند: ''حضرت سلطان المشائخ نے خلفاء کے مجمع کو مخاطب ہو کر کہا:

تم میں کون ہے جو اِس ڈاکو کی سرکوبی کر سکے؟

سب حضرات دم بخود تھے، صرف حضرت مخدوم اخی سراج الحق عثمان قدس سرہ نے جرأت فرما کر عرض کیا کہ: ارشاد ہو تو یہ خدمت میں بجا لاؤں۔ حضرت سلطان المشائخ کو اِس سے بے حد

۱۔ مرجع سابق، صفحہ ۱۰، ۱۱۔

مسرت ہوئی، فرمایا کہ: یہ کام تمہارا ہی تھا۔''(۱)

رعب علائی ودعائے محبوب الٰہی

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو یہ تو اقرار کرلیا کہ شیخ عمر علاء الحق پنڈوی کی علمی برتری کا سامنا کرنے کے لیے ہم تیار ہیں، مگر دل کی دھڑکنوں کو اطمینان نہیں تھا، وہ آپس میں سرگوشیاں کررہی تھیں کہ: اخی سراج! تو ایسی عبقری ذات کے پاس جارہا ہے جس کے رعب ودبدبہ کی گونج دہلی کی دہلیز تک سنائی دے رہی ہے، تو اکیلا اس کا سامنا کیسے کرپائے گا؟ ان خیالوں نے آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان کو ذہنی الجھنوں میں الجھا کر رکھ دیا، بارگاہ مرشد میں عرض گزار ہوئے جس کی تعبیر محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں پیش قارئین ہے:

اخبار الاخیار میں ہے:

''چوں شیخ اخی سراج بانعمت خلافت از پیش شیخ نظام الدین رخصت یافت، و خواست کہ بجانب وطن اصلی متوجہ شود، بخدمت وی التماس کرد کہ: درآنجا شیخ علاء الدین مردے دانش مند وعالی جاہ است، مرا باوے چگونہ بسر آید، فرمود کہ غم مخور کہ وے خادم تو خواہد بود، وآں چناں شد کہ شیخ فرمودہ بود۔'' جب شیخ اخی سراج الدین کو شیخ نظام الدین اولیا سے نعمت خلافت کے ساتھ اپنے آبائی وطن جانے کی اجازت ملی تو جاتے وقت عرض کیا کہ: حضور! وہاں ایک بلند پایہ عالی جاہ عالم شیخ علاء الدین رہتے ہیں، میرا اور ان کا نباہ کیسے ہوگا؟ شیخ نظام الدین اولیا نے فرمایا کہ: کوئی غم نہ کرو، وہ تمہارا خادم بن کر رہے گا چنانچہ جیسا خواجہ نظام الدین نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔''(۲)

خزینۃ الاصفیاء کے مصنف مفتی غلام سرور لاہوری نے لکھا ہے کہ:

''جن دنوں شیخ آئینہ ہند اخی سراج الدین حضرت خواجہ محبوب الٰہی سے خرقۂ

۱۔ مرجع سابق، صفحہ:۱۱۔

۲۔ اخبار الاخیار فارسی، شیخ محدث عبدالحق دہلوی، ص ۱۳۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، سن اشاعت ۱۲۸۰ھ۔

خلافت پاکر جدا ہونے لگے تو آپ نے آپ کی خدمت میں استدعا کی کہ یہاں ایک عالم دین اور دانشور مفکر ہے جس سے ہمیں تابِ بحث ومناظرہ نہیں ہے، وہ عام طور پر مسائل دینیہ پر گفتگو کرنے آجاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: فکر نہ کرو، وہ ایک دن آپ کا مرید ہوجائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔'' (۱)

اخبار الاخیار اور خزینۃ الاصفیاء کی اسی بات کو مولانا عزیز یعقوب ضیائی بنارسی نے جدید طرز نگارش کا یوں جامہ پہنایا ہے:

''سند علم کے حصول کے بعد سیدنا محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے آپ (آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ) کو کلاہ درویشی اور خرقۂ خلافت عطا کیا اور بنگال کی مسند ارشاد وتبلیغ تفویض کی، فرط تواضع میں آپ بارگاہ خواجہ میں عرض رسا ہوئے کہ: مخدومی ومولائی! پنڈوہ میں تو ایک بہت بڑے عالم، فاضل، امیر کبیر، صاحب عز ورسوخ رہتے ہیں، جن کے اثر اقتدار سے پورا شہر زیر بار ہے اور جن کی چادرِ عظمت دلوں کے آفاق پر سایہ فگن ہے، ایسے عالی جاہ کے سامنے میری آواز صدا بصحرا ہوجائے گی، سیدنا خواجہ کے قلب کشف زار کی آواز نوک زبان سے آشنا ہوئی اور عالم اطمینان واعتماد میں فرمایا: فکر فردا کی ضرورت نہیں ہے، جاؤ، جاؤ! وہ تمہارا حاشیہ بردار ہوگا، اس کا گلوئے ناز تمہارے طوق منت سے گراں بار ہوگا، اس کا سر غرور تمہاری چوکھٹ پہ جبہ سا ہوگا، اس کی مژگان چشم تمہارے آستانے پر مروحہ جنبانی کرے گی، اس کا دست عظمت تمہارے در کا جاروب کش ہوگا، اس کا ساغر دل تمہاری شراب روحانیت سے لبالب ہوگا، اس کے قدم شوکت میں تمہاری محبت کی بیڑیاں ہوں گی، اس کا ہیکل جسم تمہارے جلال عشق کے تیور سے لرزیدہ ہوگا۔ سیدنا اخی سراج قدس سرہ کو انشراح صدر میسر ہوا۔'' (۲)

۱۔ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیا، ج:۲، ص:۲۴۶، مکتبہ نبویہ لاہور۔

۲۔ لطائف اشرفی، ترجمہ سید عبد الحئ اشرف، مقدمہ ص:۲۷، ۲۸، مضمون نگار مولانا عزیز یعقوب ضیائی، ناشر مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ شریف، سن اشاعت ندارد۔ ملخصاً۔

باب دہم

پنڈوہ شریف ورود مسعود

اور

شیخ عمر علاء الحق پنڈوی

کی ارات مندی

دہلی سے لکھنوتی روانگی

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرومرشد سلطان الاولیا سید محمد نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعائے خاص لے کر دہلی سے لکھنوتی کے لیے روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت آپ کا قافلہ کتنا بڑا تھا یہ بتا پانا بہت مشکل ہے، البتہ بعض مصادر ومراجع کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تنہا روانہ نہیں فرمایا تھا، بلکہ معزز علمائے کرام کی ایک جماعت آپ کے ساتھ تھی جن میں سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی برادرزادہ سید محمد ابراہیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔

مولانا سید قیام الدین نظامی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہ نے اپنے حقیقی بھائی سید جمال الدین بدایونی ابن خواجہ سید احمد بدایونی کے انتقال کے بعد، ان کے خوردسال لڑکے سید ابراہیم کو اپنے پاس دہلی بلوالیا، سید ابراہیم نے اپنے چچا محبوب الٰہی کی خدمت میں رہ تعلیم وتربیت حاصل کی، بعض تذکرہ نگاروں نے حضرت سید ابراہیم کو حضرت محبوب الٰہی کے چچازاد بھائی کا بیٹا لکھا ہے، **جب حضرت اخی سراج الدین کو حضرت محبوب الٰہی کی طرف سے بنگال جانے کا حکم ہوا، تو حضرت سید ابراہیم بھی ساتھ کردئے گئے**، جہاں آپ کا مستقل قیام پنڈوہ میں ہوا، حضرت سید ابراہیم کی شادی پنڈوہ میں حضرت پیر بدرالدین بدرعالم زاہدی کی ہمشیرہ سے ہوئی، جو حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی کی سالی تھیں، اس طرح حضرت ابراہیم ابن سید جلال الدین بدایونی اور شیخ علاء الحق پنڈوی ہم زلف تھے۔'' (۱)

سلطان المشائخ نے اپنے چہیتے مرید اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھنوتی روانہ کرتے وقت اپنے اہل وہم خیال اشخاص کے علاوہ بہت سے تبرکات اور خرقہ بھی

۱۔ شرفا کی نگری، تذکرۂ صوفیائے بہار، سید قیام الدین نظامی، ج:۱، ص:۱۲۶، ناشر نظامی اکیڈمی کراچی، سال اشاعت ۱۹۹۵ء۔

عطا فرمایا تھا، گویا اخی سراج الدین آئینۂ ہند رحمۃ اللہ علیہ کو علما و سادات کی علمی قوت کے ساتھ ساتھ مشائخ عظام کی روحانی قوت بھی مہیا فرمائی تھی، تا کہ شیخ علاء الحق پنڈوی جیسی عبقری شخصیت کا رعب و دبدبہ مثل چاندنی اور اخی سراج الدین کا رعب و دبدبہ مثل سورج قائم رہے اور شیخ علاء الحق اپنے علم وعمل کو روشن و تابناک رکھنے کے لیے اخی سراج کے نور ولایت کے محتاج ہو جائیں۔

محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''بہت سے تبرکات اور خرقہ عطا فرما کر اس مہم پر مخدوم سراج الحق کو دہلی سے روانہ فرمایا۔''(۱)

دہلی سے بنگال کا یہ سفر کتنے ماہ و سال میں طے ہوا، کتب تاریخ میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا، راہ سفر میں کن کن مقامات سے گزر ہوا اور کن شخصیات سے ملاقاتیں رہیں، یہ بھی واضح نہیں ہو پاتا۔ محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی کی ایک مختصر عبارت یہ بتاتی ہے کہ اس سفر کو طے کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگا، اور قرینۂ قیاس بھی یہی ہے کہ مرشد نے جس مہم کے لیے بھیجا ہے براہ راست اسی کو سر کیا جائے، راستہ میں بلا ضرورت و بے مقصد قیام سے گریز کیا جائے۔

رسالہ 'شیخ العالم علاء الحق گنج نبات' میں ہے کہ:

''حضرت مخدوم اخی سراج الحق نے بنگال کا سفر فرمایا اور تبرکات اور دعاء شیخ کی بدولت یہ مسافت بعیدہ بہت جلد طے ہو گئی۔''(۲)

شیخ عمر علاء الحق پنڈوی کی ارادت مندی

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ ایسے تو کئی بار بنگال

۱۔ شیخ العالم علاء الحق گنج نبات، محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی، ص:۱۱، ناشر اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدر آباد دکن، سال اشاعت ۲۰۱۷۔

۲۔ نفس مرجع، ص:۱۲۔

آ چکے تھے، اپنی والدہ کی حیات میں بنگال کو ہر سال آپ کی پابوسی کا شرف ملتا تھا، مگر اس دورہ کی بات ہی نرالی تھی، اس بار آپ خود اپنی مرضی سے نہیں آئے تھے، بلکہ سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک اہم مہم کو سر کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ اس لیے اس سفر کی اہمیت وشان الگ تھی، علما و مشائخ نے اسی اہمیت کے پیش نظر خاص رعایت کے ساتھ اپنے تذکروں میں اس کا ذکر کیا ہے۔

بہر حال جب آپ بنگال پہنچے، درسگاہ علائیہ میں نزول اجلال فرمایا، حسب معمول شیخ علاء الحق پنڈوی کے درباریوں نے آپ کے سامنے گرم پانی پیش کیا، پھر کیا ہوا؟ اس کی منظر کشی محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی کے رواں قلم سے ملاحظہ کیجیے۔

محدث اعظم ہند لکھتے ہیں کہ:

''کہتے ہیں کہ جب آپ پنڈوہ پہونچے تو حسب معمول مولانا علاء الحق نے کھولا ہوا پانی وضو کے لیے رکھ دیا۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ فقیر دور کا مسافر ہے اور بڑی لمبی مسافت طے کر کے آرہا ہے، صرف وضو سے تھکان سفر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ یہ فرمایا اور دست اقدس سے گرم دیگ کو آتشدان سے اٹھا کر سر اقدس پر اُنڈیل لیا۔ پانی ایسا تھا کہ عام بشری قوت سے دیگ کا چھونا ہی دشوار تھا، سارے بدن کی کھال اُتر آتی، مگر حضرت مخدوم نے غسل فرمایا اور ایک رونگٹا بھی متأثر نہ ہوا۔

مولانا علاء الحق کی زندگی میں اِس منظر کے معاینہ کا پہلا واقعہ تھا، انگشت بدنداں ساری کیفیت دیکھتے رہے اور بے اختیار مخدوم کے قدم پر سر رکھ دیا اور عرض کیا کہ میرا گذشتہ مشغلہ اِسی دن کے لیے تھا کہ آپ کے قدم یہاں آئیں۔ میں سمجھتا تھا کہ میری اصلاح کے لیے آپ کو آنا پڑے گا۔ اب میں اُس شغل کو ہمیشہ کے لیے چھوڑتا ہوں اور قدم مخدوم کو اپنے گذشتہ کا شفیع اور آیندہ کا ضامن بناتا ہوں اور دست حق پرست پر توبہ و بیعت کرتا ہوں، چنانچہ حضرت مخدوم نے مولانا علاء الحق کو حسب قاعدہ بزرگان چشت داخل سلسلہ فرمایا۔'' (۱)

۱۔ نفس مرجع، نفس صفحہ۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز ایک رحمت والے نے سمجھا دیا چند اشاروں میں

یہاں پر ایک قول یہ ہے کہ:

شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ کو آئینۂ ہندوستان مخدوم اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ بذات خود ان کے پاس تشریف لے گئے، اور دعائے صحت کی گزارش کی جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارت سے عیاں ہوتا ہے۔

''جس وقت آپ کا ورود مسعود لکھنوتی میں ہوا اس وقت **سیدنا علاء الحق والدین قدس سرہ مبتلائے عوارض تھے، زندگی کی خیرات مانگنے کے لیے در عثمانی میں آئے**، دیکھا کہ جبین اقدس نور ولایت سے چمک رہی تھی اور چہرۂ مقدس پر فقر وعرفان کا جلوہ جگمگا رہا تھا، پس چشمہائے وارفتہ محو نظارہ ہوگئیں، آنکھیں عالم سرخوشی وسرمستی میں جام محبت پی پی کر اور بھی مخمور ہوگئیں، دل کی انگیٹھی میں عشق کی آگ روشن ہوگئی، اور آن واحد میں اس کی سوزش وتپش دنیوی حرص وآز کے قلعے اور فانی عزت وشوکت اور جاہ وجلال کے تاج محل کو خاکستر کرگئی، کائنات وجود میں ایک زبردست انقلاب برپا ہوا اور پیشانی مبارک جس کو کبھی محل وزارت کی عظمتیں سلام کرتی تھیں اب وہ ایک گدائے بے نوا کے قدموں پر خم تھیں، اور وہ سراقدس جو کبھی نرم وگداز سجادے کی زینت تھا اب وہ ایاغ بیعت میں سجا کر درویش جہاندیدہ کے دل مصفٰی میں ڈال دیا گیا، اور وہ جسم اطہر جو کبھی لباس فاخرہ سے آراستہ تھا، اب وہ گدڑی میں ملبوس ودلق پوش تھا، اور وہ زبان مزکیٰ جس پر کبھی شہرت ونا موری کے ترانے تھے اب اس پر فقر وانکساری کے زمزمے جاری تھے۔'' ان کے در کی بھیک اچھی، سروری اچھی نہیں۔'' (۱)

اس قول کو محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے محققین کا قول قرار دیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ:

۱۔ لطائف اشرفی، ترجمہ سید عبد الحئی اشرف، مقدمہ ص: ۲۷، ۲۸، مضمون نگار مولانا عزیز یعقوب ضیائی، ناشر مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ شریف، سن اشاعت ندارد۔ ملخصاً۔

''محققین کے نزدیک بیعت کے لیے خود مولانا علاء الحق حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔''(۱)

بہر حال آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا مشن پورا ہوا، شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ نے سر نیاز خم کیا اور اپنا ہاتھ آئینۂ ہند کے ہاتھ میں دے کر ہمیشہ کے لیے آپ کے مرید ہو گئے۔ بیعت وارادت کے بعد شیخ اخی سراج الدین نے شیخ علاء الحق پنڈوی سے گنج نبات لقب اختیار کرنے کی وجہ پوچھی، آپ نے اپنا سابقہ قول ''وہ [شیخ الشیوخ بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ] گنج شکر ہیں اور میں گنج نبات ہوں'' کی تاویل پیش کی، شیخ اخی سراج الدین نے آپ کی پیش کردہ تاویل قبول فرمائی۔

حضرت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ:

''چنانچہ حضرت مخدوم اخی سراج الحق نے آپ سے پہلا سوال اسی جملہ کے متعلق بعد بیعت وارادت کے کیا تھا، آپ نے فرمایا کہ: حضور میں نے جو کہا تھا، وہ اب بھی کہتا ہوں! وہ مرید میری مراد کو نہ سمجھ سکا! نبات (۲)، کی اصل شکر ہی ہے، بابا صاحب گنج شکر تھے اور میں اُنھیں سے بنا ہوا گنج نبات ہوں اس جواب کو حضرت مخدوم نے قبول کر لیا اور اُسی دن سے آپ کا یہ مشہور لقب ہو گیا۔''(۳)

گنج نبات لقب اختیار کرنے، شیخ علاء الحق پنڈوی کا علما و مشائخ کو آزمانے اور آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وارادت حاصل کرنے کے سلسلے میں روایتوں میں کثیر اختلاف ہے۔ تفصیل کے لیے راقم السطور کی کتاب ''**حیات مخدوم العالم**'' کا مطالعہ کریں۔

۱۔ شیخ العالم علاء الحق گنج نبات، محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی، ص: ۱۲، ناشر اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدر آباد دکن، سال اشاعت ۲۰۱۷ء۔

۲۔ نبات بنگال میں ایک قسم کی مٹھائی کو کہتے ہیں، علاقۂ مرشد آباد میں آج بھی یہ مٹھائی تاڑ کے گُڑ سے تیار کی جاتی ہے، وہاں کے لوگ اسے لُبات (نبات کا بگڑا ہوا لفظ) کہتے ہیں، ممکن ہے قدیم زمانے میں شکر سے بنائی جاتی رہی ہو۔ لغت میں نبات کے معنی مصری، قند وغیرہ ہیں۔ دیکھیے: فیروز اللغات، جامع ایڈیشن، مولوی فیروز الدین، ص: ۱۳۴۹، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹیڈ، لاہور، سال اشاعت ۲۰۱۰ء۔

۳۔ نفس مرجع، ص: ۲۲۔

اول الخلفاء کی توجیہ

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین دہلوی کے مریدانِ ولایتِ ہندوستان (بلادشرقیہ) اورصوبۂ اودھ میں سب سے پہلے مرید تھے۔ اکثر تذکرہ نویسوں نے اپنے تذکروں میں اس کا ذکر کیا ہے، خودعلامہ سید محمد بن مبارک کرمانی معروف بہ میر خورد نے سیر الاولیا میں اس کا ذکر کیا ہے، لیکن بعض مصادر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کواول خلیفہ بھی کہا گیا ہے۔گذشتہ اوراق میں ہم نے قارئین سے وعدہ کیا تھا کہ موقع ومحل کے اعتبار سے ہم اس پر گفتگو کریں گے۔لہذا اب حوالوں کی تجدید کے ساتھ قارئین کرام کے سامنے اول الخلفا ہونے کی توجیہ پیش خدمت ہے۔

شیخ نظام یمنی خلیفۂ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہما الرحمہ نے لکھا ہے کہ:

''اخی سراج **سرزمین اودھ ومملکت ہندوستان کے پہلے شخص ہیں جوحضرت کی ارادت وخلافت سے مشرف ہوئے۔**''(۱)

محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی نے لکھا ہے کہ:

''آپ کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ ولایت ہندوستان وصوبہ اودھ میں آپ ہی کی سب سے پہلی ذات مقدس تھی جو حضرت سلطان المشائخ کی ارادت وخلافت سے ممتاز ہوئی اوراس بنا پر آپ کواس ملک میں **اول الخلفاء** کہا جا سکتا ہے۔''(۲)

زمانۂ قدیم میں مشائخ کا یہ دستور تھا کہ وہ دورو دراز علاقوں میں اسلام کی نشرو اشاعت اورتبلیغ وہدایت کے لیے اپنے مریدوں کو بھیجا کرتے تھے، شیخ کی طرف سے ارشاد وتبلیغ کی جن حضرات کواجازت مل جاتی، وہ خلفا کہلاتے تھے، سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے اعلیٰ مریدوں میں جن کوسب سے پہلے تبلیغی اجازت ملی وہ غالباً آئینہ ہندوستان رحمۃ اللہ علیہ کی ذات تھی، سلطان المشائخ نے اپنی حیات ہی میں ان کو بڑے اہتمام کے ساتھ لکھنوتی

۱۔ لطائف اشرفی، حضرت نظام یمنی، ترجمہ حضرت علامہ شمس بریلوی، ج:۱،ص:۵۴۸،ناشر شیخ محمد ہاشم اشرفی پاکستان، سن اشاعت ندارد۔

۲۔ ماہنامہ اشرفی۔جلد 2 /شمارہ نمبر 11، ربیع الآخر 1343ھ/نومبر 1924ء۔

روانہ فرمایا تھا، شاید یہی وجہ سے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اول الخلفا کہا جاتا ہے۔ **و اللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔**

سلطان الاولیا سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی نے، آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ کر باقی خلفا کو اپنے وصال سے چند ایام پیش تر خدمت دین کے لیے علاقہ سپرد فرمایا تھا اور اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے وصال سے بہت پہلے بنگال روانہ فرمایا تھا۔ اس دعوی کے جز ثانی کی تصدیق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے گذشتہ اوراق میں ہو چکی ہے، اور جز اول کی تصدیق کے لیے محمد قاسم فرشتہ کی تاریخ سے مقتبس مندرجہ ذیل عبارت قارئین کی خدمت میں پیش ہے:

مؤرخ قاسم فرشتہ ہندو شاہ نے لکھا ہے کہ:

''شیخ نظام الدین اولیا کا سن مبارک پنچانوے کو پہنچا، وہ جناب سات مہینے مرض حبس بول و غائط میں مبتلا رہے، ایک روز اقبال کو طلب کر کے فرمایا کہ اسباب اور زر نقد سے جو کچھ میری ملکیت میں ہے حاضر کر، تو آدمیوں میں تقسیم کروں، اس نے جواب دیا کہ زر نقد سے تو کچھ ایک حبہ میری تحویل میں نہیں ہے، ہر روز کی آمدنی اسی دن صرف ہو جاتی ہے، لیکن کئی ہزار من غلہ انبار خانہ میں موجود ہے، ہر روز لنگر میں خرچ ہوتا ہے، شیخ نے فرمایا: اسے کس واسطے نگاہ رکھا ہے؟ جلدی اسے برآوردہ کر اور مستحقوں کو پہنچا، یہ فرما کر بقچہ جامہ کا طلب کر کے، ایک دستار اور ایک پیرہن اور ایک مصلائے خاص، مولانا برہان الدین غریب کو عطا کیا اور انھیں دکن کی طرف رخصت کیا، اور ایک پگڑی اور ایک کرتا اور ایک جانماز شیخ یعقوب کو دے کر گجرات کی سمت روانہ کیا اور اسی طور سے مولانا جمال الدین خوارزمی، مولانا شمس الدین یحیٰ کو ایک ایک دستار اور مصلا عنایت کیا اور بقچہ میں کوئی شئ قسم جامہ سے باقی نہ رکھی، اور ان دنوں میں شیخ نصیر الدین اودھی حاضر نہ تھے، انھیں کچھ عنایت نہ ہوا۔

اس سبب سے تمام حصار مجلس حیران رہے، لیکن بعد چند روز کے بروز چہار شنبہ ربیع الاول کی اٹھارویں تاریخ ۷۲۵ سات سو پچیس ہجری میں بعد نماز ظہر سلطان الاولیا نے نصیر الدین اودھی کو طلب کر کے خرقہ اور عصا، مصلا اور تسبیح اور کاسۂ چوبیں یعنی کچکول وغیرہ جو کچھ

شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر سے اس جناب کو پہنچا تھا، انھیں سب عنایت فرمایا اور حکم ہوا کہ تم دہلی میں رہ کر آدمیوں کی قضا اور جفا اٹھاؤ، پھر بعد نماز عصر کہ آفتاب غروب نہ ہوا تھا، سلطان الاولیا جوار رحمت حق میں واصل ہوئے۔''(۱)

مذکورہ عبارت سے ہمارے دعوی کی تصدیق ہوگئی کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان کو حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے تبلیغ وارشاد کے لیے بنگال روانہ فرمایا تھا اور دیگر خلفا حضرات کو اپنے وصال سے چند ماہ پیش تر مختلف علاقوں میں بھیجا تھا۔ اس طرح شیخ اخی سراج الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ کو ''اول الخلفا'' کہنا درست ہوگیا۔

مؤرخ قاسم فرشتہ اور محقق شیخ عبد الحق دہلوی کی عبارتیں باہم متضاد

گذشتہ اوراق میں ہم نے محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اخبار الاخیار فی اسرار الابرار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ: آئینۂ ہند اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھنوتی بنگال روانگی کے وقت سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ: ''وہاں شیخ علاء الحق پنڈوی جیسے دولت مند و دانش مند عالم متبحر ہیں، ان سے میرا نباہ کیسے ہوگا''؟ حضرت سلطان المشائخ نے انھیں بشارت دی تھی کہ: ''تمھیں ان سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہے وہ تمہارا مرید ہو جائے گا۔''

مولانا قاسم فرشتہ ہندو شاہ نے اپنی مشہور تصنیف تاریخ فرشتہ میں یہی بات حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کی طرف منسوب کر کے لکھی ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ:

''مشہور ہے کہ جب شیخ نصیر الدین اودھی نے انھیں بنگالہ کی طرف رخصت عطا فرمائی، انھوں نے عرض کیا کہ: اس مملکت میں شیخ علاء الدین قل تشریف رکھتے ہیں اور

۱۔ تاریخ فرشتہ مترجم، محمد قاسم فرشتہ، ج: چہارم، ص: ۴۷۳، ناشر ایوب پبلی کیشنز دیوبند، سال اشاعت ۲۰۰۹۔

اس طرف کی تمام خلقت ان سے رجوع ہے، میرا رہنا اس ملک میں کیا اثر بخشے گا، شیخ نے فرمایا کہ: ''تم اوپر، دے قل'' یعنی تم بالا اور وہ زیر، شیخ اخی سراج پروانہ اپنے کام کی بشارت سن کر بنگالہ کی طرف راہی ہوئے مگر جس روز کہ شیخ علاء الدین قل کی طرف ملاقات کو گئے، وہ شیخ کے اس ملک میں آنے سے آزردہ خاطر ہوئے، خبر ان کی تشریف آوری کی سن کر، چار پائی پر چارزانو ہوکر بیٹھے، اور جب شیخ تشریف لائے، انھیں سلام کیا تو انہوں نے تواضع نہ کی، اسی طریق سے بیٹھے رہے، اور شیخ اخی سراج پروانہ چار پائی سے اتر کر نیچے بیٹھے، اور بہ بشاشت تمام کلام حقانی اور معارف سے شروع کئے، خدا جانے شیخ علاء الدین قل کو کیا مشاہدہ ہوا، جو یکا یک چار پائی سے اتر کر نیچے بیٹھے اور شیخ اخی سراج پروانہ کو بمبالغۂ تمام چار پائی پر بیٹھا کر ان کے مرید ہوئے۔''(۱)

مؤرخ قاسم فرشتہ اور محقق عبد الحق دہلوی کی عبارتوں میں تطبیق کی صورت

مذکورہ دونوں روایتوں میں تطبیق کی صورت اس طرح نکالی جاسکتی ہے کہ ان روایتوں کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ ہے وقت رخصت کا مکالمہ، اور دوسرا حصہ ہے شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا معاملہ۔

بوقت رخصتِ بنگال شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے گفت وشنید حضرت سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی، یہی صحیح ہے، کیوں خود تاریخ فرشتہ میں ہے: ''اخی سراج الدین آئینۂ ہند رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بعد خلافت، ملک بنگال کی خدمت سپرد ہوئی تھی۔'' نیز انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ: ''جب اخی سراج الدین لکھنوتی سے دہلی واپس ہوئے تو سلطان المشائخ کا وصال ہو چکا تھا۔'' اس لیے وہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور ان سے بھی خلافت پائی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤرخ قاسم فرشتہ بھی مانتے ہیں کہ حضرت اخی سراج الدین، سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں لکھنوتی روانہ ہوئے

۱۔ تاریخ فرشتہ مترجم، محمد قاسم فرشتہ، ج: چہارم ص:۶۷۷، ناشر ایوب پبلی کیشنز دیوبند، سال اشاعت ۲۰۰۹۔

تھے، لہذا یہ کہنا درست ہے کہ شیخ علاء الحق پنڈوی کے بارے میں تبادلۂ خیال حضرت سلطان المشائخ سے کیا گیا تھا، یہی قرین قیاس وراجح ہے۔ تاریخ فرشتہ میں شاید ناسخ کی غلطی سے ''نظام الدین'' کی جگہ ''نصیر الدین'' لکھ گیا ہے۔ **و اللہ تعالیٰ أعلم و علمه أکمل و أتم۔**

حضرت اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ جب دہلی سے لکھنوتی پہنچے، شیخ علاء الحق پنڈوی سے ان کی ملاقات ہوئی، ملاقات کے وقت جو واقعات بیان کئے جاتے ہیں، وہ یہ ہیں:

[۱] شیخ اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کا کھولتے ہوئے پانی سے وضو کرنا۔

[۲] خانقاہ علائیہ کے مشہور ''میٹھا تالاب'' کے پانی کو سلطان المشائخ کے عطا کردہ لوٹے میں وضو کے لیے لینا اور شیخ علاء الحق پنڈوی کے سینے کا علم سے خالی ہو جانا۔

[۳] شیخ علاء الحق پنڈوی کا امتحاناً حضرت اخی سراج الدین سے سوالات پوچھنا اور جوابات دیتے وقت مشائخ سلسلہ چشتیہ کا ظاہر ہونا اور ان کی زیارت سے شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہار مان لینا۔

[۴] شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا شیر کی سواری پر حاضر دربارِ اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ ہونا اور اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مٹی کی دیوار پر سوار ہو کر ان کا استقبال کرنا۔

[۵] شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا چارپائی پر بیٹھے رہنا اور شیخ اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کا زمین پر بیٹھنا پھر آثار بزرگی دیکھ کر شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا معذرت خواہ ہونا۔

مذکورہ واقعات میں سے کوئی ایک واقعہ ضرور واقع ہوا ہے۔ اس کی تعیین مجھ جیسے کم سواد سے مشکل ہے۔ **اللہ تعالیٰ یعلم بحقیقة الحال۔**

باب یازدہم

اساتذہ ومربیین

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج کے مرشد کامل

آ چشم آرزو کی گہرباریاں تو دیکھ　　　لٹتے ہیں صبح وشام خزانے نئے نئے

نام والقاب:

نام محمد، محبوب الٰہی، سلطان المشائخ اور نظام الدین القاب ہیں والد گرامی کا نام احمد اور دادا جان کا نام علی تھا۔

حسب ونسب اور ولادت باسعادت:

سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین ابن خواجہ سید احمد ابن خواجہ سید علی حسینی بخاری ابن سید عبداللہ ابن سید حسن............. انیس واسطوں سے نسب نامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچتا ہے۔سیدہ بی بی زلیخا بنت خواجہ سید عرب حسینی بخاری ابن سید محمد ابن سید حسن حضرت سلطان المشائخ کی والدہ ہیں۔............ سید حسن تک جاکر مادری و پدری نسب نامہ مل جاتا ہے۔تاریخ فرشتہ کے مطابق سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کی ولادت ماہ صفر ۶۳۴ ھ میں بدایوں میں ہوئی۔"(۱)

آپ کے دادا سید خواجہ علی اور نانا سید خواجہ عرب دونوں سادات بخارا میں سے تھے۔ دونوں کے درمیان برادرانہ و دوستانہ تعلقات تھے۔چنگیزی تباہ کاریوں سے متأثر ہوکر یہ دونوں بزرگ ہندوستان تشریف لائے تھے۔

تعلیم وتربیت:

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ ابھی اپنی عمر کے پانچویں پائیدان ہی پر تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ نے نہایت صبر واستقلال کے ساتھ آپ کی

۱۔تاریخ فرشتہ مترجم،محمد قاسم فرشتہ،ج: چہارم،ص:۶۷۷،ناشر ایوب پبلی کیشنز دیوبند،سال اشاعت ۲۰۰۹۔

پرورش و پرداخت فرمائی۔ پڑھنے کے لائق ہوئے تو مکتب بھیجا، مولانا علاء الدین اصولی بدایونی کی شاگردی اختیار کرنے کا شرف ملا، نہایت قلیل مدت میں ابتدائی تعلیم کی تکمیل ہوگئی۔جب متوسطات کی طرف مائل ہوئے اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''مختصر القدوری'' پڑھ چکے تو استاذ گرامی کی خواہش پر ایک سادہ اور مختصر سی تقریب میں شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وفیض یافتہ حضرت خواجہ علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں دستار بندی ہوئی، دستار بندی کے بعد سلطان المشائخ نے مجلس میں موجود علما و مشائخ سے دعائیں حاصل کیں۔علامہ سید محمد بن مبارک کرمانی علوی نے اس منظر کو ان لفظوں میں قید کیا ہے:

''اول سر در قدم خواجہ علی آورد و خواجہ دعا کرد: حق تعالی ترا از علمائے دیں گرداناد، و بمنتہائے ہمت رساناد، بعدہ سر در قدم اہل مجلس می آورد و دعاہائے آں صادقاں را خریداری می کرد۔'' سلطان المشائخ نے خواجہ علی کی قدم بوسی کی انہوں نے دعا دی: اللہ تعالی تمھیں عالم دین بنائے اور روحانیت کی انتہا تک پہنچائے۔ پھر دیگر حاضرین مجلس کی قدم بوسی کر کے ان کی دعاؤں سے شاد کام ہوئے۔''(۱)

علامہ علاء الدین اصولی بدایونی کی درسگاہ سے فراغت کے بعد آپ نے علم لغت کی تحصیل فرمائی اور اس فن میں مکمل ملکہ وعبور حاصل کرلیا۔

دہلی میں قیام اور اعلی تعلیم کا حصول:

اعلی تعلیم کے لیے حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے بدایوں سے دہلی کا سفر فرمایا۔مؤرخ قاسم فرشتہ کے مطابق یہ سفر پچیس سال کی عمر میں ہوا۔راجح یہ ہے کہ بدایوں سے دہلی کے لیے سولہ سال کی عمر میں سفر فرمایا، اتفاق سے دہلی میں آپ کا قیام اپنے پیر ومرشد شیخ الشیوخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے برادر گرامی حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے پاس ہی ہوا۔

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ جب دہلی پہنچے یہاں ناصر الدین محمود کی حکومت تھی، غیاث الدین بلبن اس حکومت میں وزیر اعظم تھے اور حضرت علامہ شمس الدین

۱۔سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۹۵، ۹۶، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

خوارزمی المقلب بہ ''شمس الملک'' استاذ الاساتذہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ سلطان المشائخ نے علامہ شمس الملک کے سامنے زانوئے ادب تہ فرمایا اور تین سال سے زائد عرصہ تک ان کی خدمت میں تحصیل علوم کرتے رہے۔

حضرت شمس الملک کو حضرت سلطان المشائخ سے خاص تعلق ہو گیا تھا، وہ آپ کو اپنے خاص حجرہ میں تعلیم فرماتے تھے، باقی تلامذہ کو باہر درس دیتے تھے۔ اس خاص حجرہ میں حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ملا قطب الدین ناقلہ اور ملا برہان الدین عبد الباقی بھی پڑھا کرتے تھے(۱) حضرت شمس الملک علیہ الرحمہ ہزار معذرت کے باوجود سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کو اپنے ساتھ بٹھاتے تھے اور اپنے ساتھ کھلاتے تھے۔ وقت کی اس عظیم و مایہ ناز شخصیت نے سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کو اپنی مخصوص نگاہ عنایت سے نکھار دیا تھا۔

قیام دہلی کے دوران حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ واصول فقہ میں کمال حاصل کیا پھر علوم ادبیہ کی طرف توجہ فرمائی تو ''مقامات حریری'' کے چالیس مقامے زبانی یاد کر لئے۔ ان علوم وفنون کو آپ نے علامہ شمس الدین وامغانی سے اکتساب کیا۔

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث اس زمانے کے محدث کبیر شیخ محمد بن احمد ماریکلی معروف بہ مولانا کمال الدین زاہد سے حاصل کیا۔ آپ نے ان سے ''مشارق الانوار'' کا درس لیا اور پوری کتاب زبانی یاد کر لیے۔''(۲)

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت وارادت کے بعد چند سالوں تک شیخ الشیوخ بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی علم حاصل کیا۔ آپ نے شیخ الشیوخ سے عوارف المعارف کا درس سبقاً سبقاً پڑھا۔

سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کا علمی استحضار اس قدر مضبوط تھا کہ محفل میں آپ کے سامنے کسی کو جنبش لب کی ہمت نہیں ہوتی تھی، ہر کوئی خاموش رہنے ہی میں اپنی عافیت سمجھتے

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: تاریخ فرشتہ مترجم، محمد قاسم فرشتہ، ج: چہارم، ص: ۷۶۳، ناشر ایوب پبلی کیشنز دیوبند، سال اشاعت ۲۰۰۹۔

۲۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۱۰۴، ۱۰۵، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

تھے۔آپ کی خاموشی میں بھی علمی ہیبت نمایاں نظر آتی تھی، بارہا ایسا ہوا کہ علما کسی مسئلہ کے ایک گوشہ پر آپ سے استفسار کرتے اور آپ اس مسئلہ پر ایسی تقریر فرماتے جس سے مسئلہ کے سارے پہلو روشن ہو جاتے، علما کے پاس داد وتحسین کے علاوہ کوئی راہ نہیں بچتی۔

بیعت وخلافت:

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ شیخ الشیوخ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے۔قیام دہلی سے قبل ہی آپ کا دل شیخ الشیوخ سے مانوس ہو چکا تھا۔یہاں برادرِ شیخ الشیوخ شیخ نجیب الدین متوکل کی زبانی غائبانہ تعارف ہوا تو ذہن وفکر اور قلب جگر سب ان ہی کی طرف مائل ہو گئے۔آپ نے شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کر لیا، وفور شوق دیدار میں سواری وزادراہ کے بغیر ہی اجودھن روانہ ہو گئے، بروایت تاریخ فرشتہ نماز ظہر کے وقت بروز جمعرات حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ شیخ الشیوخ کی بارگاہ میں پہنچے۔آپ نے اپنے مرید ہونے کا واقعہ خود اپنی زبانی تفصیل سے بیان فرمایا ہے جسے آپ کے مرید وخلیفہ شیخ امیر حسن علا سجزی نے فوائد الفواد میں اٹھائیسویں مجلس میں ذکر کیا ہے۔یہاں اس تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔(۱) علامہ شیخ سید محمد بن مبارک کرمانی نے بیعت کے وقت آپ کی عمر مبارک بیس سال لکھا ہے۔(۲)

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ بیعت وارادت کے بعد اپنے پیر ومرشد سے تحصیل علم کرنے میں منہمک ہو گئے، ان سے ''عوارف المعارف'' سبقاً سبقاً پڑھنے لگے، اس دوران شیخ الشیوخ نے آپ کی ایسی تربیت وتکمیل فرمائی تھی کہ زہد وقناعت، توکل وصبر، کسر نفسی وتواضع اور خدمت خلق وتعلق باللہ کے سارے زیورات سے آپ کو مزین فرما دیا۔

شیخ المشائخ علیہ الرحمہ کے دربار میں کھانا پکانے اور پیالوں وبرتنوں میں کھانا بھر کر شیخ الشیوخ اور دیگر درویشوں کے روبرو پیش کرنے کی خدمت حضرت سلطان المشائخ کے

۱۔دیکھئے: فوائد الفواد، امیر حسن علا سجزی، ترجمہ علامہ شمس بریلوی، اٹھائیسویں مجلس، ص: ۹۴، منظور بک ڈپو، بلبلی خانہ، دہلی، سال اشاعت، ۱۹۹۲ء۔

۲۔تفصیل کے لیے دیکھئے: سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۱۰۶، ۱۰۷، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

سپرد تھی اور آپ اسے بحسن وخوبی انجام دیتے تھے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ: حضرت سلطان المشائخ، مولانا جمال الدین ہانسوی اور مولانا بدرالدین بحکم شیخ الشیوخ ایک ہی برتن میں کھانا تناول فرماتے تھے۔(۱)

حضرت شیخ الشیوخ علیہ الرحمہ نے ایک دن سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کو کاغذ وقلم لانے کا حکم دیا، خلافت نامہ تحریر فرما کر نہایت شفقت ومحبت کے ساتھ عنایت فرمایا اور علامہ شیخ جلال الدین ہانسوی اور علامہ قاضی منتجب دہلوی کو دکھانے کا حکم صادر کیا۔ غالباً یہ ۱۳ رمضان المبارک ۶۵۹ھ کی تاریخ تھی۔(۲)

دیارِ مرشد اجودھن سے روانگی اور غیاث پور میں قیام:

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ ومربی کی بارگاہ سے خلق خدا کی تبلیغ وہدایت کے لیے مستحکم ارادہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ دہلی روانگی کے وقت شیخ الشیوخ نے دو باتوں کی خصوصی نصیحت فرمائی تھی [۱] دشمنوں کو جس طرح ممکن ہو راضی وخوش رکھنا اور [۲] جس شخص سے قرض لینا اس کے ادا کرنے کی ہر ممکن سعی وکوشش کرنا۔ شیخ کی ان نصیحتوں کو سینے میں بسائے دہلی وارد ہوئے۔ ابتدا میں آپ نے کسی ایک جگہ قیام نہیں فرمایا، متعدد خطوں اور محلوں میں بساط زیست لگایا مگر ایسا لگ رہا تھا کہ اس بھرے شہر میں ایک فقیر ودرویش لیے کوئی ایسی جگہ تھی ہی نہیں جہاں آپ کو سکون وقرار میسر آئے۔

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ جہاں بھی قیام کرتے، طبیعت کہیں نہیں لگتی، بعض اوقات آپ کے دل میں خیال گزرتا کہ آپ دہلی چھوڑ کر کہیں اور قیام کرلیں خواجہ امیر حسن علا سجزی رحمۃ اللہ علیہ اور سید محمد بن مبارک کرمانی میر خورد رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان المشائخ کی قیامگاہوں کی تبدیلی کے واقعات تفصیل سے درج کیے ہیں۔

دہلی کی سرزمین میں تبدیلی مکان کے زمانے میں آپ نے بھوک وپیاس اور فاقہ کشی کی وہ شدت اٹھائی جس کو بیان کرنے کے لیے الفاظ کا دامن تنگ ہے۔ جس شہر کی

۱۔ تاریخ فرشتہ مترجم، محمد قاسم فرشتہ، ج: چہارم، ص: ۶۷۷، ناشر ایوب پبلی کیشنز دیوبند، سال اشاعت ۲۰۰۹ء۔

۲۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۱۱۶، ۱۱۷، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت، ۱۳۰۲ھ۔

ارزانی وفراوانی نے گلی میں پھرنے والے آوارہ جانوروں کو شکم سیر کھانا دیا ہے اسی شہر میں آپ پر کبھی کبھی تین تین دن کے فاقے گزرتے تھے۔ بالآخر آپ نے باشارۂ غیبی غیاث پور میں قیام فرمایا، یہاں آپ کی خانقاہ کی بڑی شہرت ہوئی، فتوحات اور نذرونیاز کی فراوانی ہوئی، خلق خدا کا رجوع اس قدر ہونے لگا کہ ہمیشہ میلا لگا رہتا تھا اور آپ کھلے ہاتھوں ان پر خرچ کرتے تھے، دونوں وقت شاہی دسترخوان لگتا تھا اور طرح طرح کے کھانے بڑی فراوانی کے ساتھ چنے جاتے تھے، غریبوں، مفلسوں اور بے سہاروں کے لیے آپ کی خانقاہ پناہ گاہ بن گئی تھی۔

مرشد گرامی کا وصال اور سلطان المشائخ کی جانشینی:

سیر الاولیا کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد شیخ الشیوخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کی بارگاہ میں کل دس بار حاضر ہوئے، زندگی میں تین بار اور بعد وصال سات بار۔ حیات شیخ الشیوخ میں آپ کی آخری حاضری وصال سے تین یا چار ماہ قبل ہوئی تھی۔ ۵ محرم ۶۶۴ھ کو شیخ الشیوخ کا وصال ہوا اور آپ شوال کے مہینے میں واپس چلے آئے۔

شیخ الشیوخ کے وصال کے وقت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ وہاں موجود نہیں تھے۔ اس وقت سیر الاولیا کے مصنف سید محمد بن مبارک کرمانی کے والد گرامی سید مبارک کرمانی وہاں موجود تھے، ان ہی کی وساطت سے شیخ الشیوخ نے حضرت سلطان المشائخ کو اپنا خرقہ، مصلا اور عصا عطا فرما کر اپنا جانشیں مقرر فرمایا تھا۔ آپ کے فرزندان گرامی آپ کی جانشینی کے خواہش مند تھے، لیکن شیخ الشیوخ نے موتی پرکھنے والے کو موتی عطا فرما دیا تھا۔

شاہان زمانہ سے دوری:

سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کا معمول رہا ہے کہ وہ شاہان زمانہ سے کبھی قریب نہیں ہوئے۔ سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی سجزی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک بڑی سختی کے ساتھ اس پر عمل رہا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان المشائخ نے پانچ سلاطین (۱) غیاث الدین بلبن، (۲) معز الدین

کیقباد، (۳) جلال الدین خلجی، (۴) علاء الدین خلجی، (۵) قطب الدین ایبک مبارک شاہ کا زمانہ پایا، مگر کبھی دربار سلطانی میں حاضر نہیں ہوئے اور نہ ہی کبھی کسی بادشاہ کو اپنے یہاں آنے کی اجازت دی۔ ہاں ایک موقع ایسا آیا جب شاہی دربار میں سماع بالمزامیر کی حلت وحرمت کی مجلس مناظرہ منعقد ہوئی تو اس شرعی ضرورت کے پیش نظر آپ صرف ایک بار دربار میں تشریف لے گئے۔ سیر الاولیا میں اس مناظرہ کی پوری تفصیل موجود ہے۔(۱)

خلفائے کرام:

گلزار ابرار میں ہے کہ:

''گویند دراں ہنگام زمین ہند شگرف روزگارے داشت کہ ہر بقعہ و بومش از فیض پاشی نور سیدگان بارگاہ خلافتش ہدایت آباد بود۔ بہ گزارشی ہفصد خلیفہ خداوند مقامات بلند وکراماتِ ارجمند بہ بزرگ شہر ہا فرستاد کہ سینۂ ہر تنے مشارقِ معارف وکشافِ اسرار پیر بزرگوارِ خویش بود۔''(۲)

''ان ایام میں زمین ہند کو عجیب زمانہ حاصل تھا، کیوں کہ آپ (سلطان المشائخ) کی بارگاہ خلافت سے وقتاً فوقتاً جو نئے نئے خلفا روانہ ہوتے تھے، ان کی فیض پاشی سے ہند کا ہر مکان اور ہر قطعۂ زمین، ہدایت آباد تھا۔ ایک روایت ہے کہ آپ نے بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے مرتبہ اور بڑی بڑی کرامتوں والے **سات سو خلیفہ** ایسے روانہ کیے تھے کہ ہر شخص کے سینہ سے گویا عرفان کا آفتاب طلوع کرتا تھا، اور نیز ان سینوں سے بزرگوار پیر کے اسرار عیاں ہوتے تھے۔''(۳)

سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے ان سات سو خلفا کی فہرست یکجا کہیں نظر نہیں آئی۔ سید محمد بن مبارک کرمانی میر خورد نے جو فہرست دی ہے اس

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۵۲۷ تا ۵۳۱، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

۲۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۹۵، ۹۶، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

۳۔ اذکار ابرار اردو ترجمہ گلزار ابرار، محمد غوثی شطاری مانڈوی / فضل احمد جیوری، ص: ۸۴، ۸۵، سن تصنیف ۱۰۱۴، مطبوعہ دار النفائس کریم پارک لاہور، سن اشاعت ۱۴۲۷۔

میں صرف دس خلفا کے نام ہیں۔ہم یہاں مفتی غلام سرور لاہوری کی فہرست قارئین کرام کی نذر کر رہے ہیں:

تمام خلفائے کرام کے سردار حضرت نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہ ہیں۔ان کے علاوہ [۱] حضرت سراج الدین عثمان؛ [۲] شیخ قطب الدین منور پسر شیخ برہان الدین؛ [۳] شیخ حسام الدین ملتانی؛ [۴] مولانا جمال الدین نصرت خانی؛ [۵] مولانا فخر الدین؛ [۶] مولانا ابوبکر مندوی؛ [۷] مولانا فخر الدین مروزی؛ [۸] مولانا علم الدین نیلی؛ [۹] شیخ برہان الدین؛ [۱۰] مولانا وجیہ الدین پائلی؛ [۱۱] مولانا فصیح الدین؛ [۱۲] مولانا شمس الدین یحی؛ [۱۳] مولانا شہاب الدین؛ [۱۴] مولانا شیخ محمد قاضی محی الدین کاشانی؛ [۱۵] خواجہ کریم الدین سمرقندی؛ [۱۶] شیخ جلال الدین اودھی؛ [۱۷] مولانا جمال الدین؛ [۱۸] قاضی شرف الدین؛ [۱۹] مولانا کمال الدین یعقوب؛ [۲۰] مولانا بہاء الدین؛ [۲۱] شیخ مبارک؛ [۲۲] خواجہ معز الدین؛ [۲۳] خواجہ ضیاء الدین برنی؛ [۲۴] شیخ تاج دین دادری؛ [۲۵] مولانا موید الدین انصاری؛ [۲۶] خواجہ شمس الدین خواہرزادہ امیر خسرو؛ [۲۷] مولانا نظام الدین شیرازی؛ [۲۸] خواجہ سالار؛ [۲۹] شیخ فخر الدین میرٹھی؛ [۳۰] شیخ علاء الدین اندیٹھی؛ [۳۱] شیخ شہاب الدین کنتوری؛ [۳۲] مولانا حجۃ الدین ملتانی؛ [۳۳] شیخ بدر الدین تولہ؛ [۳۴] شیخ رکن الدین چھری؛ [۳۵] شیخ عبد الرحمٰن سارنگپوری؛ [۳۶] حاجی احمد بدایونی؛ [۳۷] شیخ لطیف الدین؛ [۳۸] شیخ نجم الدین محبوب؛ [۳۹] شیخ شمس الدین دہاری؛ [۴۰] خواجہ یوسف بدایونی؛ [۴۱] شیخ سراج الدین حافظ؛ [۴۲] قاضی شاد علی؛ [۴۳] مولانا قوام الدین یکدانہ؛ [۴۴] مولانا برہان الدین ساوری؛ [۴۵] مولانا جمال الدین اودھی؛ [۴۶] شیخ نظام الدین مولیٰ؛ [۴۷] قاضی عبد الکریم قدوائی؛ [۴۸] قاضی قوام الدین قدوری؛ [۴۹] مولانا علی شاہ جاندار؛ [۵۰] خواجہ تقی الدین خواہرزادہ سلطان المشائخ؛ [۵۱] سید کرمانی؛ [۵۲] سید یوسف حسنی؛ [۵۳] حمید شاعر قلندر؛ [۵۴] امیر خسرو دہلوی؛

[۵۵] امیر حسن علا سجزی؛ [۵۶] قاضی فخر الدین الجبوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔"(۱)

سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ جن بزرگوں سے زیادہ پھلا پھولا اور آج تک رواں ہے وہ محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی اور شیخ سراج الدین عثمان معروف بہ اخی سراج علیہما الرحمہ ہیں۔

وصال پر ملال:

وصال سے چالیس روز قبل سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا پینا ترک کر دیا تھا، احباب کے مسلسل اصرار کے باوجود کچھ تناول نہیں فرماتے تھے، اسی طرح سے گفتگو بھی بہت کم کر دی تھی، کھانے کے بارے میں جب پوچھا جاتا تو فرماتے: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کا مشتاق ہو، اسے دنیا میں کھانا کیسے راس آ سکتا ہے۔ آخر کار آپ نے پیک اجل کو لبیک کہا اور آپ کی روح ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ھ بروز چہار شنبہ بعد طلوع آفتاب قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ نماز جنازہ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتے شیخ الاسلام ابو الفتح رکن الدین ملتانی نے پڑھائی، اسی دن غیاث پور میں آپ کی تدفین ہوئی جو آج بستی نظام الدین کے نام سے معروف ومشہور ہے۔

خاک درت کہ سرمۂ اہل نظر است
بہر شفائے دلہا تریاق اعظم است
ہر ذرہ ز خاک درت نزد عاشقاں
جانے است بلکہ درجاں سر معظم است

تیرے در کی مٹی اہل نظر کے لیے سرمہ ہے اور دلوں کی شفا کے لیے تریاق اعظم ہے۔ ترے در کی خاک کا ہر ذرہ عاشقوں کی جان، بلکہ جانوں کا 'سر معظم' ہے۔"(۲)

۱۔ خزینۃ الاصفیا، مفتی غلام سرور لاہوری، ج:۲، ص:۱۹۲، مکتبہ نبویہ لاہور۔
۲۔ مرجع سابق، نفس جلد، نفس صفحہ۔

شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ

نصیر الملت والدین شیخ طریقت حضرت سید محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حسنی سید تھے، آپ کا خاندان خراسان سے لاہور، پھر لاہور سے اودھ منتقل ہوا تھا، مولانا عبد الکریم شیروانی اور مولانا افتخار الدین گیلانی سے علم حاصل کیا، ظاہری علوم کی تحصیل میں زندگی کے پچیس سال صرف کر دیئے، پھر ریاضت ومجاہدہ کی طرف مائل ہوئے، صحراؤں وبیابانوں میں رہ کر خوب نفس کشی ومجاہدہ کیے، لگ بھگ ۴۳ سال کی عمر میں سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچے۔ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر باش لوگوں میں آپ کی ذات بے مثال تھی، اس دربار میں قریبی اور باکمال ذاتوں میں آپ کی ذات اخلاق وشائستگی میں بہت نمایاں تھی۔

علمی تبحر و کارنامے:

آپ کا علمی پہلو بہت مضبوط تھا، جس کی وجہ سے نابغۂ روزگار علما ومشائخ آپ سے عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ اشاعت علم آپ کی زندگی کا مقصد تھا اور مریدین ومتوسلین کو اسی بات کی ترغیب دیتے تھے۔ آپ کی ذات سے قرآن وحدیث اور حکایات ائمہ ومشائخ کی نہایت علمی تشریحات منقول ہیں، آپ کی مجلسی گفتگو علمی نکات پر مشتمل ہوتی تھی، آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ''خیر المجالس'' کے مطالعہ سے مذکورہ باتوں کی تصدیق ہو سکتی ہے۔

سیر الاولیاء میں ہے کہ:

''از فحول علمائے ومشائخ روزگار واوسط خلق از صغار وکبار ہمہ منقاد ومعتقد او بودہ اند۔''

اکابر علما، مشائخ روزگار اور متوسط درجہ کے ہر چھوٹے بڑے لوگ ان کے معتقد تھے۔''(۱)

اخبار الاخیار میں ہے کہ:

حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین ومریدیں میں تمام

۱۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۳۶، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

بندگان دین اور اس وقت کے عالم وفاضل شریک تھے، مِن جملہ ان کے فصاحت و بلاغت میں فرد وحید مولانا مظہر جو شیخ کی خصوصی عنایتوں کے مرکز تھے، انہوں نے آپ کی تعریف ومدح میں کچھ اشعار لکھے ہیں۔'' (۱)

دنیا سے بے رغبتی اور مجاہدۂ نفس:

سیر الاولیا میں ہے کہ:

شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی نے ایک بار سلطان المشائخ کے مشیر کار اور راز دار حضرت امیر خسرو سے کہا کہ:

''آپ سلطان المشائخ کی خدمت میں میرا عریضہ پیش کر دیں کہ میں اودھ میں رہتا ہوں اور لوگوں کی کثرتِ آمد ورفت کی وجہ سے میری عبادت میں خلل واقع ہوتا ہے، اگر اجازت ہو تو جنگل میں چلا جاؤں اور وہیں یکسوئی سے اللہ عزوجل کی عبادت کروں۔ ایک شب موقع پا کر حضرت امیر خسرو نے شیخ نصیر الدین محمود کا پیغام سنا دیا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا: ان سے کہ دینا کہ تمھیں لوگوں کے ساتھ ہی رہنا ہے اور ان کی شدت وسختی برداشت کر کے اس کا بدلہ بخشش وعنایت سے دینا ہے۔''

علامہ ڈاکٹر عاصم اعظمی صاحب سیر العارفین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''سات سال تک مسلسل روزے رکھے، آبادی سے دور گرد ونواح کے صحرا وبیابان میں ترک وتجرید کے عمل میں مصروف رہے، صرف دو درویشوں کی صحبت اختیار کی تا کہ نماز با جماعت قضا نہ ہو، عموماً سنبھالو [ایک قسم کا جنگلی پودا] کے پتوں سے افطار کرتے۔'' (۲)

سیر الاولیا میں ہے کہ:

''می فرمود کہ: وقت از غایت مجاہدہ دہ روز چیزے نخوردہ بودم، ایں خبر بسلطان المشائخ رسانیدند، مرا سلطان المشائخ پیش خود طلبید، واقبال خادم را گفت ایک قرص بیار،

۱۔ اخبار الاخیار، شیخ عبد الحق دہلوی، ترجمہ، مولانا سبحان محمود ومولانا محمد فاضل صاحبان، ص: ۱۹۱، ۱۹۲، ناشر اکبر بک سیلرز اردو بازار، لاہور، سال اشاعت، اگست ۲۰۰۴ء۔ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کی شان میں، مولانا مظہر دہلوی کے کہے ہوئے اشعار اخبار الاخیار میں درج ہیں، مطالعہ کے لیے وہاں رجوع کریں۔

۲۔ محبوب الٰہی، ڈاکٹر عاصم اعظمی، ص: ۳۱۸، ناشر فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۲ء محرم ۱۴۲۳ھ۔

اقبال یک قرص با حلوائے بیسیار آورد، بعدہ سلطان المشائخ فرمود یک قرص تمام بخور، من حیراں شدم کہ تمامی قرص خوردن بیک دفعہ اندازۂ من نباشد، چند روز بایست، تا آنکہ تمام قرص خوردہ شد۔'' شیخ نصیر الدین محمود خود فرماتے ہیں کہ: ایک بار میں نے نہایت مجاہدہ کی وجہ سے دس روز تک کچھ نہیں کھایا تھا، یہ خبر سلطان المشائخ کو پہنچی تو آپ نے باورچی خانہ سے اقبال خادم کو ایک روٹی لانے کے لیے کہا وہ ایک روٹی اور بہت سارا حلوا لے آئے اور مجھے کل کھانے کا حکم ہوا، مجھے حیرت ہوتی تھی کہ اتنا کھانا ایک وقت میں کیسے کھاؤں گا یہ تو کئی روز کی خوراک تھی، شیخ کا حکم تھا سارا کھانا کھالیا۔''(۱)

سلطان المشائخ کے ہم قدم:

شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور ہم قدم تھے، تقوی وطہارت، ایثار وقربانی، غربا نوازی ومہمان نوازی، تواضع وفروتنی، خاکساری وانکساری، حق گوئی وبے باکی، غیرت وخودداری بلکہ جملہ اوصاف واخلاق میں اپنے شیخ کی نیابت بحسن وخوبی نبھاتے تھے۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والا شخص سلطان المشائخ کی مجلس کا لطف پاتا تھا۔

مصنف سیر الاولیا لکھتے ہیں کہ:

''درآخر عمر ایں بزرگ کہ کار او بکمال رسیدہ بود، وذات مبارک اوروح مجرد گشتہ، بوئے کہ از مجلس سلطان المشائخ می آمد آں بوئے از مجلس شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ بمشام جاں کاتب حروف رسیدہ است، وجان پژمردہ بعد سی سال تر وتازہ گردانیدہ، اہل دلانے کہ مجلس سلطان المشائخ دیدہ اند وبر سر آں معنی کہ مخّ معنی است رسیدہ، بعدہ مجلس شیخ نصیر الدین محمود دریافتہ بر سر آں حرف شدہ نہ باشند۔'' شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ اپنی آخری عمر میں کمال عروج کو پہنچ چکے تھے، ذات مبارک محض روح بن کر رہ گئی تھی، جو خوشبو سلطان المشائخ کی مجلس سے آتی تھی وہی خوشبو شیخ نصیر الدین محمود کی مجلس سے کاتب حروف کے مشام جاں کو معطر کر گئی، افسردہ وپژمردہ جاں کو تیس سال کے بعد فرحت وانبساط اور

۱۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۴۱، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

تر و تازگی حاصل ہوئی، جن صاحبِ دل لوگوں نے سلطان المشائخ کی مجلسوں کو دیکھا ہے اور حقیقی مغزِ معنی کو پہنچ گئے ہیں وہ شیخ نصیر الدین کی مجلسوں کو اسی طریقہ پر پایا ہے، دونوں مجلسوں میں کوئی تفاوت نہیں دیکھا ہے۔''(۱)

سیر الاولیا میں ایک اور جگہ لکھا ہے کہ:

''کاتب حروف اپنے عم بزرگوار سید السادات سید حسین رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ: وہ فرماتے تھے کہ آج جناب سلطان المشائخ کی باعظمت بارگاہ، شیخ نصیر الدین محمود کے وجود سے بارونق ہے، اور دہلی شہر میں بجز شیخ نصیر الدین محمود کے کوئی شخص سلطان المشائخ کا مقام و مرتبہ نہیں رکھتا ہے، کیوں کہ آپ ظاہر و باطن میں تا بہ امکان سلطان المشائخ کی طرز و روش سے سر مو تجاوز نہیں کرتے ہیں، اور اس کام میں سلطان المشائخ کے تمام خلفا میں پوری برخورداری آپ کو حاصل ہے اور (آپ) مرتبۂ کمال کو پہنچ گئے ہیں۔''(۲)

وصال پر ملال:

سیر الاولیا کے مطابق شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۸ رمضان المبارک ۷۵۷ھ وصال سلطان المشائخ سے بتیس سال بعد ہوا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے ‏‏‏ سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

❁❁❁

۱۔ نفس مرجع، نفس صفحہ۔

۲۔ سیر الاولیا مترجم، شیخ محمد بن مبارک کرمانی، ترجمہ غلام احمد بریاں، ص: ۳۴۱، مشتاق بک کارنر، اردو بازار لاہور، سال اشاعت ندارد۔

عالم ربانی شیخ فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ

عالم ربانی، عاشق محبوب سبحانی، استاذ آئینہ ہندوستان حضرت علامہ شیخ فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ محدث عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق ۶۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا شیخ فخر الدین ہانسوی سے تعلیم حاصل کی۔

سیر الاولیا میں ہے کہ:

''شیخ نصیر الدین محمود فرمایا کرتے تھے کہ: جس زمانہ میں میں شہر میں تعلیم پاتا تھا، مولانا فخر الدین زرادی مولانا فخر الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہدایہ پڑھتے تھے، اور ساری مجلس میں ان سے زیادہ کوئی شخص تیز طبع اور بحث کرنے والا نہ تھا۔''

تبحر علمی:

عالم ربانی شیخ فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ جملہ علوم وفنون میں یکتائے روزگار تھے، ان کا علمی تبحر بہت وسیع تھا، سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ان کے علم وثقاہت پر کلی اعتماد فرماتے تھے۔ دربار سلطانی میں مسئلہ سماع پر مناظرہ میں سلطان المشائخ نے آپ کو بھی اپنے ساتھ رکھا تھا۔

سیر الاولیا میں ہے کہ:

ایک بار ایک مالکی المذہب عالم دین بغداد سے غیاث پور وارد ہوئے۔ اس نے خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ ایک سبز پوش جنتی طبق لے کر آسمان سے اترا اور اس کے قریب سے گزرا، اس نے پوچھا: طبق میں کیا ہے؟ فرشتہ نے جواب دیا: علم لدنی ہے۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ: اسے مولانا فخر الدین زرادی کے سینۂ مصفّیٰ میں انڈیل دوں۔

یہی مالکی عالم دین علم فقہ کی نہایت عجیب وغریب کتاب ''مجمع البحرین'' اور علم صرف کی مختصر وجامع کتاب ''تصریف مالکی'' ساتھ لائے تھے۔ تصریف مالکی میں نہایت اختصار کے ساتھ کثرت معانی کا بیان تھا، علم صرف میں اس سے بہتر نسخہ اس زمانے میں موجود نہیں تھا، مصنف کتاب نے اس میں علم صرف کے قواعد ومقدمات اس طرز سے لکھے

تھے جن کا حل کرنا ناممکن تونہیں مگر دشوار ضرور تھا۔اس بغدادی مالکی عالم دین نے دونوں کتابیں عالم ربانی شیخ زرادی کی خدمت میں پیش کردیں اور تصریف مالکی کے مشکلات کا ذکر بھی کردیا، عالم ربانی شیخ زرادی نے بعد نماز عشا اس کتاب کا مطالعہ شروع کیا، اثنائے مطالعہ تمام قیود، ضمائر اور مشکلات ہر کلمہ کے نیچے لکھتے چلے گئے اور صبح کو وہ کتاب اس عالم دین کے حوالہ کردیا۔اس طرح ایک دشوار ترین کتاب کے مشکلات کو آپ نے چند ساعات میں حل فرمادیا۔

مجمع البحرین کی کوئی شرح اب تک لکھی نہیں گئی تھی، شیخ رکن الدین اندرپتی کو آپ نے یہ کتاب محض اپنی علمی قدرت پر بھروسہ کرکے پڑھانا شروع کردیا، اس طرح سے ان کتابوں کوشہرت ومقبولیت بھی حاصل ہوگئی۔

مولانا کمال الدین سامانی کا شمار اپنے زمانے کے مشہور اساتذہ میں ہوتا تھا، وہ ایک زمانے تک دہلی میں درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔سلطان محمد بن تغلق جب دولت آباد منتقل ہوئے تو ان کو بھی ساتھ لے گئے، وہاں بھی انہوں نے آخری عمر تک بساط درس بچھایا، ان کے شاگردوں میں شیخ زین الدین داؤد بن حسین شیرازی کا شمار ہوتا ہے۔

مولانا کمال الدین سامانی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مشاہیر علماودانشوران کے درمیان مسئلہ سماع پر بحث ہوئی، اس مجلس میں عالم ربانی شیخ فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے، اثنائے گفتگو آپ نے فرمایا: آپ لوگ دوشقوق میں سے ایک شق اختیار کرلیں، اگر حرمت کی شق اختیار کریں گے تو میں حلت ثابت کروں گا اور اگر حلت کی شق اختیار کریں گے تو میں حرمت ثابت کروں گا۔

علامہ کمال لدین سامانی فرماتے ہیں کہ:

”عجب تبحر علمی تھا، کہ اس قدر مشاہیر کے سامنے ایسا بڑا دعوی کیا جائے اور وہ بجز سکوت وخاموشی کے کوئی جواب نہ دیں، ایسے موقع پر اپنا مدعا ہر پہلو پر ثابت کرنا بجز قوت علم اور تقوی کے ناممکن ہے۔“

ایک بار کا واقعہ ہے کہ مولانا کمال الدین سامانی بغرض ملاقات حضرت عالم ربانی کے پاس آئے، اس وقت آپ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کا درس دے رہے تھے، جب عالم ربانی نے مولانا کمال الدین کو آتے دیکھا تو صاحب ہدایہ نے جن احادیث سے مسائل فقہ حنفی کا استنباط کیا ہے، ان کو چھوڑ کر بخاری و مسلم کی حدیثوں سے دلیلیں دینا شروع کیا، یہ دیکھ کر مولانا کمال الدین نے پوچھا، آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ عالم ربانی نے جواب دیا، اگر آپ کو کوئی خلجان ہے تو بیان فرمائیں۔ عالم ربانی کا تمسک اتنا مضبوط تھا کہ مولانا کمال الدین داد و تحسین سے نوازے بغیر رہ نہ سکے۔

عالم ربانی علامہ زرادی علیہ الرحمہ خود سماع سنتے تھے، آپ پر جب سماع کی کیفیت طاری ہوتی تو زار و قطار رویا کرتے تھے۔ سیر الاولیا میں ہے کہ آپ حالت وجد میں گانے پر پاؤں کے انگوٹھوں پر اچھلتے تھے۔

عالم ربانی نے سماع کی اباحت پر دو کتابیں لکھی ہیں۔

سیر الاولیا میں ہے کہ:

''مولانا فخر الدین کو اجتہاد کا درجہ حاصل تھا، آپ نے اباحت سماع پر دو رسالے لکھے ہیں اور اباحت کے مقدمات اصول فقہ کے مطابق لکھے ہیں جن سے مولانا کے کمال علم اور تبحر کا انداز ہوتا ہے۔ اور دوسرے فضائل مثلاً گریہ، جگر سوزی، ذوق درونی، اور صفائی ظاہر و باطن ان کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ قلم ان کی تحریر سے قاصر ہے۔''(۱)

عالم ربانی علامہ فخر الدین زرادی کے ایک رسالہ کا ذکر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے فتاوی رضویہ میں کیا ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے:

''حضرت سیدی فخر الدین زراوی قدس سرہ کہ حضور سیدنا محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام الحق والدنیا والدین محمد احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اجلہ خلفاء سے ہیں، جنھوں نے

۱۔ سیر الاولیا، علامہ محمد بن مبارک علوی، ترجمہ اعجاز الحق قدوسی، ص:۴۲۵، ناشر اردو سائنس بورڈ لاہور، پاکستان، طبع چہارم، سال اشاعت ۱۹۹۶ء۔

خاص عہد کرامت مہد حضور ممدوح میں، بلکہ خود بحکم حضور والا مسئلہ سماع میں رسالہ ''کشف القناع عن اصول السماع'' تالیف فرمایا۔(۱)

بیعت وخلافت:

سیر الاولیا میں شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے منقول ہے کہ:

عالم ربانی شیخ فخر الدین زرادی جن دنوں ہانسی میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، وہاں سلطان الاولیا سید محمد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آنے پر لوگ اس طرح آپ کا ذکر کرتے جس طرح اہل تعصب ذکر کیا کرتے ہیں۔ میں ان سے کہتا: آپ لوگ یہ باتیں اس لیے کہتے ہو کہ سلطان المشائخ کو دیکھے نہیں ہو اور ان کی صحبت میں بیٹھے نہیں ہو۔

میں ان کو سلطان المشائخ کی صحبت میں لے جانے کی کوشش کرتا رہا اور کسی طرح علامہ زرادی کو ان کی خدمت میں حاضر ہونے پر راضی کر لیا، وہ سلطان المشائخ کی خدمت میں میرے ساتھ حاضر ہوئے اور سلام و دست بوسی کے بعد بیٹھ گئے، کچھ حالات و کوائف کی باتیں ہوئیں، پھر علامہ زرادی جو میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے آگے بڑھ کر سلطان المشائخ کے پاس بیٹھ گئے اور اپنے سبق میں جو شبہات حل ہونے سے رہ گئے تھے سلطان المشائخ کے سامنے بیان کرنے کے بعد جواب کے طالب ہوئے، سلطان المشائخ نے اپنے کمال تبحر سے ان کا علمی جواب دیا، سلطان المشائخ تقریر کرتے جاتے اور علامہ زرادی حیرت و استعجاب میں ڈوبتے جاتے تھے اور پیچھے ہٹتے جاتے تھے یہاں تک وہ میرے پاس آگئے اور میرے کان میں بولے کہ: میں اسی وقت کلاہ بیعت کا طالب ہوں، میں نے مدعا سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کر دیا، سلطان المشائخ نے فرمایا: دوسری مجلس میں دے دی جائے گی مگر علامہ زرادی نے جب بہت اصرار کیا تو سلطان المشائخ نے اسی وقت کلاہ ارادت پہنا کر سرفراز فرمایا۔

بیعت وارادت کے بعد علامہ زرادی نے غیاث پور ہی میں قیام کرنا شروع کیا اور مجلس سلطان المشائخ میں حاضر ہوتے رہے، جب تشنگی زیادہ بڑھی تو خانقاہ کے بالکل قریب

۱۔فتاوی رضویہ، ج:۲۴، کتاب الحظر والاباحہ۔

اپنا مکان بنالیا، جب تک سلطان المشائخ باحیات رہے آپ آستانۂ عالیہ نظامیہ سے کبھی دور نہیں ہوئے۔

جب خلفا کی فہرست سازی ہوئی تو سرفہرست آپ کے اسم گرامی کو جگہ ملی۔ آپ سلطان المشائخ کے نہایت اولوالعزم اور ممتاز خلفا میں شمار کیے جاتے ہیں۔

مجاہدہ و شغل باطن:

عالم ربانی شیخ فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جنگلوں، پہاڑوں اور غیر آباد علاقوں میں رہنے لگے تھے۔ ایک بار پہاڑوں کے بیچ میں واقع ایک چھوٹی سی مسجد میں مجاہدہ میں بیٹھ گئے، یہ علاقہ غیر آباد و سنسان تھا، ہمہ وقت شیر، بھیڑیے اور جنگلی جانوروں کا خوف لگا رہتا تھا، اس علاقے کا نام سن کر لوگ گھبرا جایا کرتے تھے، عالم ربانی کے ساتھ دو تین عزیز و رفقا بھی تھے، جب تین دن کا فاقہ پڑ گیا تو یہ لوگ وہاں سے چلے آئے، عالم ربانی تنہا شغل باطن کرتے رہے، ہفتہ عشرہ کے بعد دیکھنے والوں نے جب دیکھا تو عالم ربانی اسی طرح ہشاش و بشاش قبلہ رو مشغول بحق بیٹھے ہوئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی روح مجرد ہوگئی تھی اور پہاڑوں بیابانوں کو روشن و منور کر رہی تھی۔

سیر الاولیا کے مصنف علامہ شیخ محمد بن مبارک کرمانی علوی رحمۃ اللہ علیہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ:

''میں لڑکپن سے سن بلوغ تک اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا، جب بھی تنہائی و خلوت میں اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا، قبلہ رو بیٹھے زانوئے مبارک پر سر رکھے ہوئے مشغول بحق دیکھا، پانچ دس بار نہیں بہتوں بار ایسا دیکھنے کا اتفاق ہوا۔''

سلطان المشائخ کے وصال کے بعد حضرت عالم ربانی دائمی روزہ رکھنے لگے تھے۔ جب تک سانسیں جسم سے جدا نہیں ہوئیں آپ نے روزہ ترک نہیں کیا۔

شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں کہا ہے کہ:

''ہمیں جو مقامات ایک ماہ میں حاصل ہوئے وہ شیخ زرادی کو ایک دن میں حاصل

ہو گئے۔"

وصال پرملال:

سلطان وقت محمد بن تغلق نے بزور وطاقت علما ومشائخ کو دہلی سے دیوگھر منتقل کردیا تھا ان میں عالم ربانی شیخ فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بھی شامل تھی، آپ نے اس فتنہ سے نجات پانے کے لیے یہ راستہ نکالا کہ حج کے ارادہ سے دیوگھر سے روانہ ہو گئے، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بغداد شریف وغیرہ کی زیارتیں کیں اور ہر جگہ عالمانہ استقبال ہوا۔ حج سے واپسی میں آپ کا جہاز سمندر میں غرق آب ہو گیا اور آپ اسی سفر میں موج دریا کے آغوش میں چلے گئے۔ اس طرح سے ۷۴۸ھ میں ارض ہند آپ کی ذات سے محروم ہو گئی۔"(۱)

بعد از وفات تربت ما در زمیں مجو   در سینہ ہائے مردم عارف مزار ما

وفات کے بعد زمین پر ہماری تربت تلاش نہ کرنا، ہمارا مزار تو مردان خدا کے سینوں میں ہوگا۔

جامع معقول ومنقول شیخ رکن الدین اندرپتی رحمۃ اللہ علیہ

جامع معقول ومنقول علامہ شیخ رکن الدین اندرپتی رحمۃ اللہ علیہ ایک اعتبار سے آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ بھائی ہیں کہ دونوں نے عالم ربانی علامہ شیخ فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی ہے، اور ایک اعتبار سے حضرت آئینۂ ہندوستان، علامہ شیخ رکن الدین کے شاگرد ہیں کہ انہوں نے مختلف علوم وفنون کی کئی کتابوں کا درس ان سے لیا ہے۔

علامہ شیخ اندرپتی رحمۃ اللہ علیہ نے عالم ربانی شیخ فخر الدین زرادی سے کن علوم وفنون کا اکتساب کیا؟ اور کون کون سی کتابیں ان کی شاگردی میں زیر درس آئیں؟ یہ ایک

۱۔ سیر الاولیا، علامہ محمد بن مبارک علوی، ترجمہ اعجاز الحق قدوسی، ص: ۴۲۵، ناشر اردو سائنس بورڈ لاہور، پاکستان، طبع چہارم، سال اشاعت ۱۹۹۶ء۔

تحقیق طلب امر ہے اور اس کی تفصیل ملنا بہت مشکل ہے۔ البتہ ایک مالکی المذہب عالم دین بغداد سے فقہ کی ایک اہم اور مشکل ترین کتاب ''مجمع البحرین'' نامی اپنے ساتھ لائے تھے اور انہوں نے عالم ربانی شیخ زرادی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی اہمیت وافادیت اور مقامات کا ذکر کر کے ان کی خدمت میں یہ کتاب پیش کردی تھی۔ عالم ربانی شیخ زرادی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب علامہ شیخ اندرپتی رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھائی تھی۔ علامہ شیخ اندرپتی نے عالم ربانی شیخ زرادی سے ہدایہ کا درس بھی لیا تھا۔

سیر الاولیا میں ہے کہ:

''سلطان المشایخ کے زمانۂ زندگی میں ایک دانش مند عالم بغدادی مالکی مذہب غیاث پور میں آیا، یہ دانش مند ''مجمع البحرین'' کا ایک نسخہ جو فقہ میں نہایت عجیب وغریب تصنیف ہے، یہاں لایا تھا، اور مولانا فخر الدین کی نظر مبارک میں پیش کیا تھا، اس وقت اس کتاب کی کوئی شرح تصنیف نہیں ہوئی ہے، مجمع البحرین کا نسخہ اس سے پیش تر کہ شہر میں اشاعت پائے، مولانا فخر الدین نے اسے مولانا رکن الدین کو پڑھانا شروع کیا۔''(۱)

علامہ سید محمد بن مبارک کرمانی سیر الاولیا میں ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ:

''کاتب حروف کے والد رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان المشایخ کے مکان کے نزدیک، ایک وسیع مکان کرایہ کو لیا تھا، اور خود طلبہ کو درس دیتے تھے، مستعد اور تیز طبع متعلموں کو جمع کیا اور انھیں تحصیل علوم پر ترغیب دی، اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ کاتب حروف کو پڑھنا آجائے، مولانا فخر الدین بھی چاشت کی نماز سے فارغ ہو کر اس مجلس میں تشریف لاتے اور مولانا رکن الدین اندرپتی کو ہدایہ پڑھایا کرتے۔''(۲)

حکیم عبدالحیٔ لکھنوی لکھتے ہیں کہ:

''الشیخ الفاضل الکبیر, رکن الدین الإندرپتی أحد العلماء البارعین فی العلوم العربیة، قرأ العلم علی الشیخ فخر الدین الزرادی، وقرأ علیہ الشیخ

۱۔ سیر الاولیا مترجم، شیخ محمد بن مبارک کرمانی، ترجمہ غلام احمد بریاں، ص: ۳۷۹، ۳۸۰، مشتاق بک کارنر، اردو بازار لاہور، سال اشاعت ندارد۔ ملخصاً۔

۲۔ نفس مرجع ص: ۳۸۰۔

محمد بن المبارک الحسینی الکرمانی و الشیخ سراج الدین عثمان الأودی وخلق آخرون کمافی سیر الاولیا۔ ''فاضل کبیر شیخ رکن الدین اندرپتی علوم عربیہ کے ماہرین علما میں سے ایک ہیں، شیخ فخر الدین زرادی سے اکتساب علم کیا، شیخ محمد بن مبارک حسینی کرمانی، شیخ سراج الدین عثمان اور دیگر افراد نے ان سے تحصیل علم کیا۔''(۱)

ہم اس سے پہلے لکھ آئے ہیں کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ شیخ رکن الدین اندرپتی سے مصنف سیر الاولیا کے ساتھ کافیہ، مفصل وغیرہ کتابوں کا درس لیا تھا اور اس درسگاہ سے فراغت کے بعد مرتبۂ افادت کی منزل کو پہنچ گئے تھے۔

مصنف سیر الاولیا لکھتے ہیں کہ:

''وپیش مولانا رکن الدین اندرپتی برابر کاتب حروف کافیہ ومفصل وقدری ومجمع البحرین تحقیق کرد وبمرتبۂ افادت رسید۔'' پھر کاتب حروف کے ساتھ مولانا رکن الدین اندرپتی کی خدمت میں رہ کر کافیہ، مفصل، قدوری اور مجمع البحرین کی تحقیق کی اور افادت کی منزل کو پہنچ گئے۔''(۲)

جامع معقول ومنقول علامہ شیخ رکن الدین اندرپتی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات قدسی صفات سے آئینہ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کو غایت درجہ کی محبت تھی، بنگال میں مستقل قیام کے دوران بھی آئینہ ہندوستان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس استاذ گرامی قدر کو فراموش نہیں کیا، بلکہ تحائف و یادگار یہاں سے ان کی خدمت میں روانہ فرمائے۔اس نابغۂ روزگار شخصیت کے مزید حالات بالخصوص سال ولادت ووفات ہمیں دستیاب نہیں ہو پائے۔

۱۔حکیم عبدالحیٔ لکھنوی، نزھۃ الخواطر بھجۃ المسامع والنواظر، ج:۲، ص:۱۶۰، مطبوعہ دار ابن حزم بیروت لبنان، سن اشاعت ۱۹۹۹ء /۱۴۲۰ھ۔

۲۔سیر الاولیا، علامہ محمد بن مبارک علوی، ترجمہ اعجاز الحق قدوسی، ص:۴۲۵، ناشر اردو سائنس بورڈ لاہور، پاکستان، طبع چہارم، سال اشاعت ۱۹۹۶ء۔

ہمدرس آئینۂ ہندوستان
مصنف سیر الاولیا حضرت میر خورد علیہ الرحمہ

گزشتہ صفحات میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ نہایت اختصار کے ساتھ مصنف سیر الاولیا حضرت علامہ سید محمد بن مبارک کرمانی معروف بہ میر خورد علیہ الرحمہ کے حالات بھی شامل کتاب کریں گے، کیوں کہ آپ حضرت آئینۂ ہندوستان کے ہمدرس ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت آئینۂ ہندوستان علیہ الرحمہ کے دوستانہ تعلقات رہے ہیں۔

خاندانی پس منظر:

حضرت مصنف سیر الاولیا کا نام محمد لقب امیر خورد یا میر خورد ہے، آپ نور الدین مبارک بن سید محمد بن محمود علوی کے صاحب زادے ہیں، آپ کا ابائی وطن کرمان ہے۔آپ کے دادا کرمان سے بغرض تجارت لاہور آئے اور شیخ الشیوخ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمہ کی شہرت سن کر مشرف بدیدار ہوئے، پھر عادت بن گئی کہ جب بھی لاہور آتے شیخ الشیوخ سے ضرور ملاقات کرتے، پھر عشق ومحبت نے انگڑائی لی اور وہ تجارت ترک کر کے زلف جاناں کے اسیر ہوگئے، شیخ الشیوخ کے مرید ہوئے اور اجودھن ہی میں یاد الٰہی میں مشغول ہوگئے۔

سلطان المشائخ حضرت سید محمد نظام الدین اور میر خورد کے دادا کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے۔ حضرت شیخ الشیوخ نے ان دونوں کے متعلق فرمایا تھا کہ ’تم دونوں کے درمیان بھائیوں کا رشتہ ہے۔‘‘

حضرت میر خورد کے نانا کا نام مولانا شمس الدین وامغانی تھا، وہ حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کے بہت قریبی تھے، سلطان المشائخ ان کا احترام کرتے تھے، اس لحاظ سے دیکھیں تو حضرت میر خورد علیہ الرحمہ، اپنے دادا اور نانا دونوں کے اعتبار سے حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کے نہایت قریبی تھے، بلکہ آپ کا پورا گھرانہ حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ سے وابستہ تھا۔ سیر الاولیا میں جگہ جگہ ان باتوں کا ذکر ملتا ہے۔

ولادت وتعلیم:

حضرت میر خورد علیہ الرحمہ کا نام ان کے دادا اور نانا کی گزارش پر حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ ہی نے 'محمد' تجویز فرمایا۔ دہلی میں حضرت میر خورد کی ولادت ہوئی اور اسی شہر میں آپ نے تعلیم وتربیت حاصل کی۔ انھوں نے اپنی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں خود لکھا ہے کہ 'میرے والد نے میری تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی، میرے اساتذہ پر زرکثیر صرف کیا۔' خلیفۂ سلطان المشائخ عالم ربانی حضرت علامہ فخر الدین زرادی سے درس دلانے کے لیے انھوں نے سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کے گھر کے سامنے ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ اس مدرسہ میں صرف ذہین وفطین طلبہ کو جمع کیا تھا تاکہ ان کے ساتھ حضرت میر خورد بھی تعلیم حاصل کریں۔

حضرت میر خورد نے وقت کے جلیل القدر اساتذۂ علم وفن سے علم حاصل کیا جن کے اسمائے گرامی انھوں نے خود بیان کیے ہیں:

مولانا فخر الدین زرادی، مولانا رکن الدین اندرپتی، مولانا علاء الدین اندرپتی اور مولانا قاضی شرف الدین۔ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی نے زمانۂ طالب علمی میں ان کا امتحان لیا تھا۔

بیعت وارادت:

حضرت میر خورد علیہ الرحمہ حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کے مرید تھے، سلطان المشائخ کے وصال کے بعد آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان کی طرح آپ بھی شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کی خدمت میں وابستہ ہوگئے۔ یہاں بھی حضرت آئینۂ ہندوستان کے ساتھ ان کے بہتر تعلقات رہے ہوں گے مگر ہمیں کسی کتاب میں ان تعلقات کا ذکر نہیں ملا۔

مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں کہ:

''سید محمد بن سید مبارک بن سید محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ نصیر الدین محمود کے بڑے خلیفہ تھے اور سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا کے مرید تھے۔ اگرچہ آپ کو بچپن

میں سلطان المشائخ نے بیعت کر لی تھی، لیکن تکمیل کے مراحل شیخ نصیر الدین کی نگرانی میں گزرے۔اس طرح آپ سلطان المشائخ کے اویسی تھے اور کئی بار خواب میں ان کی زیارت بھی کی تھی اور ان سے خواب میں بیعت بھی کی۔آپ کے والد اور دادا بھی حضرت شیخ کے مقربین میں سے تھے۔

شجرۂ چشتیہ میں آپ کا سن وفات سات سوستر ہجری ۷۷۰ھ ہے، جبکہ فیروز شاہ تغلق کا زمانۂ اقتدار تھا۔''(۱)

سیر الاولیا کا مقام و مرتبہ:

حضرت سید محمد بن مبارک امیر خورد کی مایہ ناز تصنیف 'سیر الاولیا' کے سلسلے میں اعجاز الحق قدوسی تحریر کرتے ہیں کہ:

''اگر اس برصغیر پاک و ہند کے صوفیہ کے قدیم فارسی تذکروں پر نظر ڈالی جائے تو ہماری نگاہ امیر خورد کی تصنیف ''سیر الاولیا'' سے آگے نہیں بڑھتی۔سیر الاولیا برصغیر پاک و ہند میں پہلا تذکرہ ہے جو فیروز شاہ تغلق کے عہد حکومت [۷۵۲ھ-۷۹۰ھ/۱۳۵۱ء-۱۳۸۸ء] کے دوران کسی وقت لکھا گیا تھا۔

سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کے متعلق معلومات کی جو شمع امیر خورد نے روشن کی تھی، اس سے تمام متأخر تذکرہ نگاروں نے اکتساب کیا ہے۔متأخرین کا کوئی تذکرہ ایسا نہیں جس میں صاحب سیر الاولیا کی فراہم کی ہوئی معلومات بکھری ہوئی نہ ہوں۔''(۲)

۱۔خزینۃ الاصفیا، مفتی غلام سرور لاہوری، ج:۲، ص:۲۴۱، مکتبہ نبویہ لاہور۔

۲۔سیر الاولیاء، امیر خورد کرمانی، ترجمہ اعجاز الحق قدوسی، ص:۲۹، عنوان، تعارف، ناشر اردو سائنس بورڈ لاہور، پاکستان، سال اشاعت، بار چہارم ۱۹۹۶ء۔حضرت میر خورد علیہ الرحمہ کی ان مختصر حالات کی ترتیب میں اعجاز الحق قدوسی صاحب کے مرتب کردہ مضمون سے استفادہ کیا گیا ہے جو ان کے ترجمۂ سیر الاولیا کے ساتھ چھپا ہے۔

باب دوازدہم
دوبارہ دہلی کا سفر
اور
واپسی بنگال کا پس منظر

آئینہ ہندوستان شیخ اخی سراج
کی دوبارہ دہلی واپسی

سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو جس مشن کے لیے بنگال روانہ فرمایا تھا، وہ پورا ہو چکا تھا، شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مرید وخلیفہ ہو چکے تھے، ان کے علم وفضل کو سمت مل چکی تھی، ولایت چھین لینے کی قوت اب ولایت نواز قوت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ الحاصل پنڈوہ شریف اب دارالامن والامان بن چکا تھا۔

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیرومرشد سے بے انتہا محبت تھی، وہ ایک لمحہ ان سے جدا ہونا نہیں چاہتے تھے، اب تو ان کے دل میں علم دین کی محبت بھی سما گئی تھی، مطالعۂ کتب اور تحصیل علم زندگی کا ہدف بن چکا تھا، اس لیے انہوں نے پنڈوہ شریف یا لکھنوتی میں مستقل قیام کرنا پسند نہیں فرمایا، شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تربیت اور مقامی لوگوں کو تبلیغ ودعوت کرنے میں جتنا زمانہ صرف ہوا، اتنے ہی دن آپ نے پنڈوہ شریف میں قیام کیا پھر دہلی روانہ ہو گئے تا کہ شیخ کی حیات ظاہری میں زیادہ سے زیادہ اکتساب فیض کیا جا سکے۔

محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی لکھتے ہیں کہ:

’’آپ نے زندگی کو شیخ پر قربان کر دیا سوا اُن چند موقعوں کے جب کہ شیخ نے خدمت والدہ کی اجازت عطا فرمائی اور آپ لکھنوتی تشریف لے گئے۔ بقیہ ساری زندگی آپ نے خدمت شیخ میں بسر کر دی اور محققین کے نزدیک آپ جیسے اول الخلفاء کی خدمت کا زمانہ وصال شیخ تک قائم رہا، بلکہ اُس کے بعد بھی خدمت شیخ میں تین برس تک آپ چِلّہ کش رہے۔ اس عرصہ میں جدائی کا طویل زمانہ صرف اتنا تھا جبکہ بنگال آپ شیخ کے فرمان کے

مطابق تشریف لے گئے تھے اور کافی مدت تک رشد و ہدایت فرماتے رہے۔'' (۱)

محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے مقالہ میں لکھا ہے کہ:

''حضرت مخدوم عثمان نے بیعت کے بعد تمام عمر خدمت شیخ میں بسر کر دی اور صرف ایک مرتبہ جب کہ شیر نیستانِ کسب و ریاضت حضرت مخدوم علاء الحق پنڈوی کو حلقہ بیعت و ربقۂ ارادت میں لانا ضروری ہو گیا تھا باجازت پیر و مرشد سفر بنگال فرمایا تھا اور پنڈوہ وقرب و جوار بالخصوص اسلامی دار السلطنت **گور** کو اپنی آمد شریف سے عزت بخشی تھی اور خدمت شیخ میں واپس آ گئے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کے پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ تین برس دہلی میں مقیم رہے اور پھر دوبارہ بنگال کا قصد فرمایا جہاں تک تاریخی انداز سے سمجھا جاتا ہے غالباً اس دوبارہ سفر کرنے پر شاہان گور کی نیازمندیوں اور امراء سلطنت کی خدمتوں بالخصوص حضرت مخدوم علاء الحق کے جذب و اصرار نے مجبور کیا ہوگا۔'' (۲)

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیر و مرشد سلطان الاولیا سید محمد نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے جنون کی حد تک عشق و لگاؤ تھا، وہ انھیں کی چوکھٹ پہ پلے بڑھے تھے، پوری جوانی ان ہی کے در کی جاروب کشی میں صرف کر دی تھی، اب ان کے بغیر سکون کہاں ملنے والا تھا، اس لیے انہوں نے شیخ کا دیا ہوا مشن تمام کیا، پھر بارگاہ شیخ کی نیازمندی کے لیے دہلی کی سرزمین پر قدم رنجہ ہو گئے۔

مرشد گرامی کا وصال اور شیخ نصیر الدین محمود کی صحبت

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ لکھنوتی سے واپس دہلی روانہ ہوئے، جب دہلی پہنچے تو سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا تھا، سلطان المشائخ کا وصال ۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ھ کو ہوا تھا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ ۷۲۵ھ کے بعد ہی دوبارہ دہلی پہنچے تھے۔

---

[۱] ۔ ماہنامہ اشرفی، جلد 2/ شمارہ نمبر 11، ربیع الآخر 1343ھ/ نومبر 1924ء۔

[۲] ۔ محدث اعظم ہند، ماہنامہ اشرفی جلد 2/ شمارہ نمبر 12، جمادی الاول 1343ھ/ ڈسمبر 1924ء۔

اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دہلی سے نکلنے کے بعد وہاں بہت کچھ تبدیل ہو چکا تھا، قدیم احباب وخیر خواہ حضرات تبلیغی مشن کے لیے اپنے اپنے علاقوں میں جا چکے تھے، مرشد گرامی وقار، مسند رشد وہدایت کا چکمتا ستارہ دنیا سے روپوش ہو چکا تھا، غیاث پور کی رونقیں اب شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے وجود مسعود سے آباد تھیں، اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ کامل کے جانشیں حضرت چراغ دہلی کی خدمت اختیار کر لی، ان کے ہاتھ پہ ہاتھ دے کر طالب ہوئے اور تحصیل علم وعمل میں مصروف ہو گئے، شیخ چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو خوب نوازا، طلب فیوض وبرکات کے ماسوا عطا کیا اور خرقۂ خلافت سے بھی شرف یاب فرمایا۔

وصال شیخ کے بعد حضرت چراغ دہلی سے اکتساب علم کے ایام میں اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد گرامی سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کا در نہیں چھوڑا، بلکہ احاطۂ شیخ ہی میں گنبد خواجہ جہاں مرحوم کے اندر قیام رہتا تھا۔

قارئین کرام کی یاد دہانی کے لیے گذشتہ اوراق میں پیش گئے دو مختصر حوالے یہاں دوبارہ نقل کیے جاتے ہیں:

”ایک مریدانِ شیخ نصیر الدین اودھی چراغ دہلی سے شیخ اخی سراج پروانہ ہیں، اور وہ اگرچہ شیخ نظام الدین اولیا کی نسبت سے ارادت صادق رکھتے تھے اور اس جناب سے تربیت پا کر بنگال کی طرف رخصت ہوئے تھے، لیکن شیخ نظام الدین اولیا کے بعد وفات پھر دہلی میں آئے اور دست ارادت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے ہاتھ میں دے کر درجۂ کمال کو پہنچے اور خرقہ بنگالہ کی خلافت کا پایا۔“(۱)

سیر الاولیا میں ہے کہ:

”چوں سلطان المشائخ بصدر جنت خرامید، سہ سال دیگر تعلّم کرد، وہم در حظیرۃ القدس حضرت سلطان المشائخ جعل الجنۃ مثواہ در گنبد خواجہ جہاں مرحوم می بود۔“ حضرت سلطان المشائخ 'اللہ تعالی جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائے' راہی جنت ہوئے تو مولانا اخی سراج

۱۔ تاریخ فرشتہ مترجم، محمد قاسم فرشتہ، ج: چہارم، ص: ۶۷۷، ناشر ایوب پبلی کیشنز دیوبند، سال اشاعت ۲۰۰۹۔

الدین اس کے تین سال بعد تک تعلیم و تعلّم میں مشغول رہے اور حظیرۂ اقدس میں گنبد خواجہ جہاں مرحوم کے اندر قیام پذیر رہے۔(۱)

دوبارہ لکھنوتی، بنگال واپسی کا پس منظر

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ سلطان الاولیا سید محمد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد، دہلی میں مسلسل تین سالوں تک نصیر الملت والدین حضرت شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی کی خدمت میں رہ کر اکتساب علم کیا، پھر دہلی سے لکھنوتی واپس ہو گئے۔

اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی سرزمین لکھنوتی میں دوبارہ واپسی اس وقت ہوئی جب محمد بن تغلق شاہ [1325 تا 1351ء] نے دِلّی کی بجائے دولت آباد (دیوگیر) کو پایۂ تخت بنانے کا ارادہ کرلیا اور دلّی والوں کو حکم دیا کہ جلد از جلد دلّی خالی کر کے دولت آباد میں جا بسیں، دلّی والوں نے لیت و لعل سے کام لیا تو حکم ہوا کہ تین دن کے اندر اندر دلّی خالی کیا جائے، اس کے بعد جو شخص بھی دلّی میں ملے گا اس کو قتل کر دیا جائے گا تو آئینہ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ بنگال تشریف لائے۔ لہٰذا اب اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت آئینۂ ہندوستان رحمۃ اللہ علیہ کی بنگال تشریف آوری محمد بن تغلق شاہ کے زمانہ میں ہوئی تھی۔

اس سلسلے میں سیر الاولیا کے مصنف سید محمد مبارک میر خورد لکھتے ہیں کہ:

''چون خلق را در دیار دیوگیر روانہ کردند او بسعادت در دیار لکھنوتی رفت۔''(۲)

جب مخلوق دیار دیوگیری کی طرف جلاوطن کی گئی تو مولانا اخی سراج الدین لکھنوتی تشریف لے گئے۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کے سابق استاذ جناب خلیق احمد نظامی

۱۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۹، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

۲۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۹، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

صاحب لکھتے ہیں کہ:

''شیخ آئینہ ہند اخی سراج الدین المعروف بہ اخی سراج اپنے شیخ کے وصال کے بعد کچھ عرصہ تک دہلی ہی میں مقیم رہے۔ جب محمد بن تغلق نے مشائخ کے وصال کو جبراً دیوگیر بھیجنا شروع کیا تو وہ اپنے وطن لکھنوتی چلے گئے۔''(۱)

اگر تاریخ کے اوراق میں یہ جھانک کر دیکھ لیا جائے کہ سلطان محمد بن تغلق نے دہلی کے بجائے دولت آباد کو دارالسلطنت کس سن میں بنایا اور علما و مشائخ کو وہاں کب بھیجنا شروع کیا تو اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی دوبارہ بنگال تشریف آوری کا سال معلوم ہو جائے گا۔

مغل بادشاہوں کی تاریخ پڑھنے والوں سے یہ پوشیدہ نہیں ہے کہ سلطان محمد بن تغلق نے ۱۳۲۷ء مطابق ۷۲۷ھ کو دِلّی کے بجائے دولت آباد (دیوگیر) کو پایۂ تخت بنایا تھا اور رعایا کو دِلّی خالی کرنے کا حکم دیا تھا۔ لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت آئینۂ ہندوستان علیہ الرحمہ ۱۳۲۸ء مطابق ۷۲۸ھ یا ۱۳۲۹ء مطابق ۷۲۹ھ کو بنگال تشریف لائے تھے اور مستقل سکونت پذیر ہو گئے تھے۔

ہمارے مذکورہ دعوی کی تائید ڈاکٹر عبداللطیف صاحب کی درجہ ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔

"Shaikh Akhi Siraj came to Bengal in or about 1328-1329, A.D."

شیخ اخی سراج 1328-1329 عیسوی میں بنگال آئے۔''(۲)

بعض تذکرہ نگاروں نے اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی پنڈوہ واپسی کے سلسلے میں دیگر وجوہات کا ذکر بھی کیا ہے۔

محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت سلطان المشائخ کے پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ تین برس دہلی میں مقیم

۱۔ تاریخ مشائخ چشت، خلیق احمد نظامی، ص: ۲۱۸، ۲۱۹، مطبوعہ مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور، سال اشاعت ندارد۔

۲۔ The muslim mystic movements in Bengal from the Fourteenth to the Middle of the Sixteent Century A. D.، ڈاکٹر عبداللطیف، ص: ۳۶، سینٹر آف ایڈوانس اسٹڈی، ڈپارٹمنٹ آف ہسٹری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۴۔

رہے اور پھر دوبارہ بنگال کا قصد فرمایا جہاں تک تاریخی انداز سے سمجھا جاتا ہے غالباً اس دو بارہ سفر کرنے پر شاہان گور کی نیازمندیوں اور امراء سلطنت کی خدمتوں بالخصوص حضرت مخدوم علاء الحق کے جذب واصرار نے مجبور کیا ہوگا۔"(١)

حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ بیان کردہ وجوہات بے بنیاد نہیں ہیں، خصوصاً مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کے جذب واصرار والی بات قرین قیام معلوم ہوتی ہے کیوں کہ حضرت مخدوم العالم علیہ الرحمہ کی حیات میں اخی سراج علیہ الرحمہ سے بیعت وارادت کے بعد ایک نیا انقلاب آ گیا تھا جس کی وجہ مرشد کی طرف ان کا میلان حد درجہ بڑھا ہوا تھا۔

تبرکات سلطان المشایخ

یہاں اس بات کا ذکر نا دینا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شیخ سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار سے خلافت نامہ کے علاوہ دیگر تبرکات میں کون کون سی چیزیں ملی تھیں؟ بلفظ دیگر اپنے شیخ کی بارگاہ دہلی سے بنگال کی سرزمین پر جب آپ نے قدم رکھا تو کون کون سی چیزیں اپنے ساتھ لے کر آئے تھے؟

علامہ سید محمد بن مبارک کرمانی لکھتے ہیں کہ:

"وبعضے کتب معتبرہ از کتاب خانۂ سلطان المشائخ کہ وقف بود بجہت مطالعہ وبحث، وجامۂ سلطان المشائخ کہ باوقات خوش یافتہ بود برابر خود برد۔" چند معتبر کتابیں سلطان المشائخ کے موقوفہ کتب خانہ سے بحث ومطالعہ کی غرض سے ساتھ لے کر گئے اور سلطان المشائخ کا پیرہن مبارک جو انہوں نے ایام بہار میں پایا تھا وہ بھی ساتھ لے گئے۔"(٢)

جناب خلیق احمد نظامی صاحب لکھتے ہیں کہ:

١۔ ماہنامہ اشرفی، جلد 2/ شمارہ نمبر 12، جمادی الاول 1343ھ/ دسمبر 1924ء۔

٢۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ٢٨٩، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ١٣٠٢ھ۔

''اور کچھ کتابیں محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانے سے بجہتِ مطالعہ و بحث ساتھ لے گئے۔''(۱)

مذکورہ دونوں اقتباس پر غور کرنے سے سابقہ اوراق میں کیا گیا ہمارا دعویٰ صد فی صد درست ثابت ہوتا ہے کہ اخی سراج الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ کو علم دین سے حد درجہ شغف پیدا ہو گیا تھا، کتابوں کے بغیر ان کو قرار نہیں تھا، بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ علم دین سے لگاؤ ان کو بچپن ہی سے تھا اور اسی کی منزلِ مقصود تک رسائی کے لیے وہ گھر سے نکلے تھے اور سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں پہنچے تھے، یہی وجہ ہے کہ قیام دہلی کے دوران ان کے پاس قلم و دوات اور چند کتابوں کے علاوہ کوئی ساز و سامان نہیں تھا اور دہلی سے جب بنگال تشریف لائے تو کتابیں اپنے ساتھ ضرور لے آئے۔

مصنف سیر الاولیا نے لکھا ہے کہ:

''کاغذ و کتاب خود کہ جزے آں دیگر رختے نداشت ہم در کتاب خانہ و جماعت خانہ می داشت۔'' کتاب و کاپی کے علاوہ کوئی اسباب ان کے پاس نہیں تھا، یہ سب وہ کتاب خانہ اور جماعت خانہ میں رکھتے تھے۔''(۲)

قلم و دوات اور کتاب و قرطاس سے اس قدر دلچسپی و رغبت رکھنے کے باوجود آپ معتد بہ ظاہری علوم حاصل نہ کر سکے اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ طبیعت میں خدمت علما و مشائخ کا جذبہ رچا بسا تھا، آپ اسی میں اکثر اوقات لگے رہتے تھے، اس لیے تعلّمِ علم دین کے لیے زیادہ وقت نہیں نکال سکے تھے اور خلافت پانے کے لیے جتنا علم درکار تھا آپ اسے حاصل نہ کر سکے تھے۔

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ، سرزمین دہلی سے سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین دہلوی علیہ الرحمہ کا پیرہن مبارک اور چند کتابوں کے علاوہ اور کیا کیا ساتھ لے آئے تھے، اس سلسلے میں قاری عبد الرقیب صاحب کی تحریر پڑھیے۔

۱۔ تاریخ مشائخ چشت، خلیق احمد نظامی، ص: ۲۱۸، ۲۱۹، مطبوعہ مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور، سال اشاعت ندارد۔

۲۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۸، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

قاری عبدالرقیب نے اپنی کتاب سیرت آئینۂ ہند میں لکھا ہے کہ:

''حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے رخصت کرتے وقت فرمایا کہ یہ مصلّٰی اور یہ لوٹا ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا جب کہیں کا سفر کرو گے تو اس کو ساتھ رکھنا۔''(۱)

قاری صاحب نے ان تبرکات کا شجرہ بھی بیان کیا ہے اور شجرہ خوانی کا انتساب سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کیا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

قاری صاحب ایک دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں کہ:

''حضرت شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کے ایک کونے میں اونچی جگہ پر ایک عصا بہت بڑا رکھا ہوا ہے جو زائرین کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، جو رنگ برنگ کپڑے کے ٹکڑوں سے جھولا بنا کر اس میں رکھا ہوا ہے، اسکی لمبائی چھ فٹ اور چھ انچ ہے، اس وقت مزار شریف کے اندر اتر پچھّم کونے میں اونچائی پر رکھا ہوا ہے، سننے میں آتا ہے کہ یہ حضرت کے استعمال کیا ہوا ہاتھ کا عصا مبارک ہے جس کو آپ نے دہلی سے اپنے ساتھ لایا تھا۔''(۲)

بہر کیف سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے آئینۂ ہند اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اور دیگر بزرگوں کے تبرکات سے شرف یاب فرمایا تھا۔ جب وہ اپنے شیخ کی حیات میں پنڈوہ شریف تشریف لائے تھے، بعض تبرکات اس وقت بھی آپ کے ساتھ تھے جن کی برکت سے آپ کا سفر جلد طے ہو گیا تھا۔ اس بات کا ذکر محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی نے اپنی تحریر میں کیا ہے۔

انہوں نے لکھا ہے کہ:

''حضرت مخدوم اخی سراج الحق نے بنگال کا سفر فرمایا اور تبرکات اور دعائے شیخ کی بدولت یہ مسافت بعیدہ بہت جلد طے ہو گئی۔''(۳)

۱۔ سیرت آئینۂ ہند، قاری عبدالرقیب، ص: ۴۰، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، چاندنی مارکیٹ، کلیا چک مالدہ۔
۲۔ نفس مرجع، ص: ۶۰۔
۳۔ ماہنامہ اشرفی، جلد ۲/ شمارہ نمبر ۶، ذی قعدہ الحرام ۱۳۴۲ھ/ جون ۱۹۲۴ء۔

بعض تبرکات جو وہاں رہ گئے تھے مثلاً سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا 'جامہ شریف' وہ دوسری بار جب لکھنوتی واپسی ہوئی تو ساتھ لائے تھے۔ ان تبرکات کو حضرت اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنا حرز جاں سمجھتے تھے، آپ نے ان تبرکات کو کبھی جدا نہ کرنے کے لیے یہ راہ نکالی کہ ان کو دفن فرما دیا اوران کے زیر پا اپنی قبر بنانے کی وصیت فرما دی۔ دفن تبرکات کا ذکر تقریباً سبھی تذکرہ نویسوں نے کیا ہے، ہم یہاں حضرت محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی جیلانی کے الفاظ نذر قارئین کر رہے ہیں:

''(سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے تبرکات کو) خانقاہ میں دفن فرما کر قبر بنادی تھی اوران تبرکات کا احترام وشرف معیت اس درجہ حضرت کا جزء لاینفک تھا کہ آخر عمر شریف میں وصیت فرمائی کہ میری قبر پائیں تبرکات ہو۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور قبہ اقدس کے نیچے آج تک دونوں قبروں سے لوگ فیض حاصل کرتے ہیں۔''(۱)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

مصنف سیر الاولیا کی عبارت سے ایک شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ، سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے موقوفہ کتب خانہ کی کتابیں اپنے ساتھ بنگال لے آئے تھے جو شرعاً غیر محمود فعل ہے۔ اس شبہ کے سلسلے میں اولاً عرض ہے کہ شیخ سراج الدین جیسی عبقری شخصیت سے خلاف شرع فعل کا صدور بہت بعید ہے، آپ کی ذات کے تعلق سے ایسا خیال کہ آپ نے موقوفہ کتابیں اپنے مطالعہ کے لیے ساتھ رکھ لی تھیں کج فکری اور غیر مستحسن سوچ ہے۔ ثانیاً مصنف سیر الاولیا کی دوسری عبارت میں اس کا واضح جواب موجود ہے جہاں آپ نے لکھا ہے کہ: اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتابیں کبھی کتب خانہ اور کبھی جماعت خانہ میں رکھتے تھے لہذا یہ خیال مناسب نہیں ہے کہ وہ موقوفہ کتابیں لے آئے تھے، بلکہ وہ کتابیں ان کی ذاتی تھیں جو سلطان المشائخ کے موقوفہ کتب خانہ میں رکھی جاتی تھیں، بنگال آتے وقت ان ہی کتابوں کو وہ اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ ہمارے دعوی کی تصدیق شیخ عبدالرحمٰن چشتی کی درج ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے جس میں

۱۔ ماہنامہ اشرفی، جلد 3/ شمارہ نمبر 1؛ جمادی الاخری 1343ھ/ جنوری 1925ء۔

انہوں نے کہا ہے کہ یہ کتابیں سلطان المشائخ کی عطا کردہ تھیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''سلطان المشائخ کی بعض معتبر کتابیں اور پارچات (کپڑے) جو آپ کو تبرک کے طور پر ملے تھے وہ بھی ساتھ لے گئے، اور اس علاقے کو اپنی ولاویت کے جمال سے مزین کر کے خلق خدا کی ہدایت میں مشغول ہو گئے۔''(۱)

شیخ نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''بعض کتب معتبر از کتب خانہ حضرت سلطان المشائخ کہ باوقات خویش یافتہ بودند، ہمراہ خود بردند۔'' بعض اہم ومعتبر کتابیں جو ان کو کتب خانہ سے عنایت کی گئی تھیں، اپنے ساتھ (لکھنوتی) لے گئے۔''(۲)

حضرت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

''دہلی سے آتے وقت حضرت مخدوم نے شیخ کے عطا کردہ خرقہ جات وکتب وغیرہ تبرکات اپنے ساتھ لے لیے تھے۔''(۳)

رشتۂ ازدواج

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ نے عقد فرمایا تھا اور آپ صاحب اولاد بھی ہوئے تھے، مگر یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ آپ کا نکاح کہاں اور کس کی صاحبزادی سے ہوا ہوا تھا اور کل کتنے پھول آپ کے آنگن میں کھلے تھے۔ تلاش وجستجو کے بعد صرف اتنا معلوم ہوسکا کہ آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان کی ایک شہزادی مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی سے منسوب تھی، اس طرح مخدوم العالم علیہ الرحمہ کا آئینۂ ہندوستان علیہ الرحمہ سے روحانی رشتہ کے ساتھ ساتھ صہری رشتہ بھی قائم ہو گیا تھا۔

گلزار ابرار میں ہے:

علاء الحق، مخدوم العالم، علاء تل بنگالی، القاب اوست۔ خدیونشا تین، جامع دانش

۱۔ مرآۃ الاسرار مترجم، شیخ عبدالرحمٰن چشتی، ص:۸۸۹، ناشر ضیاالقرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور، سن اشاعت/1993-

۲۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، حضرت نظام یمنی، ص:۳۵۵، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی پاکستان، سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۳۔ ماہنامہ اشرفی، جلد 3 / شمارہ نمبر 1، جمادی الاخری 1343ھ/ جنوری 1925ء-

درسی ولدنی بود، مرید شیخ اخی سراج است کہ بزرگ خلیفہ نظام الاولیاء چشتی است، سرانجام بہ دامادی پیر خود سر بلندی یافت۔'' علاء الحق، مخدوم العالم، علاء تل بنگالی آپ کے القاب ہیں، آپ دونوں جہاں کے سردار تھے، درسی ولدنی دونوں علم آپ کو حاصل تھے، شیخ اخی سراج بزرگ خلیفۂ نظام الاولیا چشتی کے مرید ہیں، آخر میں اپنے پیر کے دامادی کا شرف حاصل کیا۔''(۱)

وصال پُر ملال

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ نے لمبی عمر پائی۔ سیر الاولیا میں میر خورد علیہ الرحمہ نے سال وصال درج نہیں کیا ہے، مگر ایک ایسا جملہ لکھا ہے جس سے ان کی عمر کی درازگی کا پتہ چلتا ہے۔ وہ جملہ یہ ہے:

''وعمرے باکمال یافت۔'' اخی سراج نے لمبی عمر پائی۔''(۲)

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ، ماہ اور سالِ پیدائش کی تفصیل ہمیں کسی معتبر کتاب میں ابھی تک نظر نہیں آئی۔ اخبار الاخیار کا ترجمہ جو مولانا سبحان محمود اور مولانا محمد فاضل نے کیا ہے اس میں سال پیدائش ۶۵۶ھ اور سال وفات ۷۳۰ھ درج ہے۔ میرے پاس اخبار الاخیار کے دو فارسی نسخے ہیں، ان میں سے ایک ۱۲۸۰ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے چھپا ہے اور دوسرا نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی کچا رشید روڈ، بلال گنج، لاہور سے ۲۰۰۹ء میں چھپا ہے۔ ان میں سال ولادت ووفات درج نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ مترجمین کے پاس کوئی دوسرا نسخہ رہا ہو یا انہوں نے اپنی طرف سے اس کا اضافہ کیا ہے۔ سال وفات کے سلسلے میں دو روایتیں اور ہیں؛ جناب عابد علی خان مالدوی نے اپنی کتاب میمورس آف گور اینڈ پنڈوہ میں منشی الٰہی بخش کی ''خورشید جہاں نما'' کے حوالہ سے ۷۴۳ھ اور معروف پروٹسٹ مسٹر بلوچ مان کے حوالے سے ۷۵۸ھ سالِ وفات درج کیا ہے۔

۱۔ گلزار ابرار فارسی، محمد غوثی شطاری، ص:۹۲، مطبوعہ خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، سال اشاعت، بار دوم، ۲۰۰۱ء۔
۲۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی، ص:۲۸۹، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

جناب عابد علی خان صاحب مالدوی لکھتے ہیں کہ:

''Blochmann[J.A.S.B. 1873,p.260] says that he"came as boy to Nizamuddin auliya of Delhi, who handed him over to Fakhruddin Zarradi[died 747A.H- 1347A.D] to teach. In course of time he became very learned and was to told to go to Bengal, where he died in 758 A.H or 1358 A.D. The Haft Iqlim says that Nizam called him ' the mirror of Hindustan. After Nizam's death in [725 A.H .1325A.D.]he went to Lakhnauti, and all the kings of Bengal became his pupils" According however of Khurshid-i-Jahan Numa of Munshi Ilahi Bakhs, he died on Ist Shawwal 743A.H.[1342 A.D.] The choronogram of his death is''زود گو کان روز عید الفطر بود'' "say quickly it was Idul Fitr Day''.

''بلوچ مان (JASB'1873 ص:260) میں لکھتے ہیں کہ: وہ (اخی سراج) حضرت نظام الدین اولیا کے پاس نوعمری میں آئے، انہوں نے ان کو پڑھانے کے لیے فخر الدین زرادی (متوفی: 747ھ/ 1347ء) کے حوالے کر دیا۔ کچھ ہی وقت میں وہ بڑے عالم بن گئے اور انہیں بنگال جانے کا حکم ہوا، جہاں پر ان کا انتقال 758 ہجری/ 1358 عیسوی میں ہوا۔ ہفت اقلیم کے مطابق حضرت نظام الدین ان کو آئینۂ ہندوستان کہتے تھے۔ اخی سراج الدین حضرت نظام الدین کے انتقال (725ھ/1325ء) کے بعد لکھنوتی چلے گئے اور بنگال کے سارے بادشاہ ان کے مرید بن گئے۔ مگر منشی الٰہی بخش کی 'خورشید جہاں نما' کے مطابق ان کا انتقال یکم شوال 743 ہجری (1342ء) کو ہوا، تاریخ وصال: ''زود گو کان روز عید الفطر بود'' سے نکلتی ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ عید الفطر کا دن تھا۔''(۱)

۱۔ Memoirs of Gaur and Pandua، عابد علی خان، ص:۹۱، مطبوعہ بنگال سکریٹریٹ بک ڈپو، کلکتہ، سال اشاعت ۱۹۳۱ء؛ Journal of the Asiatic Society of Bengal 1873 Page number 260, مضمون نگار پروفیسر بلوچمان، مطبوعہ جی، ایچ روز باپٹیسٹ مشن پریس کلکتہ، سن اشاعت ۱۸۷۳ء۔

حاصل کلام:

مذکورہ علما و مؤرخین کی عبارتوں سے اخی سراج الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے سال وصال کے تعلق سے تین اقوال سامنے آئے۔ [۱] مترجمین اخبار الاخیار کے نزدیک سال ۷۳۰ھ۔ [۲] مصنف خورشید جہاں نما مولوی الٰہی بخش کے بقول ۷۴۳ھ اور [۳] مشہور عیسائی مؤرخ اور اور ینٹلسٹ پروفیسر بلوچمان کے نزدیک ۷۵۸ھ۔

ہمارے نزدیک پروفیسر بلوچ مان کا بیان کردہ سال وفات زیادہ درست وراجح ہے۔ اکثر مصنفین و مؤرخین نے یہی سال وفات اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ قارئین کرام کے اطمینان کے لیے یہاں چند کتابوں کے حوالے پیش کیے جارہے ہیں:

مفتی غلام سرور لاہوری خزینۃ الاصفیا میں لکھتے ہیں کہ:

''شیخ اخی سراج الدین قدس سرہ ۷۵۸ھ میں فوت ہوئے۔''

چوں سراج الدین شد از دنیائے دوں — سال وصل آں شہ والا مکاں
''عارف احمد سراج الدین'' بگو — سال ''محرم سراج الدین'' بخواں

سراج الدین جب اس حقیر دنیا سے وصال فرما گئے، اس شہ والا مکاں کا سال وصال، مادہائے تاریخ ''عارف احمد سراج الدین'' اور ''محرم سراج الدین'' میں تلاش کیجیے۔''(۱)

نزھۃ الخواطر میں ہے:

''مات فی سنۃ ثمان و خمسین و سبع مأۃ۔''(۲)

۱۔ خزینۃ الاصفیا، مفتی غلام سرور لاہوری، ج:۲،ص:۲۲۶، ۲۲۷، مکتبہ نبویہ لاہور۔

۲۔ نزھۃ الخواطر بہجۃ المسامع والنواظر، حکیم عبد الحئ لکھنوی، ج:۲،ص:۱۷۳، مطبوعہ دار ابن حزم بیروت لبنان، سن اشاعت ۱۹۹۹ء / ۱۴۲۰ھ۔

باب سیزدہم
فضائل وشمائل

شیخ اخی سراج الدین کا اپنے اساتذئہ کرام کے ساتھ حسن سلوک

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اساتذہ کا بے حد خیال فرماتے تھے، ان کا ادب واحترام اور ان کی راحت وآرام ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے۔ چنانچہ عالم ربانی شیخ فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں مجاہدہ کی مشقتیں اٹھارہے تھے، اہل دنیا سے بے نیازی ولاتعلقی اختیار کیے ہوئے تھے اور پر خطر مقامات میں جا کر مجاہدہ کرتے تھے، اس وقت اگر کوئی تکلیف ان کو پہنچتی تو آئینہ ہندوستان رحمۃ اللہ علیہ بے قرار ہو جایا کرتے تھے، سیر الاولیا میں میر خورد رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی ایک واقعہ کی نشاندہی کی ہے جس کا خلاصہ ہم علامہ ڈاکٹر عاصم اعظمی کے الفاظ میں قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

''بسنالہ کے قریب ایک بند ہے، جس پر ایک مسجد ہے، وہاں (عالم ربانی شیخ فخر الدین زرادی) مصروف عبادت ومجاہدہ ہو گئے، اس مقام پر ویرانی کی وجہ سے کسی کا قیام کرنا ممکن نہیں، شیر اور بھیڑیے اور موذی جانوروں کا وہاں بسیرا تھا، آپ کے ساتھ وہاں دو تین دوست بھی تھے، کچھ دنوں تک کھانے پینے کی کوئی چیز میسر نہ آئی تو وہ انھیں تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے، جب سید میر خورد کے والد کو خبر ہوئی، کھانے پینے کا سامان لے کر **چند مخلصین** کے ساتھ بسنالہ گئے، انہوں نے دیکھا کہ فقر ومجاہدہ اور جہاد اکبر کا وہ بادشاہ، بند میں پانی کی گذرگاہ کے درمیان جو شیروں اور اژدہوں کا گھر تھا اور جہاں جا بجا سانپوں کی کھالیں لٹک رہی تھیں، اس خوف ناک مقام پر بے خوف وخطر یاد الٰہی میں محو تھا، آٹھ روز سے مسلسل روزہ

تھا، افطار کے لیے کوئی چیز میسر نہ تھی مگر چہرے پر پژمردگی واضمحلال کے آثار مطلقاً نہ تھے، وہ روح مجرد ہو گئے تھے، اس پہاڑ و بیابان کو اپنے حسن سے منور کر رہے تھے۔'' (۱)

علامہ میر خورد کے والد گرامی چند مخلصین کے ساتھ عالم ربانی شیخ فخر الدین زرادی کو کھانا کھلانے پہنچے تھے، ان **چند مخلصین میں ایک مخلص** آئینہ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان کی ذات تھی جو اپنے استاذ گرامی کی اس حالت سے بیقرار تھے۔

علامہ میر خورد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

''با چند یار عزیز کہ بخدمت مولانا حق اخلاص وشاگردی داشتند، چنانکہ مولانا واستاذنا رکن الملۃ والدین اندرپتی ومولانا سراج الدین عثمان کہ ذکر اودرمیان خلفائے سلطان المشائخ خواہد آمد، ومولانا صدر الدین برادر مولانا رکن الدین مذکور، وعبد اللہ کولی رکاب دار سلطان المشائخ، وکاتب حروف کہ کودک ایں عزیزاں بود بخدمت مولانا فخر الدین در بسنالہ رفتند۔'' چند عزیز دوست جنھیں مولانا فخر الدین کے ساتھ دلی لگاؤ اور شاگردی کی نسبت تھی مثلا: مولانا استاذنا رکن الملت والدین اندرپتی، **مولانا سراج الدین عثمان**، مولانا صدر الدین برادر مولانا رکن الدین، عبداللہ رکاب بردار سلطان المشائخ اور کاتب حروف میرے والد کے ساتھ مولانا فخر الدین کی خدمت میں بسنالہ گئے۔ ان سارے عزیزوں میں سب سے چھوٹا میں ہی تھا۔'' (۲)

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے اساتذۂ کرام کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا ایک اور واقعہ درج ذیل تحریر میں پڑھیے۔

علامہ میر خورد کرمانی نے نقل کیا ہے کہ:

''ودر آخر عمر بجہت مولانا رکن الدین اندرپتی کہ استاذ او بود وبجہت کاتب حروف کہ ہم سبق او بود بجہت یادگار چندگاں تنکہ نقرہ فرستاد وحقوق ماتقدم را رعایت کرد، حق تعالیٰ از وقبول گرداناد۔'' شیخ اخی سراج الدین نے آخری عمر میں مولانا رکن الدین اندرپتی کے

۱۔ محبوب الٰہی، ڈاکٹر عاصم اعظمی، ص: ۳۱۸، ناشر فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۲ء محرم ۱۴۲۳ھ بحوالہ سیر الاولیا ص: ۲۷۴۔

۲۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۶۵، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

لیے جو آپ کے استاد تھے اور کاتب حروف کے لیے جو ہم سبق تھا بطور یادگار چاندی کے کچھ تنکے بھیجے، انہوں نے پچھلے حقوق کی مکمل رعایت کی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔''(۱)

محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت مخدوم نے دیارِ گور میں آ کر وطنِ شیخ کو فراموش نہیں کر دیا، بلکہ دہلی کے تعلقات کو ہمیشہ زندہ رکھا، چنانچہ ایک مرتبہ اپنے ایک اُستاد مولانا رکن الدین جن سے کافیہ و مفصل و قدوری و مجمع البحرین وغیرہ پڑھی تھیں اور جو حضرت پیر و مرشد سلطان المشائخ کے جامع ملفوظات تھے اُن کی خدمت میں کثیر نذر حاضر کیا۔''(۲)

حسن سلوک کا یہ واقعہ لکھنوتی بنگال تشریف لانے کے بعد کا ہے، اس وقت عالم ربانی شیخ فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ سوئے جنت سدھار چکے تھے، اگر اس وقت وہ بقید حیات ہوتے تو یقیناً ان کے ساتھ بھی حضرت آئینۂ ہند کا حسن سلوک قابل دید ہوتا۔

حسن سیرت وصورت کے پیکر جمیل

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ خوب صورت وخوب سیرت تھے، حسن و جمال کے پیکر مجسم تھے، دیکھنے والوں نے دیکھا تو داد دیے بغیر نہ رہ سکے، مؤرخین نے آپ کا سراپا نہیں لکھا ہے، مگر انہوں نے اپنی نگارشات میں ایسے اشارے ضرور دیے ہیں جن سے آپ کے سراپا پر روشنی پڑتی ہے۔ علامہ شیخ عبد الرحمٰن چشتی مصنف مرآۃ الاسرار نے آپ کو ''آئینہ جمال ذات مطلق'' کہا ہے۔

شیخ عبد الرحمٰن چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی ایک جملہ شیخ اخی سراج رحمۃ اللہ علیہ کے حسن سراپا اور صورت زیبا کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔

مولانا حکیم عبد الحئی لکھنوی نے آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''کان حسن الصورۃ و السیرۃ'' وہ خوب صورت وخوب سیرت تھے۔

۱۔ مرجع سابق ص: ۲۸۹۔

۲۔ ماہنامہ اشرفی، علامہ سید محمد اشرفی کچھوچھوی، جلد 3 / شمارہ نمبر 1؛ جمادی الاخری 1343ھ / جنوری 1925ء۔

علامہ شیخ محمد بن مبارک نے آپ کے بارے میں جو تعارفی جملے لکھے ہیں، ان سے آپ کی سیرت مبارک پر مکمل روشنی پڑتی ہے اور سیرت طیبہ کا ہر گوشہ نکھر کر سامنے آتا ہے۔
وہ لکھتے ہیں کہ:

''آں صوفی خوش لقا، آں زاہد دل رُبا، کہ در تقوی و ورع و مکارِم اخلاق ولطافت طبع میان یاراں موصوف بود۔'' صوفی خوش لقا، زاہد دل رُبا، مولانا سراج الملت والدین عثمان، تقوی وطہارت، زہد وورع، مکارم اخلاق ولطافت طبع میں یاروں میں ممتاز ومعروف تھے۔''(۱)

مذکورہ جملہ کے ہر لفظ کو بار بار پڑھیے اور غور کیجیے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ ان مختصر تعارفی لفظوں نے اپنے اندر ایک سمندر سمویا ہوا ہے۔ ان میں آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی پوری سیرت طیبہ کا بیان حسین پیرایہ میں اجمالاً کر دیا گیا ہے۔

صوفی خوش لقا

وہ صوفی تھے، تصوف ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، مگر ان کے تصوف میں ریا و دکھاوا نہیں تھا، ان کے یہاں صوفیت میں تصور رہبانیت نہیں تھا، مایوسی وقنوطیت ان کی صوفیت سے کوسوں دور تھی وہ ''صوفی خوش لقا'' تھے۔ انسانوں میں گھل مل کر رہنا اور اسی میں رب کریم کی رضا ولقا تلاش کرنا ان کا ہدف تھا۔

زاہد دل ربا

وہ زاہد تھے، زہد کی حقیقت ان کے اندر پنہاں تھی۔ حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ: 'لفظ زہد میں صرف تین حروف ہیں حرف (ز) کا معنی زینتِ دنیا کو ترک کرنا ہے۔ حرف (ہ) سے ہوائے نفس یعنی اپنے دل کی خواہش کو چھوڑنا مراد ہے اور (د) سے تمام دنیا کو ترک کرنا مراد ہے۔ لہذا جب تم ان چیزوں سے گریز کرو گے اس وقت زاہد کہلانے کے حقدار بنو گے۔''

شیخ اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ ان پر مکمل عامل تھے، شریعت مطہرہ جس چیز کی

۱۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی، ص: ۲۸۸، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

اجازت دیتی اسے اختیار کرتے اور جس چیز کی اجازت نہیں دیتی اسے چھوڑ دیتے۔ جو چیز ہاتھ سے نکل جاتی اس کا افسوس نہ کرتے اور جو اللہ رب العزت عطا فرما دیتا اس پر سجدۂ شکر بجالاتے، گویا آپ کی زندگی قرآن کریم کی آیت مبارکہ ''لِّكَيْلَا تَاسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوا بِمَا اٰتٰكُمْ ''(۱) کی مکمل تفسیر تھی۔ وہ صرف 'زاہد' نہیں تھے، بلکہ زاہدِ دل ربا' تھے۔

موصوف بتقوی وورع

وہ متقی و پرہیز گار تھے، ان کا ہر عمل اللہ عزوجل کے لیے ہوتا تھا، وہ رضائے الٰہی کے حصول اور اس کی ناراضگی سے بچنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے، ان کا دل نیکیوں کی طرف خود بخود مائل ہوجایا کرتا تھا، برائیوں سے نفرت کرنا ان کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ انسان کی نجات کا مدار دو اجزا پر ہے: اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے منع کردہ باتوں سے رک جانا۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ تقوی کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی منع کردہ باتوں سے رک جانے پر ہے۔ یہی اصل تقویٰ و پرہیزگاری ہے، اسی کے سبب انسان کو فرشتوں پر برتری حاصل ہے، کیوں کہ اوامر کو پورا کرنے میں تو فرشتے بھی انسان کے شریک ہیں۔ اس لیے کسی بھی تاریخی کتاب میں یہ نہیں ملتا کہ شیخ اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی ایسا کام کیا ہو جو خلاف شرع ہو، یہی وجہ ہے کہ قرب الٰہی کے اعلیٰ درجات ان کو حاصل تھے۔ حضرت شیخ محمد بن مبارک نے سچ کہا ہے کہ وہ تقوی وورع میں اپنے یاروں میں ممتاز تھے۔

موصوف بمکارمِ اخلاق ولطافت طبع

علامہ شیخ محمد بن مبارک کے ان لفظوں نے حضرت شیخ اخی سراج الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی کی عکاسی کردی ہے۔ حضرت شیخ اخی سراج الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ صرف ''اخلاق'' ہی سے موصوف نہیں تھے، بلکہ آپ ''مکارم اخلاق'' سے موصوف تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کا مقصد بھی مکارم اخلاق کی تکمیل تھا، سرور کائنات روحی فداہ

۱۔ سورۂ حدید، آیت ۲۳، ترجمہ، متاع دنیا میں سے جو ہاتھ سے نکل جائے اس کا غم نہ کھاؤ اور اللہ تعالی نے جو تم کو دیا ہے اس پر اترایا نہ کرو، اترایا نہ کرو۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاق۔''(۱) یعنی ''میں مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔''

اب یہ کہنا غلط نہیں ہونا چاہیے کہ آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کا ہر فعل سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موافق ہوتا تھا۔خندہ پیشانی سے ملنا اور سلام سے گفتگو کا آغاز کرنا،نرم خوئی، متحمل مزاجی، بردباری،عفوودرگزر،ایثاروقربانی مختصر یہ کہ ان کی زندگی محاسن وکمالات کی جامع تھی، وہ ایسے اخلاق کے دھنی تھے کہ جوملتا تھا وہ بار بار ملنا چاہتا تھا۔طبیعت میں لطافت تھی،صحبت کا شرف جس کوحاصل ہوجاتا تھا وہ کبھی جدا ہونا نہیں چاہتا تھا۔

بے مثال سخاوت وفیاضی

پنڈوہ شریف ضلع مالدہ بنگال میں شیخ اخی سراج الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشیں وخلیفہ مخدوم العالم گنج نبات شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے،ان کا مزار بھی پنڈوہ شریف ہی میں ہے۔ان کی مختصر سوانح آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ کریں گے ان شاء اللہ تعالی۔

مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے فیاض وسخی انسان تھے،ان کی خانقاہ میں غربا وفقرا، مسافرین ومساکین اورمہمانان وطالبان علوم نبویہ کے لیے دسترخوان ہمیشہ کشادہ رہتا تھا۔

مولانا عزیز یعقوب ضیائی لکھتے ہیں کہ:

سید العارفین سیدنا علاء الحق پنڈوی قدس سرہ السامی بڑے خلقت پرور،فقیرنواز تھے، اقلیم جودوسخا کے تاجدار تھے،آپ کے باب سخاوت پرمحتاجوں کا ٹھٹ اور گداگرانِ روحانیت کا جم گھٹ رہتا تھا، چنانچہ جب آپ اپنے شیخ طریقت سیدنا اخی سراج قدس سرہ کے سجادہ نشیں ہوئے اور خانقاہ نظامیہ چشتیہ کے مسند ارشادوتلقین پرجلوہ آرا ہوئے تو آپ کے مصارفِ لنگر خانہ بے حدوشمار تھے،آپ خود ہی فرمایا کرتے تھے،میرے شیخ سیدنا اخی سراج

ا۔السنن الکبری محقق،احمد بن حسین بیہقی،ج:۱۰،ص:۱۹۱،مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ،سال اشاعت ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

قدس سرہ جس قدر صرف مال کرتے تھے میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں کرتا۔'' (۱)

اخبار الاخیار میں ہے کہ:

''شیخ علاء الحق خرچ بے شمار داشت. بحدے کہ بادشاہ وقت غیرت برد و گفت خزانۂ من بدست پدر شیخ است او می دہد، حکم کرد کہ: شیخ از شہر من برآید و بہ سنارگانو برد، و تا دو سال در سنارگانو می بود، خادم را فرمود کہ: ہر روز خرچ از آنچہ داشت دو چنداں کند، و شیخ را خرچ فراوان بود، اما ہیچ وجہ استقامتے نہ نداشت و دو باغ از بزرگان کہ حاصل آں ہشت ہزار تنکہ نقرہ بود کسے گرفت، ہیچ وقتے بزبان نیاورد، و بخلق بخششہائے بے اندازہ می کرد و می گفت: عشر عشیر آں چہ مخدوم من داشت از خرچ ندارم۔'' (۲)

''شیخ علاء الحق بڑے سخی آدمی تھے اور بے انتہا خرچ کیا کرتے تھے، آپ کا خرچ اتنا زیادہ تھا کہ جس پر بادشاہ وقت کو رشک ہوتا تھا، یہ حالت دیکھ کر اس وقت کا بادشاہ کہا کرتا تھا کہ میرا خزانہ شیخ کے باپ کے پاس ہے جو انھیں خرچ کرنے لیے دیتا ہے، اسی مغالطہ کی بنیاد پر بادشاہ نے حکم دیا کہ شیخ میرے شہر سے باہر سنا گاؤں چلے جائیں، چنانچہ اس گاؤں میں پہنچ کر شیخ نے اپنے خادموں سے فرمایا کہ پہلے جتنا تم خرچ کرتے تھے اب اس سے دوگنا خرچ کرو، چنانچہ شیخ کے حکم سے پہلے سے دوگنا خرچ ہونے لگا، شیخ کے اخراجات بہت زیادہ تھے لیکن آمدنی کا کوئی مستقل ذریعہ نہ تھا، شیخ کے آبائی دو باغ تھے جن کی سالانہ آمدنی آٹھ ہزار روپے تھی، ان پر ایک آدمی نے ناجائز قبضہ کر رکھا تھا مگر شیخ نے ان سے کبھی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا۔ شیخ کا ہاتھ بہت کھلا تھا اور لوگوں کو خوب مال دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے شیخ جتنا خرچ کرتے تھے میں اس کا عشر عشیر بھی خرچ نہیں کرتا۔'' (۳)

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ اقتباس کا

۱۔ لطائف اشرفی، ترجمہ سید عبد الحئ اشرف، مقدمہ، ص: ۳۱، مضمون نگار مولانا عزیز یعقوب ضیائی، ناشر مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ شریف، سن اشاعت ندارد۔

۲۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار مع مکتوبات، ص: ۱۴۳، رضویہ نوریہ پبلی شنگ کمپنی، کچار شید روڈ بلال گنج لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۹ء۔

۳۔ محبوب الٰہی، ڈاکٹر عاصم اعظمی، ص: ۳۱۸، ناشر فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۲ء محرم ۱۴۲۳ھ بحوالہ سیر الاولیا ص: ۲۷۴۔

آخری جملہ بار بار پڑھیے اور حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ کے اخراجات کو مدنظر رکھ کر سیدنا الشیخ اخی سراج الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت کا اندازہ کیجیے۔ ''عشر عشیر آں چہ مخدوم من داشت از خرچ ندارم۔'' میرے مرشد و مخدوم کا جتنا خرچ تھا اس کا دسواں حصہ بھی میرا خرچ نہیں ہے۔ اللہ اکبر! کیا فیاضی تھی۔ دولت وثروت کا بہتا دریا تھا جو بھی آیا پیاسا نہیں گیا۔

لاجواب تواضع وانکساری

آئینۂ ہند اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حد درجہ منکسر المزاج تھے، اپنے مناصب ومراتب سے کسی کو آگاہ کرنا تو کجا اس کا اظہار بھی پسند نہیں فرماتے تھے، بلکہ اخفا پسند فرماتے تھے۔ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہمارے دعوی کی دلیل فراہم ہوتی ہے۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

''در ملفوظات شیخ حسام الدین مانک پوری می نویسد کہ درویشے سہروردی مہمان شیخ سراج الدین عثمان اودھی شد، چوں شب شد، بعد از نماز خفتن شیخ سراج الدین جامہ از تن برکند و بر بستر افتاد، وآں درویش تمام شب بنماز مشغول بود، چوں بامداد شیخ برخست و بوضوئے شب نماز کرد، درویش گفت عجب کارے کہ تمام شب درخواب بودی ونماز بامداد بے وضو کردی، شیخ اورا تو ضع بیسار نمود و فرمود، شما بزرگید تمام شب کار کردید وما کالائے درایم و دوزد درپئے آں کالا ہست، نگہبانی می کردیم۔'' (۱)

اگر عاشق بمسجد در نیاید　　　دل عاشق ہمیشہ درنماز است

اس واقعہ کا ترجمہ ہم ڈاکٹر اعاصم اعظمی کے لفظوں میں پیش کرتے ہیں:

''ایک دن سلسلہ سہروردیہ کے ایک بزرگ شیخ سراج الدین کے مہمان ہوئے، عشاء کی نماز کے بعد شیخ کپڑے اتار کر سو گئے، لیکن مہمان درویش ساری رات عبادت میں مصروف رہے۔ جب صبح ہوئی، شیخ سراج نے بستر سے اٹھ کر عشا کے وضو سے فجر کی نماز

۱۔ اخبار الاخیار مع مکتوبات، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص: ۸۷، رضویہ نوریہ پبلی شنگ کمپنی، کچا رشید روڈ بلال گنج لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۹ء۔

ادا کی۔ اس درویش نے حیران ہوکر کہا: آپ ساری رات سوتے رہےاور صبح کی نماز بے وضوادا کی۔ شیخ اخی نے بڑی تواضع سے ارشاد فرمایا: آپ بزرگ آدمی ہیں، ساری رات کام میں مصروف رہے۔ لیکن میرے پاس کچھ مال ہے اور چور اس مال کے پیچھے پڑا ہوا ہے، ساری رات اس کی نگہبانی وحفاظت کرتا رہا ہوں۔''

اگر چہ عاشق مسجد میں نہیں آتا لیکن وہ ہمیشہ نماز میں رہتا ہے۔''(۱)

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع وانکساری پر اپنی طرف سے مزید کچھ تحریر کئے بغیر، محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو مختصر عبارتیں ہم نظر قارئین کررہے ہیں اسی کے ساتھ اس عنوان کو ختم کرتے ہیں۔

حضرت محدث اعظم لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عثمان اخی سراج الدین کو دیکھئے کہ آپ کے پیر حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی اور آپ کے مرید امراو وزراء کو جانے دو حضرت مخدوم شیخ علاء الحق گنج نبات اور خود آپ اپنی کسب وریاضت سے ولی کامل اور سراج الدین وآئینہ ہند تھے، مگر کیا ممکن کہ کسی فعل یا قول سے تواضع کے خلاف ایک جھلک بھی پیدا ہو جائے۔''

ایک دوسری جگہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ان بزرگ مہمان کو حیرت ہوئی کہ سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو آپ نے وضو کیوں نہیں کیا۔ اُن سے نہ رہا گیا اور آپ سے اس واقعہ کو دریافت کیا، کوئی دوسرا ہوتا تو کہتا کہ ہم اس درجہ کے ہیں جن کا نوم ناقض وضو نہیں ہے یا سچ سچ اتنا ہی کہہ دیتا کہ ہم سوتے نہ تھے بلکہ ذکر الٰہی میں مشغول تھے اور تمام رات مراقبہ میں گزار دی ہے۔ مگر واہ رے حضرت عثمان کا رفیع و وسیع تواضع کہ عام لفظوں میں کس طرح اپنے کو کم فرماتے ہیں اور ارشاد فرمایا کہ آپ بزرگ ہیں رات بھر مشغول عبادت رہے اور میرے پاس ایک قیمتی مال ہے جس کی

۱۔ محبوب الٰہی، ڈاکٹر عاصم اعظمی، ص: ۳۱۸، ناشر فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۲ء محرم ۱۴۲۳ھ بحوالہ سیر الاولیا ص: ۲۷۴۔

تاک میں چور لگے ہیں میں رات بھر اس کی نگہبانی کرنے میں جگ رہا تھا۔افسوس اُس قیمتی مال کومخاطب نہ سمجھ سکے ہوں گے اور نہ اُن کا سمجھانا حضرت کی تواضع کو پسند تھا۔‘‘(۱)

عبادت ومجاہدئہ نفس

سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے بزرگوں کا وطیرہ رہا ہے کہ جب تک اپنے مرید کومجاہدۂ نفس کی دشوار گزار راہوں سے نہیں گزار لیتے تھے اس وقت تک خلافت سے نوازا نہیں کرتے تھے۔شیخ العالم بابافریدالدین مسعود گنج شکراور سلطان المشایخ سید محمد نظام الدین علیہما الرحمہ اوران کے مریدین کے مجاہدے تاریخ کے صفحات میں آج بھی تابندہ وروشن ہیں۔لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ مجاہدہ کی انگیٹھی میں اپنے نفس کو تپا چکے تھے،آپ کا نفس امارہ مقہور ہو چکا تھا اور نفس لوامہ،نفس مطمئنہ کی منزل تک پہنچ ہو چکا ہے۔آپ ہمیشہ راضی برضائے الٰہی رہا کرتے تھے۔

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ قائم اللیل اور صائم النہار بزرگ تھے۔آپ کی عبادت وبندگی کو سمجھنے کے لیے شیخ محقق عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ کا لکھا وہ ایک جملہ ہی کافی ہے جوانہوں نے سہروردی بزرگ کے مذکورہ واقعہ میں لکھا ہے کہ:’’چوں بامداد شیخ برخست وبوضوئے شب نماز کرد۔‘‘جب صبح ہوئی،شیخ سراج نے بستر سے اٹھ کر عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔

عشا کے وضو سے نماز فجر ادا کرنے والے بزرگ نے اپنی زندگی میں کس قدر عبادتیں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی ہوں گی!اس کا اندازہ لگانا پانا کسی بھی دانش مند کے لیے مشکل نہیں ہے۔

۱۔ماہنامہ اشرفی۔جلد 2/شمارہ نمبر 12،جمادی الاول 1343ھ/ڈسمبر 1924ء-

باب چہاردہم

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان
کے آخری دور کے
مختصر سیاسی حالات

مراجعت وطن لکھنوتی بنگال کے وقت دہلی کے سیاسی حالات

گذشتہ اوراق میں بیان کیا جاچکا ہے کہ حضرت اخی سراج الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ العارفین شیخ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی سے روانہ فرمایا تھا، اس وقت محمد شاہ تغلق دار السلطنت دہلی پر سریر آرا تھا۔ اس بادشاہ کا مزاج کیسا تھا؟ علما ومشائخ کے ساتھ اس کا برتاو کیسا تھا؟ اس سلسلے میں علامہ ڈاکٹر عاصم اعظمی کی کتاب ''محبوب الٰہی'' سے چند اقتباسات نذر قارئین ہیں:

''سلطان محمد تغلق جس کی قابلیت اور جودت طبع سب کے نزدیک مسلم ہے۔ لیکن وہ بڑا ضدی اور خودسر فرماں روا گذرا ہے۔ شوکت واقتدار کے باوجود اس کے بعض غیر دانش مندانہ اقدام نے ہندوستان کو نقصان پہنچایا۔ اس کے زمانہ سے قبل دہلی میں علما ومشائخ کا خاص اقتدار قائم تھا۔ اس لیے وہ علما ومشائخ کو تنگ کرتا۔ ان کی تحقیر وتذلیل کے درپے رہتا۔''(۱)

ایک دوسری جگہ ابن بطوطہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

''ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ:

سلطان محمد تغلق بادشاہ ہوا تو اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ مشائخ اور عالموں کو نجی خدمتیں سپرد کرتا۔ اور یہ دلیل لاتا کہ خلفائے راشدین سوائے اہل علم اور اہل صلاح کے کسی کو کوئی خدمت سپرد نہ کرتے تھے۔ سب سے بڑا وار اس نے سلطان المشائخ کے جانشیں حضرت چراغ دہلی پر کیا۔ انھیں اپنی جامہ داری اور کپڑے پہنانے کی خدمت پر مقرر کیا۔ انہوں نے انکار کیا تو ان کو جیل خانہ میں ڈال دیا۔ حضرت چراغ دہلی کو یاد آ گیا کہ بوقت وصال مرشد نے ان کو ہدایت کی تھی کہ تمھیں دہلی میں رہ کر خلق کا ظلم وستم برداشت کرنا

۱۔ محبوب الٰہی، ڈاکٹر عاصم اعظمی، ص: ۳۲۵، ناشر فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۲ء محرم ۱۴۲۳ھ۔

چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے سلطان کے ناگوار حکم کو مان لیا۔‘‘(۱)

ایک اور جگہ یوں رقمطراز ہیں:

’’سلطان محمد شاہ تغلق جو ہندوستان کے صاحب شوکت واقتدار بادشاہوں میں گزرا ہے مگر اس کی فکر عجیب اور اس کے سیاسی فیصلے نرالے ہوتے۔ وہ اکثر وبیش تر مستقبل کے نفع وضرر سے بے نیاز ہوکر اقدام کرتا۔ اس کے انھیں عاجلانہ وغیر دانش مندانہ فیصلوں میں ایک فیصلہ دہلی کے بجائے (دیوگیری) دولت آباد کو دارالسلطنت بنانے کا فیصلہ تھا، اس نے صرف راجدھانی بدلنے پر اکتفانہیں کیا، بلکہ دہلی والوں کوترک وطن کر کے دولت آباد چلنے کا جبری حکم بھی نافذ کردیا، اور اہل دہلی کو بجبر و اکراہ دہلی خالی کردینے پر مجبور کیا۔ اس ہنگامی دور میں شیخ اخی سراج الدین کا قیام دہلی میں دشوار ہوگیا۔ چنانچہ وہ اپنے وطن لکھنوتی بنگال کی طرف متوجہ ہوئے۔‘‘(۲)

بوقت مراجعتِ وطن لکھنوتی، بنگال کے سیاسی حالات

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ جب پیدا ہوئے تھے بقول مترجمین اخبار الاخیار وہ ۶۵۶ھ کا سال تھا، اس وقت دہلی میں سلطان ناصر الدین محمود ابن سلطان شمس الدین التمش کی حکومت تھی اور بنگال میں ارسلان خان گورنر تھا۔ یہ گورنر سخاوت وفیاضی اور پاکدامنی میں مشہور ومعروف تھا۔ ارسلان خان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا تاتارخان نے بنگال میں زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لیا۔ جب دہلی میں سلطان غیاث الدین بلبن کی ۶۶۴ھ میں حکومت قائم ہوئی تو تاتارخان نے اس کی قربت اختیار کرلی اور اس کو امرا میں شامل ہونے کا موقع مل گیا اور بنگال میں حکومت دہلی کی طرف سے متعین کردہ ترکی غلام طغرل ملقب بہ سلطان مغیث الدین کی حکومت قائم ہوگئی۔ سلطان مغیث الدین کے دور میں بنگال کی خوب ترقی ہوئی۔ غالباً ان ہی کے ایام حکومت میں حضرت اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی اودھ سے ہجرت کر کے بنگال تشریف لائے اور اخی سراج

۱۔ نفس مرجع، ص: ۳۲۶، بحوالہ: سفرنامہ، ق: ۴، ص: ۱۱۔

۲۔ محبوب الٰہی، ڈاکٹر عاصم اعظمی، ص: ۳۲۵، ناشر فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۲ء محرم ۱۴۲۳ھ۔

الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ، سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی روانہ ہوئے۔

ماہ ربیع الاول ۷۲۵ھ کو جب سلطان غیاث الدین تغلق کی حادثاتی موت واقع ہوئی اور اس کا بیٹا الغ خان، محمد شاہ تغلق لقب اختیار کر کے سلطنت دہلی پر سریرآرا ہوا تو اس کے ظلم وزیادتی سے بچنے کے لیے اخی سراج الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی چھوڑ دیا اور ہمیشہ کے لیے اپنے وطن اصلی لکھنوتی کو شرف یاب فرمایا۔ غالباً یہ ۷۲۷ھ یا ۷۲۸ھ کی بات تھی جب آپ دہلی سے روانہ ہوئے تھے۔

مراجعت وطن اصلی لکھنوتی بنگال کے لیے آپ نے کس راستہ کا انتخاب کیا؟ دہلی سے واپسی میں آپ اودھ (ایودھیا) بھی تشریف لے گئے یا نہیں؟ یہ بتا پانا بہت مشکل ہے، البتہ اتنا ثابت ہے کہ آپ دہلی سے واپسی کے وقت داناپور عظیم آباد (پٹنہ) تشریف لے گئے تھے اور چند ایام داناپور میں آپ نے قیام بھی فرمایا تھا۔ پھر داناپور سے روانگی کے بعد کہاں کہاں رُکے؟ کن کن شخصیتوں سے آپ کی ملاقات ہوئی؟ اور دہلی سے لکھنوتی بنگال پہنچنے میں کتنے سال وماہ صرف ہوئے؟ ان باتوں پر دبیز پردہ پڑا ہوا ہے۔

شیخ اخی سراج الدین کی کرامت کہیے یا اتفاق

سلطان محمد شاہ تغلق نے اپنے قریبی وزیر ملک بیدار خلجی کو قدر خان کا لقب دے کر بنگال کا فرماں روا متعین کیا تھا، اب تک بنگال کے سلاطین وامرا دہلی حکومت کے ماتحت کام کرتے آرہے تھے اور باضابطہ حکومت دہلی کو تحفہ تحائف پیش کرتے رہتے تھے۔ مگر یہ اتفاق کہیے یا شیخ اخی سراج الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کہیے کہ آپ جب لکھنوتی تشریف لائے اور ہر چہار جانب اسلام کی نشر واشاعت کے جھنڈے گاڑنے لگے، ہر سو کو بکو اسلامی انقلاب برپا کرنے لگے تو یہاں لکھنوتی میں بھی سیاسی انقلاب برپا ہو گیا، بنگال سے سلطان محمد شاہ تغلق کی حکومت کا انخلا ہو گیا۔ آیئے! ریاض السلاطین کے مصنف کے قلم سے اس کی تفصیل پڑھتے ہیں:

مؤرخ غلام حسین سلیم لکھتے ہیں کہ:

''باید دانست کہ از وقت سلطان قطب الدین ایبک تا عہد پادشاہی سلطان غیاث

الدین محمد تغلق شاہ، ہفدہ کس از سلاطین مدت یک صد و پنجاہ سال در دہلی سلطنت کردند، ودر ممالک بنگالہ حاکمان از طرف پادشاہ دہلی بہ نیابت حکومت وفرماندہی می کردند، وخطبہ وسکہ پادشاہ دہلی در ممالک بنگالہ جاری ماند، اگر کسے از حاکمان بغی ورزید خطبہ وسکہ بنام خود کرد، سلاطین دہلی گوش مالی اوواجب دانستہ زود بسزا رسانیدند، اماچوں درعہد سلطنت محمد شاہ قدرخان بحکومت و نیابت لکھنوتی فائز شد، وچہاردہ سال درلکھنوتی ماندہ بنظم ونسق ممالک پرداخت، ملک فخر الدین کہ سلاح دار قدرخان بود، درامور ملکی بہم رسانیدہ، استعداد تمام پیدا کرد، وداعیہ ریاست وحکومت دردلش متمکن شدہ، درکمین فرصت می بودتا قابو یافتہ، باغی شد، ولی نعمت خودرا کشتہ برممالک بنگالہ فرماں رواشد، چوں سلطنت محمد شاہ پادشاہ دہلی نیرونقی تمام پیدا کردہ بود، گرفتاری اورادر امورات دیگر بخاطر درآوردہ، دست از اطاعت باشاہ دہلی کشیدہ اسم سلطنت برخود اطلاق نمود، پادشاہ دہلی بسبب ہرج ومرج سلطنت خود دست تصرف برممالک بنگالہ رسانیدن نتوانست، ازاں وقت سلطنت بنگالہ از دہلی جدا گردید، ایں فخر الدین اول است کہ خطبۂ سلطنت درممالک بنگالہ بنام خود خواند۔‘‘

یہ جاننے کی بات ہے کہ سلطان قطب الدین ایبک سے لے کر سلطان غیاث الدین محمد تغلق شاہ تک ڈیڑھ سو سال میں کل سترہ بادشاہوں نے دہلی میں حکومت وسلطنت سنبھالی۔ بنگال میں ان ہی بادشاہانِ دہلی کی طرف سے حکام مقرر کیے جاتے رہے اور یہاں ان ہی کے نام کے خطبے اور سکے جاری رہے۔ اگر کسی حاکم نے بغاوت کی اور اپنے نام کا خطبہ وسکہ جاری کیا تو بادشاہانِ دہلی نے اس کی مناسب گوش مالی کی اور بروقت اس کو سزا دی گئی۔ لیکن جب سلطان محمد شاہ نے قدرخان کو لکھنوتی کی نیابت وحکومت پر فائز کیا اور وہ چودہ سالوں تک لکھنوتی میں عمدہ نظم ونسق کے ساتھ حکومت کرتا رہا، تو اس دوران قدرخان کا ہتھیار بردار ملک فخر الدین کو امور سلطنت کو سمجھنے اور اس پر مکمل صلاحیت حاصل کرنے کا موقع مل گیا، اس کے دل میں حکومت وریاست کرنے کا داعیہ پیدا ہوا، وہ موقع کے طاق میں لگا رہا، مناسب وقت ملتے ہی اس نے علم بغاوت بلند کردیا اور اپنے ولی نعمت قدرخان کو قتل کرکے بنگال کے تمام صوبوں کا حکمراں بن گیا۔ ادھر بادشاہ دہلی سلطان محمد شاہ مکمل طور پر الجھا ہوا

تھا، دیگر امور سلطنت میں پھنسا ہوا تھا، موقع پا کر ملک فخر الدین نے بادشاہ دہلی کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا اور سلطنت بنگال کو اپنی طرف منسوب کرلیا۔ بادشاہ دہلی خود اپنی سلطنت کے پیچ وخم میں الجھے ہونے کی وجہ سے ممالک بنگال پر تصرف باقی نہ رکھ سکا، اس طرح سلطنت بنگال دہلی کی حکمرانی سے آزاد ہوگئی اور ملک فخر الدین پہلا حکمراں بن گیا انہوں نے مستقلاً صوبہ ہائے بنگال میں اپنے نام کا خطبہ پڑھا۔''(۱)

تاریخ فرشتہ میں ہے کہ:

''ملک فخر الدین بنگال کے حاکم قدر خان کا سلاح دار تھا اور اس کی تلوار اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا، قدر خان نے سنارگاؤں میں داعی اجل کو لبیک کہا اور ۷۳۹ھ میں فخر الدین نے قدر خان کے تمام سامانِ جاہ وحشم پر قبضہ کرکے اپنے آپ کو سلطان فخر الدین کے نام سے مشہور کیا اور ملک میں اپنا خطبہ اور سکہ جاری کردیا۔''(۲)

ملک فخر الدین کی حکومت بنگال میں دو سال پانچ ماہ رہی، پھر وہی کھیل کھیلا گیا جو اس نے قدر خان کے ساتھ کھیلا تھا۔ ملک فخر الدین کو نئی نئی حکومت ملی تھی، صلاحیت بھرپور تھی مگر حکومت کرنے کا بہت زیادہ تجربہ نہ تھا اور نہ ہی فوج ورعایا کی طرف سے بھرپور اطمینان، علی مبارک جو قدر خان کا سپہ سالار تھا اس نے ملک فخر الدین کے خلاف بغاوت کردی، دونوں کے درمیان جنگ ہوئی، آخرکار ملک فخر الدین گرفتار ہوا، علی مبارک نے اسے لکھنوتی میں موت کے گھاٹ اتار دیا اور ۷۴۱ھ میں خود علی مبارک سلطان علاء الدین کے نام سے سلطنت بنگال کے تخت پر متمکن ہوا۔

حاجی پور شہر کے بانی حاجی الیاس کی والدہ سلطان علاء الدین علی مبارک شاہ کی رضائی ماں تھی۔ حاجی الیاس سلطان علی مبارک شاہ کی حکومت میں اپنی والدہ سے ملنے پنڈوہ شریف آیا، سلطان نے اس کی شرارت کو بھانپتے ہوئے اسے قید کردیا، اس کی ماں کی سفارش پر اسے رہائی ملی اور سلطان نے اسے اپنے دربار میں جگہ دی اور خواصوں میں شامل کرلیا۔

۱۔ ریاض السلاطین، غلام حسین سلیم، ص: ۹۰، ۹۱، ۹۲، مطبوعہ ایشاٹک سوسائٹی بیپ ٹسٹ مشن، کلکتہ، بنگال ۱۸۹۰ء۔

۲۔ تاریخ فرشتہ مترجم، محمد قاسم فرشتہ، ج: چہارم، ص: ۶۳۲، ناشر ایوب پبلی کیشنز دیوبند، سال اشاعت ۲۰۰۹۔

چنانچہ مؤرخ غلام حسین سلیم لکھتے ہیں کہ:

''در ہمہ ایام حاجی الیاس ہم در پنڈوہ وارد شد، سلطان علاء الدین اورا چندے محبوس ساخت ، اما آخرش باستعفائے مادرش کہ دایۂ سلطان علاء الدین بود، از قید رہا کردہ و پایۂ اعتبار رسانیدہ در مجلس خود راہ دادہ، حاجی الیاس اندک فرصت لشکر را بخود موافق ساختہ، روزے باتفاق خواجہ سرایان سلطان علاء الدین را کشتہ، خود شمس الدین بھنگرہ لقب ساختہ دریار لکھنوتی و بنگالہ رامتصرف گردید۔'' سلطنت سلطان علاء الدین یک سال و پنج ماہ بود۔''

سلطان علی مبارک علاء الدین کے دور حکومت میں حاجی الیاس پنڈوہ میں آیا، سلطان نے چند ایام میں اسے بھانپتے ہوئے قید کر دیا، بالآخر اس کی ماں جو سلطان علاء الدین کی دایہ تھی، کی شفارش سے قید سے رہا کر دیا اور اعتبار و وثوق کا درجہ دے کر اپنی مجلس میں راہ دی۔ حاجی الیاس بہت قلیل مدت میں لشکر کو اپنے موافق کر لیا اور ایک دن خواجہ سراؤں کی اتفاق رائے سے سلطان علاء الدین کو قتل کر دیا اور خود شمس الدین بھنگرہ کا لقب اختیار کر کے لکھنوتی اور بنگالہ میں قابض و متصرف ہو گیا۔ سلطان علاء الدین کی حکومت ایک سال پانچ ماہ رہی۔''(۱)

حاجی الیاس سلطان شمس الدین بھنگرہ کے تعلق سے تاریخ فرشتہ اور ریاض السلاطین میں تقریباً ایک قسم کی باتیں لکھی ہیں ہم یہاں ان دونوں اہم کتابوں سے چند باتیں منتخب کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

''تیرہ برس اور تین مہینوں تک سلطان شمس الدین بڑے اطمینان کے ساتھ حکومت کرتا رہا، شاہان دہلی نے کبھی اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ کی اور نہ ہی اس کے ملک کو فتح کرنے کی کوشش کی۔ ۷۵۴ھ میں شوال کی دسویں تاریخ کو فیروز شاہ دہلی سے ایک لشکر جرار لے کر لکھنوتی پر حملہ آور ہوا۔ شمس الدین نے قلعے سے باہر نکل کر جنگ کی، فریقین میں زبردست جنگ ہوئی، دونوں طرف کے بے شمار سپاہی مارے گئے، آخر کار سلطان شمس الدین میں لڑنے کی ہمت نہ رہی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کر قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا،

۱۔ ریاض السلاطین، غلام حسین سلیم، ص: ۹۵، مطبوعہ ایشاٹک سوسائٹی بیپ ٹسٹ مشن کلکتہ بنگال ۱۸۹۰ء۔

اس کے کچھ دنوں بعد برسات کا موسم شروع ہوا اور فیروز شاہ دہلی واپس روانہ ہو گیا۔

۷۵۵ھ میں سلطان شمس الدین نے اپنے شیریں زبان قاصدوں کے ہاتھ فیروز شاہ کی خدمت میں پیش کش روانہ کی۔ فیروز شاہ ان قاصدوں سے بڑی اچھی طرح پیش آیا اور انھیں انعام واکرام سے نوازا اور واپسی کی اجازت دی۔ فیروز شاہ اور سلطان شمس الدین بھنگرہ کے اتفاق سے دہلی اور صوبہائے بنگال کی حد بندی ہوئی۔ سلطان شمس الدین کا انتقال ۷۵۹ھ میں ہوا، انہوں نے سولہ سال چند مہینے حکومت کی۔"(۱)

حاصل کلام:

آئینۂ ہندوستان مخدوم اخی سراج الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے لکھنوتی قیام کے دوران چار حکمرانوں کی حکومت بنگال میں رہی۔

(۱) ملک بیدار خلجی ملقب بہ قدر خان دور حکومت بحیثیت حاکم متعین از شاہان دہلی [۷۲۶ھ تا ۷۳۹ھ چودہ سال]

(۲) ملک فخر الدین شاہ بحیثیت آزاد سلطان [دور حکورمت از ۷۳۹ھ تا ۷۴۱ھ دو سال چند مہینے]

(۳) سلطان علی مبارک علاءالدین بحیثیت آزاد سلطان [دور حکومت ۷۴۱ھ تا ۷۴۲ھ، ایک سال پانچ مہینے]

(۴) حاجی الیاس سلطان شمس الدین بھنگرہ بحیثیت آزاد سلطان [دور حکومت از ۷۴۲ھ تا ۷۵۹ھ، سولہ سال چند مہینے]

سیاسی حالات پر جنبش قلم کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ حضرت مخدوم اخی سراج الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین وخلفا میں شاہان بنگال کا ذکر بھی کتابوں میں ملتا ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم اس پر گفتگو کریں گے۔

۱۔ تاریخ فرشتہ مترجم، محمد قاسم فرشتہ، ج: چہارم، ص: ۶۳۳، ۶۳۴، ناشر ایوب پبلی کیشنز دیوبند، سال اشاعت ۲۰۰۹؛ ریاض السلاطین، غلام حسین سلیم، ص: ۹۷، ۹۸، ۹۹، مطبوعہ ایشاٹک سوسائٹی بیپ ٹسٹ مشن کلکتہ بنگال ۱۸۹۰ء۔

باب پانزدہم
خدمات
اور
کارنامے

آپ کیا آئے بہار آگئی میخانے میں

سچّا پکّا مبلّغِ اسلام کا مطمح نظر یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو عقائد صحیحہ و اعمال صالحہ کی طرف رغبت دلائیں۔ اس کے لیے وہ متعدد طریقے اختیار کرتا ہے؛ کبھی براہ راست شخصی طور پر رابطہ کرکے افہام و تفہیم سے کام لیتا ہے، کبھی مجمع عام میں تقریر و خطابت سے اصلاح کی کوشش کرتا ہے اور کبھی حالات زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے حسب ضرورت اپنی تالیفات و تصنیفات کے ذریعہ لوگوں تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ ہر طریقہ کو اپنی زندگی میں جگہ دی ہے، بلکہ صوبہ ہائے بنگال و بہار اور آسام وغیرہ کو اپنی مذہبی، سماجی اور فلاحی خدمتوں سے روشن و منور کر دیا، جس سے لاکھوں لوگ متأثر ہوئے، کثیر تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے، ہزاروں نے اپنی گناہ سے ملوث زندگیوں میں تبدیلی پیدا کر کے نیکی و پارسائی کی راہ اختیار کی۔ آپ کے عمل تبلیغ سے، گنواروں کو تہذیب، ناعقلوں کو عقل، بے علموں کو علم، گناہگاروں کو رغبت نیکی، بے عملوں کو شوق عمل اور بدکرداروں کو اخلاق کی دولت نصیب ہوئی۔ آپ کی دعوت وارشاد سے گمراہ شخص ہدایت یافتہ ہو گیا، کامل اکمل بن گئے، ادنی اعلی ہو گئے اور اعلی بلندیوں کی آخری منزل کی طرف گامزن ہوئے۔

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی دعوت و تبلیغ اور بے لوث خدمات کا سرزمین بنگال پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ ہر طرف اسلامی چہل پہل نظر آنے لگی، سارا بنگال آپ کی خوشبو سے مہک اٹھا، ہر شخص آپ ہی کا گیت گانے لگا، ہر زباں آپ کی تعریف و توصیف کرنے لگی، ہر دل آپ کے لیے فرش راہ بچھانے لگا، گویا آپ آئے تو ہر ایک کے ''اچھے دن آگئے۔''

آپ کیا آئے، بہار آ گئی میخانے میں پھول ہی پھول کھل اٹھے میرے پیمانے میں

مولانا الشیخ سید محمد بن مبارک کرمانی نے لکھا ہے کہ:

''وآں دیار را بجمال ولایت خود بیاراست۔'' دیار لکھنوتی کو اپنے جمال ولایت سے سجا دیا۔''(۱)

رفاہی وفلاحی خدمات

کہتے ہیں کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ جب بنگال میں قیام پذیر ہوئے تو آپ نے یہاں کے حالات کا بغور جائزہ لیا، بلاتفریق نسل وزباں اور مذہب وملت، یہاں کے باشندوں کی ضرورتوں کا علم حاصل کیا۔ آپ کو احساس ہوا کہ ہر شعبہ ہائے حیات میں مخلوق پیاسی ہے۔ خدمت خلق کا جذبہ آپ کے رگ وپا میں پہلے ہی سے بسا ہوا تھا، سلطان المشائخ کی بارگاہ میں اس کا عملی اظہار ہو چکا تھا، وہی جذبہ آپ کے نہاں خانہ میں پوشیدہ تھا جو بنگال آ کر احساس ذمہ داری لیے ہوئے پھر بیدار ہوا، آپ خدمت خلق میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور باشندگان بنگال کے لیے بہت سے رفاہی وفلاحی کاموں کا آغاز فرمایا۔ ان کاموں کو انجام دینے کے لیے آپ نے حکومت کے سامنے دامن نہیں پھیلایا، بلکہ ذات خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے دم اور بل بوتے پر ان کاموں کو شروع فرمایا، ان مثالی اور اہم کاموں میں سے ایک اہم کام بھوکے غربا ومساکین کے لیے خورد ونوش کا انتظام تھا۔

سراجی لنگر خانہ

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے غربا ومساکین اور طلبا و واردینِ خانقاہ سراجیہ نظامیہ کے لیے ایک لنگر خانہ جاری کیا تھا۔ اس لنگر خانہ میں ہر قسم کے لوگوں کو دو وقت کا کھانا شاہی مہمانوں کی طرح کھلایا جاتا تھا۔ آپ کے اس لنگر خانہ کا ذکر اگرچہ اردو وفارسی کتابوں میں نہیں ملتا ہے مگر بنگلہ وانگریزی زبانوں کے تذکرہ نگاروں نے اس کا ذکر کیا ہے۔

جناب محمد غلام رسول صاحب نے اپنی کتاب ''چشتی نظامی صوفی آرڈر آف بنگال''

۱۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۹، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

میں لکھا ہے کہ:

"The Shaikh also started a free kitchen where the beggars and mendicants used to get food at all times"

حضرت شیخ اخی سراج نے ایک لنگر خانہ جاری کیا تھا جہاں فقرا اور بے سہارا لوگوں کو ہمہ وقت مفت میں کھانا ملتا تھا۔"(۱)

انٹرنیٹ کی مشہور ویب سائٹ صوفی ویکی ڈاٹ کام میں لکھا ہے کہ:

"After settling down in Lakhnauti, he established a huge langar(kitchen) where free food was distributed to the poor and destitute۔".

لکھنوتی میں قیام پذیر ہونے کے بعد آپ نے ایک بہت بڑا لنگر خانہ قائم کیا تھا جہاں غربا وفقرا کو مفت میں کھانا ملتا تھا۔"(۲)

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے لنگر خانہ کی اور اس کے اخراجات کی وسعت کا اندازہ مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کے اس قول سے با آسانی لگایا جاسکتا ہے جسے محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے:

''عشر عشیر آں چہ مخدوم من داشت از خرچ ندارم۔'' میرے مخدوم (اخی سراج) کے اخراجات کا دسواں حصہ بھی میں خرچ نہیں کرتا۔"(۳)

اللہ اکبر! مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ جن کے اخراجات اور سخاوت وفیاضی کی مثال دی جاتی ہے، وہ فرمارہے ہیں کہ میں اپنے مخدوم کا دسواں حصہ بھی خرچ نہیں کرتا۔ حضرت مخدوم العالم کی سخات وفیاضی کی تفصیل جاننے کے لیے ہماری کتاب ''حیات مخدوم العالم'' کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۔چشتی نظامی صوفی آرڈر آف بنگال، غلام رسول، ص: ۸۳، مملوکہ ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری دہلی، ایسوسیشن نمبر ۱۲۸۳۳۲، مندرجہ بتاریخ ۲۵ ستمبر ۱۹۹۱ء۔

۲۔دیکھئے: sufiwiki.com صفحہ akhi_siraj۔

۳۔اخبار الاخیار مع مکتوبات، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص: ۱۴۳، رضویہ نوریہ پبلی شنگ کمپنی، کچا رشید روڈ بلال گنج لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۹ء۔

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر خانہ کا اثر آج بھی روضۂ پاک پر دیکھنے کو ملتا ہے، درگاہ معلیٰ میں روزانہ بالخصوص جمعرات و یکشنبہ کو اتنی قربانیاں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی جاتی ہیں کہ کوئی بھی اجنبی مسافر وہاں سے بھوکا نہیں لوٹتا۔ اور باطنی فیض اس قدر عام ہے کہ ان کا وسیلہ لے کر مانگنے والا کبھی مایوس نہیں ہوتا۔

سراجی شفاخانہ

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ، سرزمین بنگال میں جہاں مردہ دل انسانوں کا روحانی علاج کیا کرتے تھے، ان کے اندر اپنی تبلیغ وارشاد سے دینی و مذہبی حرارت پیدا فرماتے تھے، انھیں اسلام پر قائم رہنے اور حدود اسلام کی حفاظت کرنے کی ترغیب دیتے تھے، وہیں پر وہ بیمار جسموں کا اپنی روحانیت سے علاج و معالجہ بھی کیا کرتے تھے، اس کے لیے انہوں نے ایک بہترین شفاخانہ بھی قائم فرمایا تھا، جہاں بلاتفریق مذہب و ملت ہر بیماری کا علاج کیا جاتا تھا۔ شفاخانہ میں آنے والے مریضوں اور تیمارداروں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا جاتا تھا، جس کا دل مائل ہوتا تھا وہ اسلام کو گلے لگا لیتا تھا۔

محترم محمد غلام رسول صاحب نے لکھا ہے کہ:

"It also served the purposed of a hospital, where the sick and the distressed were attended to."

کہا جاتا ہے کہ: شیخ اخی سراج رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات میں سے ان کا تجویز کردہ ہاسپیٹل بھی تھا جہاں بیمار اور لاچار لوگ اپنا علاج کرانے آیا کرتے تھے۔"(۱)

خدمت خلق اور رفاہی کام اسلام کی نگاہ میں عظیم نیکی ہیں، اسلام نے اسے مذہبی عبادت کا درجہ دیا ہے اور خدمت خلق کی ذمہ داری کو روحانی بلندی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ لیکن فی زمانہ اسلام کا یہ پہلو نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ پھر ہمیں اس کی دعوت دے رہی ہے۔

۱۔ چشتی نظامی صوفی آرڈر آف بنگال، غلام رسول، ص: ۸۳، مملوکہ ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری دہلی، ایسوسیشن نمبر ۱۲۸۳۳۲، مندرجہ بتاریخ ۲۵ ستمبر ۱۹۹۱ء۔

سچ کہا گیا ہے کہ: خدمت خلق کا دوسرا نام ہی تصوف ہے۔ جو خادم خلق نہیں بن سکتا وہ صوفی بھی نہیں بن سکتا۔

علمی خدمات

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے، اور آپ کی خدمات بھی ہمہ جہت تھیں، جتنے کم عرصہ میں آپ نے تحصیل علم کیا تھا وہ ایک ریکارڈ ہے۔ اگر اخی سراج الدین کا زمانہ آج کی طرح جدید ساز وسامان سے لیس ہوتا تو یقینا گنیز بک میں آپ کا نام درج ہوتا اور پوری دنیا میں سب سے کم وقت میں زیادہ علم حاصل کرنے والوں میں آپ کا نام سرفہرست ہوتا۔ علم کا شغف جب آپ کے دل میں جاگزیں ہوا تو آپ تا حیات اسی میں لگے رہے، علم کی توسیع وتشریح اور اس کی نشر واشاعت کو آپ نے اپنا مستقل مشغلہ بنالیا۔ آپ نے اپنی تقریر وتحریر کے ذریعہ خوب اشاعت علم فرمائی، کیوں کہ آپ ایک نابغۂ روزگار صوفی عالم ہونے کے ساتھ بہترین مقرر، مبلغ اور مصنف بھی تھے۔ آپ کی تالیف کردہ کتابیں آج بھی مدارس اسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہیں، اور درس نظامی کے نصاب کا جزلاینفک سمجھی جاتی ہیں۔ اس کی پوری تفصیل آنے والے صفحات میں قارئین ملاحظہ کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

خانقاہ سراجیہ - دانش کدئہ علم

آئینہ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی مدرسہ یا دار العلوم قائم کیا تھا یا نہیں اس سلسلے میں تاریخ کی کتابیں خاموش ہیں۔ قدیم زمانے میں سرزمین پنڈوہ شریف میں ایک عظیم دینی ادارہ تھا، اس کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے، اس دینی ادارہ میں دور ودراز سے تشنگان علوم اسلامیہ تحصیل علم کے لیے آیا کرتے تھے۔ یہ ادارہ نور قطب عالم شیخ احمد نور الحق والدین خلیفہ وجانشین مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی نے قائم فرمایا تھا۔ اور اس ادارہ کے لیے بادشاہ وقت نے زمین وقف کی تھی۔ اس کی مکمل تفصیل ہماری کتاب ''نور قطب عالم - حیات اور کارنامے'' میں قارئین ملاحظہ کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے مروجہ طور وطریقہ کے مطابق کوئی دار العلوم قائم نہیں فرمایا، لیکن آپ کی خانقاہ ''سراجیہ نظامیہ'' کسی دار العلوم و جامعہ سے کم نہیں تھی، یہاں تشنگان علوم اسلامیہ اپنی علمی تشنگی کی سیرابی کے لیے آیا کرتے تھے۔ مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی اسی درس گاہ کے خوشہ چیں تھے۔

جناب غلام رسول صاحب نے لکھا ہے کہ:

"Not only Ala'al Haq, but people, high and low, flocked to his Khanqah for light and guidance. He disseminated the mystic lore and attracted a larg number of admirers and adherents. His Khanqah became the resort of the scholars and saints and the asylum for the distressed and forlorn."

صرف علاء الحق ہی نہیں بلکہ بڑی تعداد میں بلند وکم رتبہ لوگ بھی رشد وہدایت کے لیے ان کی خانقاہ کی طرف مائل ہوا کرتے تھے۔ وہ علوم تصوف کی نشر واشاعت کرتے تھے۔ ان کے متبعین و پیر کاروں کی ایک بڑی جماعت ان کی طرف کھینچی چلی آتی تھی۔ ان کی خانقاہ علما وصوفیا کا مرجع اور غم زدہ ولاچاروں لوگوں کی پناہ گاہ بن چکی تھی۔''(۱)

حقیقت بھی یہی ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ اس دور میں بنگال کی واحد خانقاہ تھی جو ہر قسم کے لوگوں کی مذہبی وسماجی ضرورتیں پوری کررہی تھی۔ امیر وغریب، عالم وجاہل، مسلم وغیر مسلم سبھی اس خانقاہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

علم حدیث کی نشرواشاعت

ہندوستان میں علم حدیث کی نشرواشاعت میں اولین محدث کی حیثیت سے جس بزرگ ہستی کا نام ملتا ہے وہ حضرت حسن بصری اور حضرت عطاء کے شاگرد، حضرت سفیان ثوری اور حضرت وکیع بن جراح کے استاد حضرت ابوحفص ربیع بن صبیح سعدی بصری کی ذات ہے، ان کا انتقال سندھ میں ۱۶۰ھ میں ہوا، اور اسی مناسبت سے علما نے ان کو علماء ہند میں شمار

۱۔ چشتی نظامی صوفی آرڈر آف بنگال، غلام رسول، ص: ۸۳، مملوکہ ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری دہلی، ایسوسیشن نمبر ۱۲۸۳۳۲، مندرجہ بتاریخ ۲۵ ستمبر ۱۹۹۱ء-

کیا ہے۔ان کی برکتوں سے ہندوستان میں حدیث اور روایت حدیث کا بول بالا ہوا۔

حضرت علامہ ڈاکٹر علیم اشرف جائسی صاحب ہندوستان کی تاریخ علم حدیث پر ایک جگہ یوں روشنی ڈالتے ہیں:

''ہندوستان میں علم حدیث کبھی بھی کبریت احمر نہیں رہا ہے۔ابتدائی چار صدیوں میں علم حدیث کا اس ملک میں خوب بول بالا تھا اور دسویں صدی سے تیرھویں صدی تک تو اس ملک نے اس فن میں عالم اسلام کی قیادت وریادت کی تھی۔البتہ درمیانی پانچ قرون میں خاص اس علم میں تصنیف وتدریس کا خصوصی اہتمام کم ہوا جیسا کہ ایک ایسے ملک کے احوال تقاضہ کرتے ہیں جہاں سب کے سب مقلدین بستے ہیں۔لیکن مختلف علوم اسلامیہ کے ضمن میں حدیث شریف کی تعلیم وتدریس کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا ہے۔''

ان ہی درمیانی قرون میں صوفیائے کرام نے خانقاہوں میں علم حدیث کا خصوصی سلسلہ جاری رکھا۔چھٹی صدی ہجری میں ان صوفیائے کرام کے سرخیل محبوب الٰہی سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی علیہ الرحمہ تھے جن کی خانقاہ کی تعلیمات قرآن وحدیث پر مبنی تھیں، اگر ملفوظات سلطان المشائخ سے صرف احادیث مبارکہ کو الگ کرلیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

عہد سلطان المشائخ اور اس کے بعد عموماً جن کتب احادیث کا درس دیا جاتا تھا وہ امام صغانی کی ''مشارق الانور''، امام بغوی کی ''المصابیح'' اور امام خطیب تبریزی کی ''مشکوۃ المصابیح''۔مشارق الانوار وہ کتاب ہے جو ایک طویل عرصے تک ہندوستان کے نصاب تعلیم کا حصہ رہی ،قدیم وجدید تمام تذکروں میں اس کتاب کا نام آتا ہے،لیکن آج بہت کم لوگ ہیں جنھوں نے اس کتاب کی زیارت کی ہوں یا کتاب اور صاحبِ کتاب کے بارے میں ضروری معلومات رکھتے ہوں۔اس کتاب کا پورا نام ''مشارق الانوار النبوية من صحاح الأخبار المصطفوية'' ہے،اور مصنف کا پورا نام ''امام رضی الدین حسن بن محمد بن حسن بن حیدر العدوی الصغانی الحنفی [متوفی ۶۵۰ھ] ہے، یہ صحیح احادیث کا مجموعہ ہے،احادیث کی تعداد شارح مشارق سعید بن محمد بن مسعود الکازرونی [م:۷۵۸ھ] کے مطابق دو ہزار دوسو

چھیالیس [۲۲۴۶] ہے۔

سیر الاولیا کی روایت کے مطابق سلطان المشائخ علیہ الرحمہ مشارق الانوار کے حافظ تھے۔ان کے استاذ گرامی محدث کبیر امام عصر فی الحدیث حضرت مولانا شیخ کمال الدین زاہد علیہ الرحمہ [متوفی ۶۸۴ھ] نے اپنے دست کرم سے لکھ کر انہیں سند حدیث عطا کی تھی۔ سند حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ نے سند و متن کی فنی باریکیوں کے ساتھ مشارق الانوار کا درس لیا تھا۔اس سند میں استاد گرامی نے جن القاب سے آپ کو یاد کیا ہے وہ قابل رشک ہیں:

''فان اللہ تعالیٰ وفق الشیخ الامام العالم الناسک السالک نظام الدین محمد بن احمد بن علی مع وفور فضله فی العلم وبلوغ قدره ذروة الحلم، مقبول المشایخ الکبار، منظور العلماء الأخیار والأبرار، بأن قرأ هذا الأصل المستخرج من الصحیحین علی ساطرهذه السطور فی الزمن الحار ودرور الأمطار، من أوله الی آخره قرأة بحث و اتقان و تنقیح معانیه و تنقیر مبانیه'' (۱)

سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کی خانقاہ ودرس گاہ ہی کا فیضان تھا کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ بھی مشارق الانوار کے حافظ تھے۔آپ غالباً بنگال کے اولین محدثین میں سے تھے جو باضابطہ درس حدیث دیا کرتے تھے۔ہم اپنے دعوی کی صداقت پر ایک حوالہ پیش کرتے ہیں اگر وہ بمطابق واقعہ ہے تو یقیناً آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ سرزمین بنگال کے باضابطہ اولین محدثین میں ہیں کہ ان سے پہلے شیخ ابوتوامہ نے سنارگاؤں میں شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ عمر علاء الحق پنڈوی نے پنڈوہ شریف میں علم وفن کے گوہر لٹائے ہیں۔

ہدایۃ الساری الی دراسۃ البخاری میں ہے:

''الشیخ اخی سراج البنغالی المتوفی ۷۳۰، اسمه الشیخ عثمان

۱۔ترجمہ: یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام وعالم، عابد وزاہد، اکابر مشائخ کے مقبول نظر، علمائے ابرار واخیار کے نور دیدہ شیخ نظام الدین محمد بن احمد بن علی جو علم وفضل کی فراوانی اور عقل وخرد کی چوٹی پر فائز ہیں کو توفیق عطا فرمائی کہ انہوں نے ''ایام خریف وبہار'' میں راقم السطور سے 'مستخرج من الصحیحین' یعنی مشارق الانوار کو بحث وتمحیص، توضیح معانی اور تحقیق الفاظ کے ساتھ پڑھی۔

شاہ، حصل علم الطریقة من الشیخ نظام الدین الاولیاء، والعلم الظاھر من الشیخ فخر الدین الزرادی، وکان حافظا لمشارق الأنوار، فأمر شیخه نظام الدین برحله الی بنغال وتبلیغ الاسلام، فیدرس المشارق۔ ''شیخ اخی سراج بنگالی متوفی ۷۳۰ھ کا نام شیخ عثمان شاہ ہے، انھوں نے علم طریقت شیخ نظام الدین اولیا سے اور علم ظاہر شیخ فخر الدین زرادی سے حاصل کیا۔ وہ مشارق الانور کے حافظ تھے۔ ان کے شیخ نے انھیں بنگال جانے اور تبلیغ اسلام کا حکم دیا، وہ مشارق الانوار کا درس دیا کرتے تھے۔''(۱)

مذکورہ عبارت میں آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی تاریخ وفات قول جمہور علما و مشائخ کے خلاف لکھی گئی ہے۔

لائبریری کا قیام

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خانقاہ میں ایک لائبریری کی بنیاد رکھی تھی۔ اس لائبریری کی ابتدا آپ نے ان ہی کتابوں سے کی تھی جن کتابوں کو آپ اپنے مرشد گرامی سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین دہلوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ سے رخصت ہوتے وقت اپنے ساتھ لے آئے تھے۔

جناب خلیق احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:

''شیخ اخی سراج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پہلے بزرگ تھے جنھوں نے سرزمین بنگال پر چشتیہ سلسلہ کی تنظیم کی اور یہ چھوٹا سا کتب خانہ بنگال میں چشتیہ سلسلہ کا پہلا کتب خانہ تھا۔''(۲)

دہلی سے لائی ہوئی کتابوں کے علاوہ اس لائبریری میں کتنی کتابوں کا اضافہ ہوا؟ اس کا باضابطہ کوئی ریکارڈ نظر سے نہیں گزرا، لیکن اتنا تو کہا جا سکتا ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علم دوست تھے، وہ مسلسل کتابوں میں اضافہ کرتے رہے ہوں گے۔

۱۔ ہدایۃ الساری الی دراسۃ البخاری، مولانا امداد الحق سلہٹی بنگلا دیشی، ج:۲، ص:۲۵۶، ناشر حافظ مستفیض انور، دار الفکر الاسلامی، ڈھاکہ بنگلہ دیش، مطبع مدینہ پبلکیشن، بنگلہ بازار ڈھاکہ، سال اشاعت ۱۴۲۳ھ۔

۲۔ تاریخ مشائخ چشت، خلیق احمد نظامی، ص:۲۱۸، ۲۱۹، مطبوعہ مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور، سال اشاعت ندارد۔

تالیف وتصنیف

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ جہاں ایک زبردست صوفی تھے وہیں صاحب طرز مصنف بھی تھے۔عربی قواعد وگرامر پر مشتمل آپ کی کتابیں آج بھی درس گاہوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔صدیاں گزر گئیں اس کے باوجود ان کتابوں کا شاملِ نصابِ درس رہنا ان کی اہمیت وافادیت کا پتہ دیتا ہے،لیکن بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ حضرت آئینۂ ہندوستان کی سیرت لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی آپ کی تصنیفات کا ذکر نہیں کیا ہے۔اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟اس سلسلے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جاسکتی۔اور یہ بات بھی مناسب نہیں ہے کہ یہ کتابیں آپ کی تصنیف کردہ نہیں ہیں،کیوں کہ کسی بات کا ذکر کسی کتاب میں نہ ملنا اس کے عدم وجود کو مستلزم نہیں ہے۔

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی کل تصنیفات کتنی ہیں؟اس کا مکمل ذکر کہیں نہیں ملتا۔علامہ مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ واستاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور لکھتے ہیں کہ:

’’وللشیخ سراج الدین ید بیضا فی تفهیم قواعد العربیه وله تصانیف غراء فی التصریف نحو’’ میزان الصرف‘‘ و’’پنج گنج‘‘و فی النحو’’ هدایة النحو‘‘، وهذا[هذه] الکتب متداولة فی أیدی الاساتذة والطلاب من ذالک الزمن الطویل الی یومنا هذا‘‘ شیخ سراج الدین کو قواعد عربی کی تفہیم میں ملکہ حاصل تھا،علم صرف ونحو میں ان کی شاہ کار تصنیفات ہیں،مثلا:علم صرف میں’’میزان الصرف‘‘اور’’پنج گنج‘‘اور علم نحو میں’’ہدایۃ النحو‘‘۔یہ کتابیں اس زمانہ سے آج تک اساتذہ وطلبہ کے درمیان مقبول متداول ہیں۔‘‘(۱)

ظفر المحصلین باحوال المصنفین معروف بہ حالات مصنّفین درس نظامی میں مولانا حنیف گنگوہی نے لکھا ہے کہ:

۱۔ہدایۃ النحو،مضمون:مصنف ہدایۃ النحو،مولانا مبارک حسین مصباحی،ص:۵،مطبوعہ مجلس برکات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور،سال اشاعت ۲۰۰۱ء/۱۴۲۲ھ۔

''آپ (اخی سراج آئینۂ ہندوستان) کی تصانیف میں میزان الصرف، پنج گنج اور ہدایۃ النحو بتائی جاتی ہیں۔''(۱)

مصنف ہدایۃ النحو

قرآن وسنت اور دیگر علوم اسلامیہ وعربیہ کو سمجھنے کے لیے''علم نحو'' کلیدی حیثیت رکھتا ہے، اس کے بغیر علومِ اسلامیہ میں رسوخ وپختگی اور پیش قدمی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے اسرار ورموز اور معانی ومفاہیم تک رسائی علم نحو کے بغیر ممکن نہیں، کیونکہ علومِ عربیہ میں علم نحو کو جو رفعت ومنزلت حاصل ہے اس کا اندازہ اس امر سے بہ خوبی ہو جاتا ہے کہ کلامِ الٰہی اور اس کے تفسیری نکات، احادیث رسول ﷺ اور حسب شرع اس کی تشریح، اصول وقواعد فقہ وکلام اور ان کے احکام ومسائل کا فہم وادراک اس علم کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، یہی وہ عظیم فن ہے کہ جس کی بدولت انسان علوم کی بلندیوں کو چھونے لگتا ہے اور اس کے ذریعہ دیگر علوم اسلامیہ کو حاصل کر کے مناصب جلیلہ پر فائز ہوتا ہے، عربی مقولہ ہے:''**النحو فی الکلام کالملح فی الطعام**''یعنی کلام میں نحو کا وہی مقام ہے جو کھانے میں نمک کا ہے۔

قرنِ اول سے لے کر اب تک نحو وصرف میں کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ کتبِ نحو میں''ہدایۃ النحو'' کا شمار نحو کی اہم بنیادی کتب میں ہوتا ہے۔ یہ کتاب دینی مدارس کے متوسط درجۂ تعلیم میں شامل نصاب ہے۔ اختصار وطوالت سے منزہ انتہائی جامع اور کثیر فوائد کی حامل ہے۔ کئی اہل علم نے اس پر شروح وحواشی کی صورت میں کام کیا ہے۔

کتاب کی طرز نگارش کے بارے میں خود مصنف علام آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:

''**فھذا مختصر مضبوط فی النحو، جمعت فیه مھمات النحو علی**

۱۔ ظفر المحصلین با حوال المصنّفین معروف بہ حالات مصنّفین درس نظامی، مولانا محمد حنیف گنگوہی، ص: ۳۶۲، مطبوعہ دار الاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی، سال اشاعت ۲۰۰۰ء۔

ترتيب الكافية، مبوبا ومفصلا بعبارة واضحة مع ايراد الامثلة في جميع مسائلها من غير تعرض للادلة والعلل لئلا يشوش ذهن المبتدى عن فهم المسائل، وسميته بهداية النحو رجاءَ أن يهدى الله تعالیٰ به الطالبين، ورتبته على مقدمة وثلثة أقسام وخاتمة بتوفيق العزيز العلام۔'' یہ کتاب مختصر ہے، علم نحو کے مسائل پر مشتمل ہے، میں نے اس میں نحو کے اہم مسائل کو کافیہ کی ترتیب پر باب در باب اور فصل در فصل واضح عبارت کے ساتھ جمع کیا ہے، تمام مسائل میں مثالیں بیان کردی ہیں اور دلیلوں وعلتوں کا ذکر نہیں کیا ہے تاکہ مبتدی کا ذہن مسائل کے سمجھنے میں تشویش و پریشانی میں مبتلا نہ ہو اور میں نے اس کتاب کا نام ہدایۃ النحو رکھا ہے، اس امید پر کہ اللہ تعالی اس کے ذریعہ طلبا کو ہدایت دے، اس کتاب کو میں نے ایک مقدمہ، تین اقسام اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے، اس بادشاہ کی توفیق سے جو غالب اور خوب علم والا ہے۔''(۱)

مصنف پنج گنج

کسی بھی زبان کے لیے گرامر ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، قواعد وگرامر میں صرف ونحو کو وہی حیثیت حاصل ہے جو میر مجلس کو اہل مجلس پر ہوتا ہے۔ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے علم نحو میں شاہ کار کتاب ہدایۃ النحو تصنیف فرمائی جس کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے۔ آپ کی طرف علم صرف کی دو کتابیں منسوب کی جاتی ہیں۔ پنج گنج اور میزان۔ بلاشبہ یہ عظیم الشان اور فقید المثال خدمت ہے۔ ہند و پاک میں خصوصا اور دیگر ممالک میں عموما ان کتابوں کو جو پذیرائی حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ یہ کتابیں سینکڑوں نہیں، بلکہ ہزاروں مدارس عربیہ میں شامل نصاب ہیں۔

پنج گنج کے مصنف کون ہیں؟ قدیم وجدید کتابوں میں اس کتاب کے مصنف کے بارے میں دو قول ملتے ہیں:

مولانا حنیف گنگوہی لکھتے ہیں کہ:

''یہ کتاب (پنج گنج) شیخ سراج الدین اودھی کی بتائی جاتی ہے۔ بعض حضرات

۱۔ ہدایۃ النحو، شیخ اخی سراج الدین عثمان، ص: ۲، مطبوعہ مطبع نامی نول کشور، سن شعبان ۱۳۰۰ھ۔

نے شیخ صفی الدین ردولی کی تصنیف کہا ہے۔‘‘(۱)

شیخ صفی الدین ردولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، غوث العالم محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ نہایت متبحر عالم اور صاحب تصنیف شیخ تھے۔ تذکرۂ علمائے ہند مصنفہ مولوی رحمٰن علی میں آپ کا مختصر و جامع تذکرہ کیا گیا ہے۔

تذکرۂ علمائے ہند میں ہے کہ:

’’شیخ صفی الدین تحصیل علم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد علوم کے درس میں مصروف ہو گئے اور بہت سے عربی وفارسی کتابوں کی شرحیں لکھیں اور بہت سے کتابیں تصنیف کیں، ان میں سے ’’دستوری المبتدی‘‘، ’’حل الترکیب کافیہ‘‘ اور ’’غایۃ التحقیق شرح کافیہ‘‘ مشہور ہیں۔ شیخ صفی الدین مدتوں درس وتدریس میں مشغول رہے، آخر عمر میں وہ شیخ (مرشد) کی تلاش میں ردولی پہنچے، اس زمانے میں شاہ اشرف جہانگیر کہ جن کا مزار کچھوچھہ میں ہے وہاں مقیم تھے، جب شیخ صفی الدین ان کی خدمت میں پہنچے تو شاہ اشرف ان کی ملاقات کے لیے اٹھے اور اپنے قریب بٹھالیا، اسی وقت ان کو سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں مرید کر کے خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ان کے چھوٹے بھائی شیخ رضی الدین اس زمانہ میں ردولی کے قاضی تھے، شیخ صفی الدین وہیں مقیم ہو گئے۔ ان کے بیٹے شیخ ابوالمکارم اسماعیل تھے کہ جن کی تعلیم کی غرض سے رسالہ دستور المبتدی لکھا۔ شیخ ابوالمکارم کو بھی خاندان چشتیہ نظامیہ میں خلافت حاصل تھی ۔ ۱۳ ذی قعدہ ۸۱۹ھ/ جولائی ۱۴۱۶ء میں راہی جنت ہوئے۔‘‘(۲)

پنج گنج کے مصنف کی حیثیت سے جن دو بزرگوں کا نام لیا جاتا ہے، مولانا اختر حسین فیضی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے دونوں کے مصنف پنج گنج ہونے کا انکار کیا ہے۔

۱۔ ظفر المحصلین باحوال المصنفین معروف بہ حالات مصنفین درس نظامی، مولانا محمد حنیف گنگوہی، ص: ۲۵۳، مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی، سال اشاعت ۲۰۰۰ء۔

۲۔ تذکرۂ علمائے ہند، مولوی رحمٰن علی، ص: ۲۲۸، ۲۲۹، مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، بیت الحکمت کراچی، سال اشاعت باردوم ۲۰۰۳ء۔

مولانا فیضی صاحب نے انکار کی پہلی دلیل بایں الفاظ لکھی ہے:

''حضرت اخی سراج کے تذکرہ نگاروں نے آپ کی کسی بھی تصنیف کا ذکر نہیں کیا ہے۔

شیخ صفی ردولوی کا ذکر کرتے ہوئے مولوی رحمٰن علی نے تذکرۂ علمائے ہند میں آپ کی تصنیفات میں دستور المبتدی (درصرف) غایۃ التحقیق شرح کافیہ اور حل ترکیب کافیہ کے علاوہ کسی اور تصنیف کا ذکر نہیں کیا ہے۔''(۱)

اس سلسلے میں عرض ہے کہ:

تذکرہ کی کتابوں میں کسی بات کا ذکر نہ کیا جانا اس کے عدم وجود کی دلیل نہیں سمجھی جاتی۔ یہ حتمی اور یقینی بات ہے کہ شیخ اخی سراج الدین اودھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب تک دہلی میں قیام پذیر رہے، انہوں نے تصنیف وتالیف کا کوئی کام نہیں کیا، تالیف وتصنیف کا جو بھی کام ان سے ہوا ہے وہ قیام بنگال کے دوران ہی ہوا ہے، لہذا ایسا ممکن ہے کہ قدیم تذکرہ نگاروں نے جس طرح سے بنگال میں ان کی جملہ خدمات کا ذکر کرنے کا اہتمام نہیں کیا ہے اسی طرح سے ان کی تصنیفات کے ذکر کا بھی اہتمام نہ کیا ہو۔

علامہ شیخ صفی ردولوی علیہ الرحمہ کے بارے میں فیضی صاحب نے جو بات کہی ہے اس سلسلے میں عرض ہے کہ:

مولوی رحمٰن علی نے شیخ صفی ردولوی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''بہت سے عربی وفارسی کتابوں کی شرحیں لکھیں اور بہت سے کتابیں تصنیف کیں۔'' یہ الفاظ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ شیخ صفی ردولوی کی تصنیفات بہت ہیں مگر مولوی رحمٰن علی صاحب نے حضرت شیخ ردولوی کی جملہ تصنیفات کا استقصا نہیں کیا ہے، بلکہ صرف اہم ومشہور کتابوں کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ ان کے اس جملہ سے عیاں ہے: ''ان میں سے ''دستوری المبتدی''، ''حل الترکیب کافیہ'' اور ''غایۃ التحقیق شرح کافیہ'' مشہور ہیں۔''

مولانا فیضی صاحب کی دوسری دلیلِ انکار قدرے طویل ہے، پھر بھی ہم ان ہی

۱۔ پنج گنج، علامہ اختر حسین فیضی مصباحی، مضمون مصنف پنج گنج، ص: ۴، مطبوعہ مجلس برکات مبارک پور اعظم گڑھ۔

کے الفاظ میں نذر قارئین کر رہے ہیں:

فیضی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ کی فہرست مخطوطات میں پنج گنج کے مصنف کا نام ''صفی بن نصیر'' درج ہے۔ یہ مخطوطہ ۱۲۳۵ھ کا ہے جو خط نستعلیق میں ہے، کیفیت کے خانہ میں یہ عبارت لکھی ہے ''ایں را تصریف یا تصرف من علم الصرف نیز گویند۔'' (فہرست نسخۂ خطی فارسی مسمّٰی بہ مرقات العلوم۔حصہ دوم۔ص ۲)

لیکن صاحب پنج گنج اپنی کتاب ''پنج گنج'' میں لکھتے ہیں: فاعل ومفعول را در میزان بیان کردیم۔'' (ص: ۵۸، مجلس برکات، مبارک پور)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جو'' پنج گنج کے مصنف ہیں وہی میزان کے بھی مصنف ہیں۔

حضرت اخی سراج رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق درس سید محمد بن مبارک کرمانی ملقّب بہ میر خورد لکھتے ہیں کہ:

''مولانا سراج الدین نے بڑھاپے میں پڑھا اور راقم الحروف کے ساتھ میزان، تصریف، قواعد اوران کے مقدمات پڑھے۔'' (سیر الاولیا ص ۲۹۵)

خدا بخش لائبریری کی فہرست مخطوطات میں ''پنج گنج'' کا نام ''تصریف'' بھی بتایا گیا ہے تو پتا چلا کہ شیخ اخی سراج کے زمانۂ طالب علمی سے پہلے ''میزان'' اور ''پنج گنج'' تصنیف ہو چکی تھیں اور باضابطہ ان کا درس بھی جاری تھا۔

ان تینوں عبارتوں کے ملانے سے درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

(۱) ''میزان'' اور ''پنج گنج'' دونوں ایک ہی مصنف کی لکھی ہوئی ہیں۔

(۲) حضرت اخی سراج نے میر خورد کے ساتھ ''میزان'' اور ''پنج گنج'' کا درس لیا۔

اس لیے نتیجہ نکلتا ہے کہ ''پنج گنج'' (اور میزان) حضرت اخی سراج کی تصنیف نہیں، بلکہ ان سے پہلے کے کسی بزرگ کی تصنیف ہے۔ اور شیخ صفی بن نصیر رودلوی رحمۃ اللہ علیہ کو پنج گنج کا مصنف بتانا بھی درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان کا زمانہ حضرت اخی سراج کے زمانے

سے نصف صدی بعد کا ہے، جبکہ دونوں کتابیں حضرت اخی سراج سے پہلے تصنیف ہو چکی تھیں۔''(۱)

فیضی صاحب کا ''شبہ'' بجا ہے، اس کے ازالہ کے لیے ہم اپنی طرف سے کچھ تحریر نہ کر کے مولانا ساجد علی مصباحی استاذ اشرفیہ مبارک پور کی نوک قلم سے لکھے ''ازالۂ شبہ'' کو نقل کر دیتے ہیں۔

مولانا ساجد علی مصباحی رقم طراز ہیں:

''اس کا ازالہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ اس میں میزان وتصریف سے مراد میزان الصرف اور پنج گنج نہیں ہے، بلکہ ''تصریف عثمانی'' ہے جو مولانا فخر الدین زرادی نے حضرت اخی سراج الدین علیہ الرحمہ کے لیے تصنیف فرمائی تھی چنانچہ لطائف اشرفی میں ہے:

''جب سلطان المشائخ (حضرت نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ متوفی ۷۲۵ھ) نے بعض مریدوں کو خلافت کے لیے منتخب کیا تو ان کا بھی نام لیا گیا۔ حضرت نے فرمایا: اس راہ میں پہلا درجہ علم ہے اور یہ علوم رسمی سے خالی تھے، تب کبر سنی (بڑھاپے) میں مولانا فخر الدین سے پڑھنا شروع کیا اور انہوں نے وعدہ کیا کہ میں ان کو چھ ماہ میں عالم بنا دوں گا، ان کے لیے ایک کتاب علم صرف ونحو وفقہ واصول میں تصنیف کی اور اس کا نام ''تصریف عثمانی'' رکھا۔ ابتدائی کتابیں بہت تھوڑی مدت میں انہوں نے یاد کیں تب سلطان المشائخ سے خلافت نامہ پایا جس پر حضرت کی مہر تھی۔''

اور یہ بھی احتمال ہے کہ میزان سے مراد میزان الصرف نہ ہو، بلکہ ابو البرکات عبد الرحمٰن بن محمد نحوی (متوفی ۵۷۷) کی کتاب ''میزان العربیة'' ہو۔ یا امام غزالی (متوفی ۵۰۵) کی تصنیف ''میزان العمل'' ہو۔ حسن بن رشیق قیروانی (متوفی ۴۵۶ھ) کی کتاب ''میزان العمل'' ہو۔ یا ''میزان المنطق'' وغیرہ ہو۔''(۲)

مولانا ساجد علی مصباحی صاحب کے اس ازالۂ شبہ سے مولانا فیضی صاحب کہاں

۱۔ پنج گنج، مولانا اختر حسین فیضی مصباحی، مضمون مصنف پنج گنج، ص: ۴، ۵، مطبوعہ مجلس برکات، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

۲۔ مقدمۂ میزان الصرف، مولانا ساجد علی مصباحی، مضمون بعنوان میزان ومنشعب کے مصنف۔ ص: ۷، مطبوعہ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ۔

تک مطمئن ہیں؟ اس سلسلے میں کوئی تحریر میری نظر سے نہیں گزری۔

فیضی صاحب بذات خود محتاط محقق ہیں، جب تک تحقیق پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ جائے اس وقت تک کتاب پنج گنج کا انتساب شیخ اخی سراج الدین عثمان یا شیخ صفی الدین ردولوی علیہما الرحمہ کی طرف کرنا ان کے اصول تحقیق کے خلاف ہے اس لیے انہوں نے اپنے احتیاط کا اظہار کرتے ہوئے لکھ دیا ہے کہ:

''مزید تحقیق جاری ہے، اصل مصنف کا اگر کسی باوثوق ذریعہ سے ثبوت مل گیا تو ان کا ذکر آئندہ اشاعت میں ہوسکتا ہے۔''(۱)

مصنف میزان الصرف

میزان الصرف علم صرف کی نہایت اہم اور بنیادی کتاب ہے، اس کی تعلیم و تعلّم اس قدر عام ہے کہ شعرا کے کلام میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کا شعر ہے:

سخن ز نامہ و میزاں دراز تر گفتی بحیرتم کہ نہ بینی قیامت موجود

میزان الصرف کی خوبیوں کو اجاگر کرتے ہوئے مصنف ظفر المحصلین باحوال المصنّفین معروف بہ حالات مصنّفین درس نظامی نے لکھا ہے کہ:

''درس نظامی میں علم صرف سے متعلق ''میزان الصرف'' ایک اساسی اور بنیادی رسالہ ہے، جس کو کتب عربیہ میں خشت اول کا درجہ حاصل ہے، نہ اس کے بغیر کسی عربی خواں کی ابتدا ہوتی ہے اور نہ کوئی منتہی اس سے بے نیاز ہوتا ہے۔ صغیر الحجم ہونے کے باوجود کثیر النفع ہونے کے لحاظ سے جو عظمت و شہرت اس کتاب کو حاصل ہے وہ شہرت آفتاب و ماہتاب سے کم نہیں، ذوق دہلوی لطیف ترین پیرائے میں میزان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

ہو گیا طفلی ہی سے دل میں ترازوتیر عشق بھاگے ہیں مکتب سے ہم اوراق میزاں چھوڑ کر

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جتنی اس کتاب کی شہرت ہے اتنا ہی اس کا مصنف گمنام

۱۔ مرجع سابق، ص: ۵۔

ہے۔‘‘(۱)

مصنف میزان کے بارے میں حضرت مولانا ساجد علی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک نے ’’مقدمۂ میزان الصرف‘‘ مطبوعہ مجلس برکات میں اور مولانا حنیف گنگوہی نے ’’حالات مصنّفین درس نظامی‘‘ میں بڑی عرق ریزی کے ساتھ تحقیق کی ہے۔

مولانا ساجد علی مصباحی لکھتے ہیں کہ:

’’اس رسالہ کے حواشی، شروح اور دوسری تاریخی کتابوں میں جن حضرات کی طرف اس کا انتساب کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱-شرف الدین بن عبداللہ شیخ سعدی شیرازی (متوفی ۶۹۱ھ)

۲- شیخ سراج الدین عثمان اودھی معروف بہ اخی سراج (متوفی ۷۵۸ھ)

۳- شیخ وجہ الدین بن عثمان بن حسین۔

۴- شیخ صفی الدین بن نصیر الدین بن نظام الدین ردولوی (متوفی ۱۳ ذی قعدہ ۸۱۹ھ)

۵- ملا محمد دانش۔

۶- مولانا محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسن (متوفی ۹۱۱ھ)(۲)

دونوں کی تحقیق میں پانچ نام مشترک ہیں، چھٹا نام مولانا ساجد صاحب قبلہ نے ملا محمد دانش صاحب کا دیا ہے جو مولانا حنیف گنگوہی کی تحقیق میں نہیں ہے۔ انہوں نے چھٹا نام ملا حمزہ بدایونی کا شامل کیا ہے۔

علامہ ساجد صاحب لکھتے ہیں کہ:

’’خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ کی فہرست مخطوطات فارسی مسمّٰی بہ مرآۃ العلوم میں ایک جگہ اس کے مصنف کا نام ’’صفی بن نصیر‘‘ اور دوسری جگہ ’’ملا محمد دانش‘‘ درج ہے۔ چناں چہ مرآۃ العلوم ج ۳ مطبوعہ ۱۹۶۷ء میں ہے:

۱۔ظفر المحصلین باحوال المصنّفین معروف بہ حالات مصنّفین درس نظامی، مولانا محمد حنیف گنگوہی، ص: ۲۵۱، مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی، سال اشاعت ۲۰۰۰ء۔

۲۔مقدمۂ میزان الصرف، مولانا ساجد علی مصباحی، مضمون بعنوان میزان ومنشعب کے مصنف۔ ص: ۴، مطبوعہ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ۔

سلسلہ نمبر	اسمائے کتب	اسمائے مصنف	کاتب
۳۱۹۰	میزان الصرف	صفی بن نصیر	محمد رمضانی
عدد اوراق	**عدد سطور ہر صفحہ**	**سن کتابت**	**فن**
۱۲	۱۰	۱۱۹۶ھ	صرف

سلسلہ نمبر	اسمائے کتب	اسمائے مصنف	کاتب
۳۱۹۱	میزان الصرف	ملا محمد دانش	شیخ قربان حسین
عدد اوراق	**عدد سطور ہر صفحہ**	**سن کتابت**	**فن**
۲۰	۱۱	۱۲۲۲ھ	صرف

مولانا ساجد علی صاحب صفحۂ مابعد میں لکھتے ہیں کہ:

''ان دونوں حضرات کی طرف انتساب اسی فہرست مخطوطات ہی سے معلوم ہوتا ہے، کسی دوسری کتاب میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔''(۱)

مولانا حنیف گنگوہی لکھتے ہیں کہ:

''مولانا محمد مدثر احمد (رکن اعلی منتدی المصنّفین جامع العلوم، کاسباڑی، سلہٹ) نے ترجمان العلوم میں میزان الصرف کو ملاحمزہ بدایونی کی طرف منسوب کیا ہے مگر کوئی حوالہ پیش نہیں کیا، موصوف کا یہ انتساب کہاں تک صحیح ہے، یہ خدا ہی جانتا ہے کیوں کہ ملاحمزہ کی طرف صرف منشعب منسوب ہے نہ کہ میزان۔''(۲)

مصنّفین میزان میں ایک نام کا اور اضافہ

سید عثمان معروف بہ لعل شہباز قلندر علیہ الرحمہ [متوفی ۸ شعبان ۶۷۳ھ/ ۱۲۷۵ء]

''آپ [حضرت لعل شہباز قلندر] رحمۃ اللہ علیہ زبردست عالم دین تھے۔ لسانیات اور صرف ونحو میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ فارسی اور عربی پر کامل دسترس رکھتے

۱۔ مرجع سابق، ص:۵،۶۔

۲۔ ظفر المحصلین با حوال المصنّفین معروف بہ حالات مصنّفین درس نظامی، مولانا محمد حنیف گنگوہی، ص:۲۵۱، مطبوعہ دار الاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی، سال اشاعت ۲۰۰۰ء۔

تھے، نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ زبردست شاعر بھی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ مضامین پر کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں سے ''صرف صغیر قسم دوم''، ''اجناس'' اور ''میزان الصرف'' کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس دور کے مدارس کے نصاب میں بھی شامل تھیں۔''(۱)

حضرت لعل شہباز قلندر کے بارے میں پاکستان کی مشہور ویب سائٹ ''ڈیلی قدرت ڈاٹ کام'' میں ایک طویل مضمون درج ہے۔

مضمون نگار لکھتے ہیں کہ:

''حضرت لعل شہباز قلندر ایک عظیم ماہر لسانیات بھی تھے۔ آپ نے چار کتابیں گرامر اور لسانیات کے حوالے سے فارسی زبان میں تحریر کی تھیں۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ دنیا کا سفر کرتے ہوئے 734ھ میں جب سیہون پہنچا تو اس نے آپ کے مزار مبارک کی زیارت کی تھی اور آپ کی خانقاہ میں ٹھہرا۔ مشہور محقق شیخ اکرام نے بھی اپنی کتاب موجِ کوثر میں برٹن کی ہسٹری آف سندھ کے حوالے سے دو مشہور کتابوں، میزان الصرف اور صرف صفر (''صغیر'' ہونا چاہیے لگتا ہے کاتب کی غلطی سے ''صفر'' لکھ گیا ہے) کا تذکرہ کیا ہے جو کہ حضرت لعل شہباز کی تحریر کردہ تھیں۔''(۲)

مختصر یہ ہے کہ میزان کا انتساب کل آٹھ بزرگوں کی طرف کیا گیا ہے:

(۱) شرف الدین بن عبد اللہ شیخ سعدی شیرازی (۲) شیخ سراج الدین عثمان اودھی معروف بہ اخی سراج (۳) شیخ وجہ الدین بن عثمان بن حسین (۴) شیخ صفی الدین بن نصیر الدین بن نظام الدین ردولوی (۵) ملا محمد دانش (۶) مولانا محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسن (۷) ملا حمزہ بدایونی (۸) سید عثمان معروف بہ لعل شہباز قلندر۔

مذکورہ تفصیلات سے یہ اندازہ لگا پانا مشکل نہیں ہے کہ میزان الصرف کا انتساب کسی ایک بزرگ کی طرف اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا جب تک اس پر قوی دلیل قائم نہ ہو۔

۱۔ فیضان عثمان مروَندی لعل شہباز قلندر، دعوت اسلامی، بحوالہ سیرت پاک لعل شہباز قلندر ص: ۲۴، بتغیر مجلس المدینۃ العلمیہ، شعبۂ فیضان اولیا وعلما، پاکستان، سال اشاعت ندارد۔

۲۔ لنک یہ ہے: http://dailyqudrat.com/special-24/Aug-2017-articles/162404۔ یہ مضمون روحانی ڈائجسٹ، کراچی، ماہ مئی ۲۰۱۶ء میں شائع ہوا ہے، شمارہ ہمیں دستیاب نہیں ہوا۔

میری ناقص معلومات کے مطابق مولانا ساجد علی مصباحی صاحب کی تحقیق سے پہلے یہ کتاب صدیوں سے یا تو معری شائع ہوتی آئی ہے یا بطور مصنف آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ میرے پاس ۱۰ الگ الگ مطابع سے شائع شدہ میزان کے نسخے ہیں جن میں سے ۶ نسخوں میں کسی مصنف کا نام نہیں ہے اور چار نسخوں میں اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کا نام درج ہے۔

ایک نسخہ میں سال تصنیف بیان کرتے ہوئے مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

"رسالۂ ہذا کتابے است بہ نام "میزان الصرف" باضمیمۂ "منشعب" کہ درحدود شش قرن پیش درعلم صرف نوشتہ شدہ وچوں برائے مبتدیان ونوآموزان بسیار مفید ودر سطح فہم آناں می باشد درطول ایں مدت درتمامی مدارس وحوزہ ہائے علمیہ، تدریس می شدہ وطلاب علوم دینی از آں بہرہ وافرے می گرفتہ اند۔" میزان الصرف چھ صدی پیش تر علم صرف میں تصنیف ہوئی، ابتدائی ونوآموز طلبہ کے لیے مفید اور ان کے عقل وسمجھ میں آنے والی کتاب ہونے کی وجہ سے اتنے لمبے عرصے سے تمام مدارس اور علمی مراکز میں اس کا درس دیا جاتا ہے، اور دینی طلبہ اس کتاب سے وافر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"(۱)

مذکورہ نسخہ ہی کے ص: ۱۲ پر لکھا ہے کہ:

"ہماں طور کہ ایں کتاب از شہرت وامتیاز خاصی برخوردار است، بہ ہماں نسبت، مؤلف آں مجہول الحال وناشناختہ است، ونظریہ ہائے مختلفے دربارۂ مصنف آں اظہار شدہ ولےقول راجح کہ اکثر علما ومؤرخان آں را تائید نمودہ اند، ایں است کہ مؤلف آں "شیخ سراج الدین عثمان اودی رحمۃ اللہ علیہ (متوفائے سال ۷۵۸ ہجری قمری) از دانش مندان وعارفان قرن ہشتم ہندمی باشد۔

کتابہائے "الھدایہ فی النحو" و "پنج گنج" درصرف از آثار ہمیں مؤلف مرحوم ہستند۔"

۱۔ سراج الدین اودھی، میزان الصرف، ملاحمزہ بدایونی ہندی، منشعب، ترتیب وتسہیل ابوالحسن عبدالمجید مرادزہی خاشی، ص: ۵، سن ترتیب ۱۳۳۹ھ، مطبوعہ کتاب خانہ ملی ایران، اشاعت بارہشتم ۱۳۸۶ھ۔

اس کتاب کو جس قدر شہرت و امتیاز خاص حاصل ہے اسی قدر اس کا مصنف مجہول الحال و نامعلوم ہے۔ اس کے مصنف کے تعلق سے مختلف نظریات کا اظہار کیا گیا ہے۔ **لیکن قول راجح جس کو اکثر علما و مؤرخوں کی تائید حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اس کے مصنف حضرت شیخ سراج الدین عثمان اودھی ہیں** جو آٹھویں صدی ہجری کے ہندوستانی دانش مندوں اور عارفوں میں سے تھے۔

''ہدایۃ النحو'' اور ''پنج گنج'' بھی اسی مؤلف مرحوم کے آثار ہیں۔

میزان الصرف کے ایک دوسرے مطبوعہ نسخہ میں ہے کہ:

''میزان الصرف کے مصنف کون ہیں؟ اس سلسلے میں علما کے اقوال مختلف ہیں، **لیکن جمہور علما کے نزدیک میزان الصرف کے مصنف شیخ سراج الدین اودھی ہیں۔**''(۱)

مولانا ساجد علی مصباحی صاحب نے علمائے جمہور اور مؤرخین کے راجح و تائید یافتہ قول کے برعکس، بڑی عرق ریزی و محنت و کاوش سے بدلائل اپنی تحقیق پیش کی ہے۔ انہوں نے میزان الصرف کو محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسن کی طرف منسوب کیا ہے اور اسی انتساب کے ساتھ مجلس برکات مبارک پور نے شائع کیا ہے۔

مولانا ساجد علی مصباحی صاحب لکھتے ہیں کہ:

محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسن- ان کی طرف میزان الصرف کا انتساب شیخ مصطفیٰ بن عبد اللہ معروف بہ حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں کیا ہے۔ اس کی عبارت گزر چکی۔ اور ابو الحسنات علامہ محمد عبد الحی فرنگی محلی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۰۴) نے ''الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنیفیۃ'' میں، اور مولوی فقیر محمد جہلمی (متوفی ۱۳۳۴) نے ''حدائق الحنفیۃ'' میں صراحت کی ہے کہ محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسن نے فن صرف میں ایک کتاب لکھی اور اس کا نام ''میزان الصرف'' رکھا۔

ان تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ میزان الصرف کے مصنف محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسن رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں کیوں کہ مستند تذکرہ نگاروں نے آپ ہی کی طرف اس کا

۱۔ میزان و منشعب اردو مع تمرین و تعلیق، مفتی محمد جاوید سہانپوری، ص: ۱۲ مکتبہ دار الفکر دیو بند، سن اشاعت ندارد۔

انتساب کیا ہے اور صراحت کے ساتھ اس کو آپ کی تصنیفات میں شمار فرمایا ہے۔‘‘(۱)

حاصل کلام:

تصنیفات آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ ’’ہدایۃ النحو‘‘ بلا خلاف آپ کی تصنیف کردہ ہے۔ اس سلسلے میں کسی اور مصنف کا نام کسی نے بھی پیش نہیں کیا ہے۔ ’’پنج گنج‘‘ اور ’’میزان الصرف‘‘ کے سلسلے میں محققین کا اختلاف ہے۔ جمہور علما اور مؤرخین کے نزدیک یہ کتابیں بھی آپ ہی کی تصنیف کردہ ہیں اور مولانا ساجد علی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی تحقیق یہ ہے کہ میزان الصرف علامہ محمد بن مصطفی بن الحاج حسن کی تصنیف کردہ ہے۔ اس تعلق سے سارا حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ وہی بہتر جاننے والا ہے۔

ذمہ دران مجلس برکات، اشرفیہ مبارک پور سے مخلصانہ گزارش

مادری علمی الجامعہ الاشرفیہ، مبارک پور ہمیشہ سے علم وفضل کا گہوارہ رہا ہے، اہل سنت وجماعت کو اس سے کافی امیدیں وابستہ ہیں۔ ہم بھی اس عظیم ادارہ سے پُر امید ہیں۔

تصنیفات آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے سلسلے میں علمائے اشرفیہ کے تین اقوال سامنے آئے ہیں:

۱- علامہ مبارک حسین مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ واستاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے بقول ہدایۃ النحو، پنج گنج اور میزان الصرف اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات ہیں۔

۲- علامہ اختر حسین فیضی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی تحقیق یہ ہے کہ: اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ نے پنج گنج اور میزان الصرف کا درس لیا ہے، لہذا یہ ان کی تصنیف نہیں، بلکہ ان سے پہلے لکھی گئی کتابیں ہیں۔

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: مقدمۂ میزان الصرف، مضمون بعنوان میزان ومنشعب کے مصنف، مولانا ساجد علی مصباحی، ص:۶، مطبوعہ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ۔

۳- علامہ ساجد علی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی تحقیق یہ ہے کہ میزان الصرف اخی سراج الدین عثمان کی نہیں، بلکہ ان کے بہت بعد کے عالم دین حضرت محمد بن مصطفی کی تصنیف ہے۔

ان جلیل القدر علمائے محققین کی تحقیقات کو شائع کرنے کا شرف مجلس برکات مبارک پور نے حاصل کیا ہے۔ لہٰذا ذمہ داران مجلس برکات واساتذۂ وعلمائے اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ سے ہم امید رکھتے ہیں کہ مستقبل میں مزید تحقیق وتنقیح فرما کر ہم جیسے کم علموں پر احسان وکرم فرمائیں گے۔

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان بحیثیت ماہر لسانیات

آئینۂ ہندستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ مختلف زبانوں پر دسترس رکھتے تھے۔ عربی، فارسی، کھڑی بولی [قدیم اردو] اور بنگالی زبانوں پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ عربی وفارسی زبانوں میں آپ کی تصنیفات موجود ہیں۔ ہم یہاں نہایت اختصار کے ساتھ شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی زبان دانی پر ایک مختصر تبصرہ کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔

عربی زبان وادب میں شیخ اخی سراج الدین عثمان کا حصہ

عربی زبان عالمی زبانوں میں سے ایک ہے۔ یہ بائیس عرب ممالک میں سرکاری زبان کا درجہ رکھتی ہے۔ اقوام متحدہ کی چھٹی سرکاری زبان عربی ہے۔ ساڑھے چودہ سو سال قبل قرآن کریم کے نزول نے اسے خلود ودوام کی سند عطا کر دی ہے۔ علماو مشائخ اور عربی داں طبقہ نے اس کی خدمت کا فریضہ انجام دیا ہے، انھوں نے دینی تعلیم اور عربی زبان کی تدریس کے لیے مختلف مناہج کو مد نظر رکھ کر کتابیں لکھیں اور آنے والی نسلوں کو دین سکھایا، انھیں عربی زبان سے آشنا کیا اور آج بھی یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ نے جس دور میں اپنی شاہکار تصنیف ''ہدایۃ النحو'' لکھی وہ فارسی زبان وبیان کے عروج کا دور تھا، اس دور میں یہی زبان لکھی، پڑھی، بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ حکومتی امور بھی اسی زبان میں انجام دئے جاتے تھے۔ ایسے دور میں فصیح وبلیغ

زبان میں قواعد عربیہ پر ایک ضخیم کتاب قوم کو عطا کرنا یقیناً بہت بڑی خدمت ہے اور اس زبان کے لیے قابل قدر اضافہ بھی ہے۔ شیخ اخی سراج الدین علیہ الرحمہ کی اس خدمت کا عربی زبان وادب پر ایک بڑا احسان ہے۔

فارسی زبان وادب میں شیخ اخی سراج الدین عثمان کا حصہ

عربی زبان وادب کے گراں مایہ علما ومشائخ ہندوستان میں پیدا ہوئے اور انھوں نے اپنی مقدور بھر اس کی نشرواشاعت میں حصہ لیا، مگر اس زبان کو کبھی حکومتی زبان کا درجہ حاصل نہیں ہوا۔ ہندوستان میں حکومتی ودرباری زبان فارسی تھی۔ ملازمت حاصل کرنے اور مہذب ومعزز صحبتوں میں مقام پیدا کرنے کے لیے، یہاں فارسی کی تعلیم کافی خیال کی جاتی تھی۔ مسلمانوں کے علاوہ اعلیٰ طبقے کے ہندوؤں کا عام رجحان فارسی ادب وانشا کی طرف تھا۔ شیخ اخی سراج علیہ الرحمہ نے عربی قواعد وگرامر کی دو کتابیں فارسی زبان میں تصنیف فرمائیں، پہلی کتاب ''میزان الصرف'' اور دوسری کتاب ''پنج گنج''، اگرچہ ان کتابوں کے انتساب میں بعض علما کو کلام ہے، مگر اکثر علما کا رجحان اسی طرف ہے کہ یہ کتابیں آپ ہی کی تصنیف کردہ ہیں۔ اگر یہ کتابیں شیخ اخی سراج الدین علیہ الرحمہ کی منسوب نہ بھی کی جائیں تو بھی شیخ اخی سراج علیہ الرحمہ کی فارسی دانی سے کسی کو انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اردو زبان وبیان میں شیخ اخی سراج الدین عثمان کا حصہ

اردو زبان کی ابتدائی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر واضح ہے کہ اس کے فروغ و ارتقا میں صوفیائے کرام کا نمایاں کردار تھا۔ زبان کے تشکیلی مراحل سے اس کی ترقی تک مختلف سلسلے کے صوفیائے کرام نے اس کو اختیار کیا، صوفیائے کرام کا اصل مقصد تبلیغ واصلاح تھا۔ بندگان خدا تک ترسیل وابلاغ کے ایک ذریعہ کے طور پر انھوں نے اس زبان کو اختیار کیا۔

بابائے اردو ادب مولوی عبدالحق صاحب نے اپنی کتاب ''اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام'' میں آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان کا نام شامل کیا ہے۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے نام سے اردو ادب کا ہر طالب علم واقف ہے۔ زیادہ تر انھوں نے تجرّد کی زندگی گزاری، بس اُردو کے گیسو سنوارنے نکھارنے میں شب وروز گزار دیے۔ وہ

حقیقت میں ''فنافی الاُردو'' تھے۔ وہ اُردو کے لئے جیے اُردو کے لئے مَرے، اُن کا جینا مرنا اس میٹھی زبان اُردو کے ساتھ تھا، ان کی کتاب میں شیخ اخی سراج الدین کا نام اردو زبان کو فروغ بخشنے کے حوالے سے آجانا، شیخ اخی سراج علیہ الرحمہ کی اردو دانی کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

بابائے اردو نے اپنی کتاب میں ''شیخ سراج الدین عثمان'' کی مستقل سرخی لگائی ہے اور اس کے تحت لکھا ہے کہ:

''تاریخ فرشتہ میں منقول ہے کہ شیخ سراج الدین عثمان معروف بہ اخی سراج وفات ۷۵۸ھ/۱۳۵۶ء جو سلطان اولیا کے مرید اور خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی کے خلیفہ تھے۔ بعد وفات سلطان اولیا بنگالہ سے دہلی آئے اور حضرت چراغ دہلی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ خواجہ نے فرمایا کہ بنگالہ جاؤ، انھوں نے کہا، وہاں پہلے سے شیخ علاء الدین تل موجود ہیں اور مرجع خلائق ہیں، وہاں میرے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا: ''تم اوپر وہ تل۔'' (۱)

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کا دائرہ تبلیغ دیکھیے تو یقین سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ انھوں نے ابتدائی اردو زبان کا استعمال کیا اور اس زبان کے ذریعے سے بھی پیغام اسلام عام لوگوں تک پہنچایا۔

شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی اور شیخ اخی سراج الدین عثمان کے مابین مکالمے کی روشنی میں، کتاب ''نقش جاوید'' کے مصنف ڈاکٹر جاوید نہال صاحب نے شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے ہندوی الفاظ کے استعمال کے تعلق سے استدلال کیا ہے کہ:

''اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اخی سراج ہندوی سے واقف تھے۔ انھوں نے گوڑ میں بنگلہ کے ساتھ ہندوی میں بھی تبلیغی کا کام شروع کیا تھا اس وقت ہندوی بولی عام بھی نہیں ہوئی تھی۔ شمالی ہندی دانی کی وجہ سے انہیں تبلیغی مقصد کی تکمیل میں کامیابی ہوئی۔'' (۲)

۱۔ اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام، مولوی عبدالحق، ص: ۱۶، ۱۷، ناشر انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، سال اشاعت ندارد۔

۲۔ نقش جاوید، ڈاکٹر جاوید نہال، ص: ۲۷، مطبوعہ ٹوپ آرٹس پرائیویٹ لمیٹیڈ، ۳۳ر تانٹی بگان لین، کولکاتا، سال اشاعت ۱۹۹۹ء۔

واضح رہے کہ ''ہندوی'' قدیم اردو زبان ہی کا دوسرا نام ہے جسے کھڑی بولی، دہلوی، دکنی اور پراکرتی اور کباڑیوں کی بولی بھی کہتے ہیں۔

بنگلہ زبان وبیان میں شیخ اخی سراج الدین عثمان کا حصہ

کہا جاتا ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کو سرزمین بنگال کی طرف تبلیغ واشاعت دین کے لیے اس لیے بھی بھیجا گیا تھا کہ آپ بنگلہ زبان وبیان سے واقف تھے۔

مصنف ظفر المحصلین شیخ محمد حنیف گنگوہی لکھتے ہیں کہ:

جس وقت ہندوستان کے مختلف اقطار و جہات میں حضرت سلطان المشائخ نے چاہا کہ اپنے نمائندوں کو روانہ کریں تو قدرتاً بنگال کے لیے ان ہی کی طرف خیال جاسکتا تھا کہ ''وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ''(۱) اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔

شیخ محمد گنگوہی صاحب نے یہ باتیں اس انداز میں لکھی ہیں کہ گمان ہوتا ہے کہ یہ ان کی اپنی نہیں، بلکہ حضرت میر خورد علیہ الرحمہ کی لکھی ہوئی ہیں جنھیں انہوں نے اپنی کتاب میں نقل کی ہیں، کیوں کہ انہوں نے مذکورہ منقولہ عبارت سے ماقبل متصلاً لکھا ہے کہ ''میر خورد لکھتے ہیں'' حالاں کہ یہ باتیں شیخ گنگوہی کی اپنی ہیں حضرت میر خورد کی نہیں ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ سلطان الاولیا سید محمد نظام الدین دہلوی علیہ الرحمہ نے، آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کو بنگال اس لیے روانہ کیا تھا کہ مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کو زمرۂ چشت اہل بہشت میں شامل کیا جائے اور ان کے علم وفضل کو احسان وتصوف کا لبادہ اڑھا دیا جائے، اس کام لیے بنگلہ زبان وبیان سے واقفیت کی حاجت وضرورت نہیں تھی، ہاں شیخ المشائخ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی علیہ الرحمہ نے آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کو بنگال کی سرزمین پر مستقل قیام اور تبلیغ واشاعت دین کے لیے اپنی خلافت سے نواز کر بھیجا تھا، عین ممکن ہے کہ حضرت چراغ دہلی

۱۔ ظفر المحصلین باحوال المصنّفین، شیخ محمد حنیف گنگوہی، ص ۲۶۲: دارالاشاعت اردو بازار کراچی، سال اشاعت ۲۰۰۰ء۔

علیہ الرحمہ نے زبان و بیان کا لحاظ کر کے بھیجا ہو۔

ہم یہاں بنگلہ زبان کی تاریخ پر کلام کرنا نہیں چاہتے کہ اس زبان کو سرزمین بنگال میں عوامی حیثیت کس صدی میں حاصل ہوئی، البتہ اتنا طے ہے کہ ۱۳ویں صدی عیسوی جو شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کا زمانہ ہے، میں بنگلہ زبان کو مکمل طور پر عوام کے مابین رواج نہیں ملا تھا، اس دور میں یہ زبان ترقی پذیر تھی۔

ایک قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ شیخ محمد اکرام نے اپنی کتاب ''جود کوثر'' میں آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے بہت بعد کے زمانے کا حال لکھا ہے کہ مسلمان بنگلہ زبان کا استعمال کرنا اور اس زبان میں کچھ لکھنا ناپسند کرتے تھے۔ بایں ہمہ آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کا بنگالی زبان و بیان کے ذریعے نشر و اشاعت دین کرنا اور اس زبان کو ذریعۂ تبلیغ بنانا موجودہ دور کے مبلغین اور علما و مشائخ کو دعوت وفکر دے رہا ہے جو بین الاقوامی زبانیں آج بھی نہیں سیکھتے ہیں۔

بہر کیف آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ بنگلہ زبان جانتے تھے اور انھوں نے اس زبان کو ارشاد و تبلیغ کے لیے استعمال کیا تھا، تاریخ نگاروں نے اس بات کو اپنی تصانیف میں جگہ دی ہے۔

ڈاکٹر جاوید نہال صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اخی سراج بنگلہ زبان جانتے تھے اور پراکرت سے پیدا ہونے والی مختلف ہندوستانی بولیوں سے بھی آشنا تھے۔'' (۱)

حاصل کلام:

یہ ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ ایک سچے پکے مبلغ و داعی اسلام تھے، قوم و ملت کی ضروریات اور حالات و زمانے کی نشیب و فراز سے واقف تھے، انھوں نے جگہ اور قوم کا خیال کرتے ہوئے اس دور کے ذرائع ابلاغ و ترسیل کا بھرپور استعمال کیا اور اشاعت دین و فروغ سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کے لیے انمنٹ نقوش چھوڑ گئے جو

۱۔ نقش جاوید، ڈاکٹر جاوید نہال، ص: ۷۲، مطبوعہ ٹوپ آرٹس پرائیویٹ لمیٹیڈ، ۳/تانتی بگان لین، کولکاتا، سال اشاعت ۱۹۹۹ء۔

رہتی دنیا تک ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی یاد دلاتے رہیں گے۔

ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے شیخ گنگوہی نے لکھا ہے کہ:

آج بنگال کے تین کروڑ سے زائد مسلمانوں پر مسلمانوں کو ناز ہے کہ اتنی بڑی آبادی کسی خالص اسلامی واحد ملک کی بھی نہیں ہے، لیکن غریب الدیار اسلام نے جب اس ملک میں قدم رکھا تھا تو لوگوں کو کیا معلوم کہ اس کی پالکی کو کندھا دینے والے کون کون تھے۔ ایک لڑکا، کہ'' ہنوز موئے ریش آغاز نہ شدہ بود در حلقۂ ارادت شیخ درآمدہ بود و درسلک خدمتگاراں پرورش یافتہ۔'' ابھی سبزہ بھی نہ آیا تھا کہ شیخ کے ارادتمندوں میں داخل ہو چکے تھے اور خدمتگاروں سے منسلک ہوکر پرورش پانے لگے تھے۔

سلک خدمت گاروں میں اسی پرورش پانے والے لڑکے کا نام بعد کو اخی سراج الدین عثمان ہوا۔''(۱)

سلسلۂ چشتیہ کی اشاعت

ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کی بنیاد عطائے رسول خواجۂ خواجگان سید محمد معین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ کے ذریعہ پڑی۔ شیخ الشیوخ بابا فریدالدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمہ نے اس سلسلہ کو تہذیب بخشی اور سلطان المشائخ حضرت سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی علیہ الرحمہ کے ذریعہ اس سلسلہ کو بام عروج حاصل ہوا۔ ہندوستان کا کوئی خطہ ایسا نہیں بچا ہوگا جہاں سلسلہ چشتیہ نے قدم نہ رکھا ہو۔

مصنف گلزار ابرار مولانا محمد غوثی شطاری نے لکھا ہے کہ: سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کے سات سو خلیفہ نے ارض ہند کو اپنے نور ولایت سے منور کیا۔ خلفا کی اتنی بڑی تعداد کا ذکر اگرچہ کسی کتاب میں تفصیلاً نہیں ملتا، مگر اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کے خلفا نے سلسلہ چشتیہ کو سرزمین ہند کے چپہ چپہ میں پہنچادیا اور اس کی عظمت ورفعت کا سکہ ہر دل میں بٹھا دیا۔

گلزار ابرار مترجم میں ہے کہ:

۱۔ظفر المحصلین با حوال المصنفین، شیخ محمد حنیف گنگوہی، ص ۲۶۳: دارالاشاعت اردو بازار کراچی، سال اشاعت ۲۰۰۰ء۔

''ان ایام میں زمین ہند کو عجیب زمانہ حاصل تھا، کیوں کہ آپ (سلطان المشائخ) کی بارگاہ خلافت سے وقتاً فوقتاً جو نئے نئے خلفا روانہ ہوتے تھے، ان کی فیض پاشی سے ہند کا ہر مکان اور ہر قطعۂ زمین، ہدایت آباد تھا۔ ایک روایت ہے کہ آپ نے بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے مرتبہ اور بڑی بڑی کرامتوں والے سات سو خلیفہ ایسے روانہ کیے تھے کہ ہر شخص کے سینہ سے گویا عرفان کا آفتاب طلوع کرتا تھا، اور نیز ان سینوں سے بزرگوار پیر کے اسرار عیاں ہوتے تھے۔''(۱)

سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین دہلوی علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ تک سلسلہ چشتیہ کو ایک مرکزیت حاصل رہی، لیکن آپ کی وفات کے بعد ہر خلیفہ نے ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کا کام کیا اور مختلف ریاستوں وصوبوں میں بڑی بڑی مرکزی خانقاہیں قائم کیں، لیکن سلسلہ چشتیہ کو سب سے زیادہ فروغ وشہرت جن خلفائے کرام سے ملی وہ جانشین سلطان المشائخ سید نصیر الدین محمود اودھی چراغ دہلی اور آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی کی ذات ہیں۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:

''آں چہ از سلاسل مریدان شیخ دریں دیار مشہور است، سلسلہ او سلسلہ شیخ نصیر الدین محمود است۔'' شیخ نظام الدین اولیا کے سلاسلِ مریدان میں ہندوستان میں مشہور ومعروف اخی سراج الدین اور شیخ نصیر الدین محمود کے دونوں سلسلے ہیں۔''(۲)

تاریخ مشائخ چشت میں روضۃ الاقطاب کے حوالے سے ہے کہ:

''الحق وے آئینۂ ہند بود کہ تمام ہند از وے رونق ارشاد وہدایت بیفزود وطریق معرفت وولایت روئے نمود، اگر چہ جمیع خلفائے سلطان المشائخ صاحب مقامات عالی بودند، اما ازاں ہا شیخ نصیر الدین محمود کہ چراغ دہلی وشیخ سراج الدین کہ آئینۂ ہند است چاشنی دیگر

۱۔ اذکار ابرار اردو ترجمہ گلزار ابرار، محمد غوثی شطاری مانڈوی رفضل احمد جیوری، ص: ۸۴، ۸۵، سن تصنیف ۱۰۱۴، مطبوعہ دار النفائس کریم پارک لاہور، سن اشاعت ۱۴۲۷۔

۲۔ اخبار الاخیار مع مکتوبات، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص: ۸۶، رضویہ نوریہ پبلی شنگ کمپنی، کچا رشید روڈ بلال گنج لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۹ء۔

داشتند ،واز یں دو بزرگ بسے مرد ماں صاحب تکمیل وارشاد پیدا آمدند۔‘‘

سچ تو یہ ہے کہ وہ ہندوستان کے آئینہ کے مانند تھے،تمام ہندوستان میں ان سے ارشاد وہدایت کی رونق بڑھ گئی اور معرفت وولایت کے طریقوں کا انکشاف ہوا۔ اگرچہ سلطان المشائخ کے سب خلفا اعلی مقامات کے حامل تھے،لیکن شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ جن کو چراغ دہلی کہا جاتا ہے اور شیخ سراج الدین جو آئینۂ ہند ہیں، کچھ الگ ہی چاشنی رکھتے ہیں۔ان دونوں بزرگوار سے بہت سے صاحب ارشاد پیدا ہوئے۔‘‘(۱)

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے بنگال میں سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی بنیاد رکھی، پوری محنت ولگن سے آپ نے سلسلہ کو آگے بڑھایا،مشکل سے مشکل حالات میں بھی آپ نے رشدوہدایت کا کام کیا۔آپ کی انتھک محنت وکاوش کا نتیجہ تھا کہ لوگ جوق درجوق آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے لگے۔علاقۂ بنگال کا ہر خورد وکلاں آپ کا گرویدہ ہوگیا، بادشاہانِ زمانہ ووزرا، امرا ورؤسا، علما وجہلا سبھی آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوگئے۔ ہر طرف دینی ومذہبی چہل پہل نظر آنے لگی، بیرون بنگال کے مبلغین ودعاۃ کو بنگال آنے کی راہ ملی اور شاہان زمانہ کی سرپرستی میں علوم اسلامیہ کی خوب نشر و اشاعت ہوئی۔

ہم یہاں قارئین کرام کے لیے سامان لطف پیدا کرنے کی غرض سے ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب کے پی ایچ ڈی مقالے سے چند منتخب عبارتوں کا مع اصل ترجمہ پیش کررہے ہیں جن سے آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی سلسلۂ چشتیہ کے سے تعلق سے خدمات کا ذکر بھی ہوگا اور سرزمین بنگال میں آپ کی عظمت واہمیت کا سراغ بھی لگے گا۔

ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب لکھتے ہیں:

‘‘The Chishti traditions which grew and developed in the North were introduced in Bengal by Shaikh Akhi Siraj,an

---

۱۔تاریخ مشائخ چشت،خلیق احمد نظامی،ص:۲۱۸،مطبوعہ مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور،سال اشاعت ندارد،بحوالہ روضۃ الاقطاب،ص:۴۸،۴۹۔

outstanding disciple of Shaikh Nizamuddin Auliya. Mir Khurd's remark " that he illumined the whole rejion of Bengal with his spiritual radiance" casts aside the doubt about his popularity."

سلسلۂ چشتیہ جو شمال میں بڑھا اور پروان چڑھا، اسے بنگال میں شیخ اخی سراج نے متعارف کرایا، جو شیخ نظام الدین اولیا کے زبردست مرید تھے۔ میر خورد کا قول ہے کہ: ''انہوں نے سارے بنگال کو اپنی روحانی شعاؤں [روحانیت] سے منور کر دیا۔'' ان کی غیر معمولی مقبولیت پر اگر کوئی شک بھی ہو تو ایسے شکوک کو [ان کے کام] مٹا دیتے ہیں۔''(۱)

ڈاکٹر صاحب ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ:

"The mystic stream that trickled down to Bengal during the middle of the 14th century was never enforced after Shaikh Akhi Siraj. Consequently no other important saint after him entered and worked in Bengal. The Qadiri, The Suhrawardi, The Shattari, The Firdousi and The Naqshbandi orders which exercised tremendous influence in other parts of India could not simultaneously extend the sphere of their activities to Bengal. Only the Chishti silsilah was destined to play an important role in the social and political life of Bengal, and it produced saints like Alaul Hqa and Nur Qutb Alam, who planted and papularized mystic traditions in the region.

روحانیت وتصوف کا جو دھارا بنگال میں ۱۴ ویں صدی عیسوی کے درمیان پہنچا اسے کبھی زور دینے کی ضرورت ہی نہیں پڑی (شیخ اخی سراج کی شخصیت ہی نے سارا کمال کر دیا)، اثر یہ ہوا کہ ان کے بعد کسی دوسرے بڑے ولی نے بنگال کی طرف رخ نہیں کیا۔ قادریہ، سہروردیہ، شطاریہ، فردوسیہ اور نقشبندیہ سلاسل طریقت جو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اپنا زبردست اثر رکھتے تھے وہ اپنا اثر اور کام بنگال میں نہیں پھیلا سکے! صرف چشتیہ سلسلے

۱۔ The Muslim mystic movements in Bengal from the Fourteenth to the Middle of the Sixteent Century A. D.، ڈاکٹر عبد اللطیف، ص:۳، سینٹر آف ایڈوانس اسٹڈی، ڈپارٹمنٹ آف ہسٹری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۴ء۔

کی ہی تقدیر میں بنگال کی سرزمین پر تاریخی اعتبار سے سماجی اور سیاسی رول ادا کرنا لکھا تھا۔ اور یہاں شیخ علاء الحق اور شیخ نور قطب عالم جیسے اولیا کی نشو ونما ہوئی جنھوں نے روحانی سلاسل تصوف کو اس علاقے میں بویا اور مشہور کیا۔''(۱)

ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب کی مذکورہ باتوں کو بغور پڑھئے اور سرزمین بنگال کی روحانی تاریخ کا جائزہ لیجیے تو تقریباً سات سو سال کے بعد آج بھی یہی احساس ہوتا ہے کہ بنگال کی سرزمین پر آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کا پھریرا اُڑ رہا ہے اور سرزمین چشت بنگال میں چشتیت کی کاشت آج بھی ہو رہی ہے۔ کسی دوسرے بزرگ نے یہاں اپنا مستقل مرکز قائم کرنا پسند نہیں کیا ہے۔

بیرون بنگال سلسلہ چشتیہ کی اشاعت

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ شجرۂ سلسلۂ چشتیہ نظامیہ نے اس قدر برگ و بار لایا کہ اس کی شاخین بنگال سے نکل کر بہار و آسام اور جون پور واتر پردیش تک پھیل گئیں، پھر بعد کے ادوار میں اس سلسلہ کے خلفا کے ذریعہ پوری دنیا میں سلسلہ نظامیہ سراجیہ کی خانقاہیں قائم ہوئیں اور قیام خانقاہ کا یہ سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے۔ سلسلہ نظامیہ سراجیہ کی متعدد قدیم خانقاہوں کے مختصر و جامع حالات آپ ہماری کتاب ''شیخ نور قطب عالم: حیات اور کارنامے'' میں پڑھیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

خواجہ حسن نظامی دہلوی لکھتے ہیں کہ:

''بنگال کے بادشاہ نے ان کی بیعت کی اور ان کے ذریعہ تمام بنگال اور آسام کے لوگ ان کے حلقہ بگوش ہو گئے۔''

حضرت خواجہ حسن نظامی کی مذکورہ عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے دور میں بنگال وآسام کے لوگوں کے لیے واحد مرجع آپ ہی کی ذات تھی، سبھی آپ کے دامن کرم سے وابستہ تھے۔

حضرت نظامی صاحب چند سطور کے بعد رقم طراز ہیں کہ:

۱۔ مرجع سابق، ص: iv۔

”صوبہ بہار اور بنگال میں ان کے سلسلے کی بہت سی خانقاہیں ہیں۔“(۱)

خواجہ حسن نظامی دہلوی ہی نے اپنی کتاب نظامی بنسری کے ذیلی عنوان ”نظامیہ سراجیہ سلسلہ“ کے تحت لکھا ہے کہ:

”حضرت مخدوم اخی سراج کا مزار مالدہ بنگال میں ہے۔ ان کے سلسلے کی یو۔ پی اور بہار اور بنگال اور آسام میں بہت سی خانقاہیں ہیں۔ مگر سلسلے کی اشاعت سب سے زیادہ پھلواری شریف کے سجادہ نشیں حضرت مولانا محی الدین صاحب کے ذریعہ ہو رہی ہے۔ کڑہ مانک پور اور سہسرام وغیرہ مقامات میں بھی نظامیہ سراجیہ سلسلے کے مشائخ سلسلے کی اشاعت کر رہے ہیں۔ سلون ضلع رائے بریلی یو۔ پی میں بھی ایک بڑی خانقاہ نظامیہ سراجیہ سلسلے کی ہے، جہاں ایک لاکھ روپے کے قریب جاگیر ہے اور وہاں بھی اس جاگیر نے غفلت اور بے حسی پیدا کر دی ہے۔“(۲)

سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے لکھا ہے کہ:

”حضرت شیخ اخی سراج الدین نے بنگال اور اس کے اطراف بہار اور آسام میں اسلامی تعلیمات پھیلائیں۔“(۳)

ملک چین میں سلسلہ نظامیہ سراجیہ کی اشاعت

کہا جاتا ہے کہ آئینہ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ ملک چین میں رہتے تھے۔ شاہ محمد انور علی سہیل فریدی نے اپنے کتاب ”تذکرۂ صابریہ“ میں حاشیہ نگاری کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”حضرت شیخ اخی سراج کے ایک خلیفہ خواجہ سلاین تھے جن سے چین میں سلسلہ پھیلا اور چشتیہ نظامیہ سراجیہ سلسلہ کی خانقاہیں چین میں قائم ہوئیں۔“(۴)

۱۔ نظامی بنسری، خواجہ سید حسن نظامی دہلوی، ص: ۴۱۲، ۴۱۳، ناشر خواجہ حسن نظامی میموریل سوسائٹی، بستی درگاہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی، سال اشاعت ۱۹۸۴/۱۴۰۴، اشاعت چہارم۔

۲۔ مرجع سابق، ص: ۵۰۷۔

۳۔ بزم صوفیا، سید صباح الدین عبدالرحمٰن، ص: ۲۳۴، مطبوعہ مطبع معارف اعظم گڈھ، سال اشاعت ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء۔

۴۔ تذکرۂ صابریہ، شاہ محمد انور علی سہیل فریدی، حاشیہ ص: ۲۵، مطبوعہ مطبع اسلامک ونڈرس بیورو دہلی، سال اشاعت ۲۰۱۱ء بار اول۔

زیر نظر کتاب ''آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان-احوال وآثار'' کی اشاعت سے چند ایام پیش تر شاہ محمد انور علی سہیل فریدی صاحب سے بذریعۂ ٹیلیفون ہماری بات چیت ہوئی۔ ان سے میں نے حضرت اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے خلیفہ خواجہ سلاین جن کا ذکر انہوں نے کیا ہے، کے تعلق سے مواد و ماخذ طلب کیا، حضرت کے پاس کوئی قابل اطمینان مواد نہیں تھا، انہوں نے جس ماخذ کی طرف رہنمائی کی ہے، قارئین کرام کے سامنے ہم اسے پیش کررہے ہیں۔

نظامی بنسری میں ہے کہ:

''چین میں بھی ان (اخی سراج الدین) کے ذریعہ اور خواجہ سالار ہن ین کے ذریعے نظامیہ سلسلہ پھیلا تھا جس کی **اب تک وہاں ڈیڑھ سو خانقاہیں موجود ہیں۔**''(۱)

خواجہ حسن نظامی دہلوی کی مذکورہ عبارت پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان بنفس نفیس چین تشریف لے گئے تھے اور وہاں سلسلہ کی ترویج واشاعت فرمائی تھی۔

خواجہ سلاین اور خواجہ سالار ہن ین دونوں ایک ہی شخصیت ہیں یا الگ الگ ہیں؟ اس کی تحقیق نہیں ہو پائی۔

حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی نے سرزمین چین میں ڈیرھ سو چشتی نظامی سراجی خانقاہوں کی موجودگی کی بات کہی ہے، یہ تقریبا ایک صدی پیشتر کی بات ہے، یقیناً یہ خانقاہیں آج بھی کسی نہ کسی صورت آباد ہوں گی، مگر چینی زبان سے ناآگہی کی وجہ سے ان خانقاہوں کی معلومات ہم یکجا نہیں کرسکے، شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی علیہ الرحمہ کے چینی خلفا کے بارے میں عربی، فارسی، اردو، بنگالی اور شاید انگریزی مصادر بھی خاموش ہیں، چینی زبان و بیان سے ہم بالکل ناآشنا ہیں اس لیے اس کے بارے میں کوئی لیت ولعل والی بات کہنا بھی ''چھوٹا منہ بڑی بات'' کا مصداق ہوگا۔ مذکورہ دونوں تذکرہ نگاروں کے علاوہ کسی اور

۱۔ نظامی بنسری، خواجہ سید حسن نظامی دہلوی، ص: ۴۱۳، ناشر خواجہ حسن نظامی میموریل سوسائٹی، بستی درگاہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی، سال اشاعت ۱۹۸۴/۱۴۰۴، اشاعت چہارم۔

مصنف کی کتاب میں ہمیں ان کا ذکر نہیں ملا۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک أمرا۔

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان کی تعلیمات کا اثر

گزشتہ صفحات میں آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی علیہ الرحمہ کی سماجی، فلاحی اور علمی خدمات کا ذکر کیا گیا ہے، ان خدمات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شیخ اخی سراج الدین اودھی ایک ہمہ جہت شخصیت تھی، وہ درویش تھے اوران کی تعلیمات درویشانہ تھیں۔ وہ زندگی بھر مخلوق خدا کی رشد وہدایت کے لیے کوشاں رہے۔ غربا پروری میں وہ لاثانی تھے۔ یقیناً وہ شیخ سعدی شیرازی کے اس شعر کے مصداق تھے:

نیم نانے گر خورد مرد خدا　　　　بزل درویشاں کند نیمِ دگر

اگر آدھی روٹی خدا کا بندہ کھاتا ہے تو آدھی روٹی فقیروں کو کھلا دیتا ہے۔

شیخ اخی سراج الدین نے ہمیشہ سنت، شریعت اور قرآن کا درس دیا۔ ان کی تعلیمات سے انسانیت سے محبت کا درس ملتا ہے۔ اگر کوئی ان کے پاس چل کر آتا تھا تو اس کو سینے سے لگاتے تھے، ان کو قرآن وسنت سے قریب کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر خود عمل کرتے تھے اور دوسروں کو عامل بناتے تھے۔ اس کے لیے انھوں نے انتھک محنتیں کی، دور دراز علاقوں کا سفر فرمایا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پورا بنگال، بلکہ آسام و بہار اور چین و برما کا بیش تر علاقہ آپ کی تعلیمات سے متاثر ہوا۔

غیر مسلموں کا وہ طبقہ سماج میں جس کو سر اٹھا کر جینے کا حق نہیں تھا، جو اعلی ذات کے لوگوں کے ساتھ کندھے سے کندھا نہیں ملا سکتا تھا، ان کے ساتھ ایک عبادت گاہ میں عبادت نہیں کرسکتا تھا، ایک دسترخوان پر کھا نہیں سکتا تھا، جس کی ہاتھ لگائی ہوئی چیزیں بھرشٹ سمجھی جاتی تھیں، اس طبقہ کو آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان نے اپنے سے قریب کیا، ان کے اندر کھل کر جینے کا حوصلہ پیدا کیا۔ یہ طبقہ شیخ اخی سراج علیہ الرحمہ کی اخوت ومحبت اور بھائی چارہ ومساوات کی تعلیمات سے بہت متاثر ہوا۔

تعلیمات آئینۂ ہندوستان پر ایک منفی تبصرہ

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ نے ہمیشہ امن ومحبت اور شانتی وسلامتی کی تبلیغ کی اور اپنے قول وعمل سے شر انگیزی کی نفی فرمائی۔آپ نے معاشرے میں امن وسلامتی کے قیام اور بھائی چارے کے فروغ کے لیے ہمہ وقت جدوجہد کیا اور اپنے دل کو تقوی وطہارت سے آراستہ کیا۔آپ ہمیشہ محبت والفت کے سفیر کی حیثیت سے تبلیغ کرتے رہے، اتفاق واتحاد، اخلاص ومروت، صبر وتحمل اور حلم ونرمی کا درس دیتے رہے۔آپ جب تک باحیات رہے آپ کا وجود خلق خدا کے لیے ایک پھل دار اور سایہ دار درخت کی مانند رہا اور واصل بحق ہوئے تو صدیاں بیت گئیں مگر بندگانِ خدا آج بھی آپ کے نام کو حرز جاں بنائے ہوئے ہیں۔

آپ کی تعلیمات کا محور بندوں کو ایک خدا کی عبادت اور رسول کریم ﷺ کی عظمت ورفعت کا قائل کرنا تھا، لیکن نہایت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ چند اسکالرز نے آپ کی تعلیمات کا غلط تاثر قوم کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔انھوں نے آپ کی تعلیمات کو غیر مسلموں کی تعلیمات کی بنیاد قرار دیا ہے۔جناب علیم اشرف خان ریسرچ اسکالر شعبۂ فارسی دہلی یونیورسٹی کا نام اگر چہ فارسی زبان وادب کے حوالے سے معتبر ہے، مگر انھوں نے اپنے ایک مضمون میں آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان، بلکہ صوفیائے بنگال کی تعلیمات کے حوالے سے ایک منفی تبصرہ لکھا ہے۔ان کے اس مضمون کی سرخی ہے ''اخی سراج مؤسس سلسلہ چشتیہ در بنگالہ ونہجت بھکتی چیتنیہ۔'' بنگال میں سلسلۂ چشتیہ اور چیتنیہ کی بھکتی تحریک کے بانی اخی سراج الدین۔

مذکورہ بالا سرخی سے ظاہر ہوتا ہے کہ چیتنیہ کی ''بھکتی تحریک'' کے بانی آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی ذات ہے۔الامان والحفیظ۔

مضمون نگار لکھتے ہیں:

اگر افکار دینی ومذہبی از مکتوبات نور قطب عالم را با تعلیمات چیتنیہ، روپا، سناتن وجیوا گوسوامی، متفکران ومصلحان جامعہ بنگالہ مقایسہ کنیم، حقیقت ووضعیت نہضت بھکتی در

بنگالہ اشکار خواہد شد، این ہم ممکن است کہ ضمناً تاثیرات عرفائے چشتیہ بر نہضت بھکتی بررسی شود۔'' مکتوبات نور قطب عالم سے اگر مذہبی و دینی افکار کو چھانٹ لیے جائیں اور ان کا مقابلہ چیتنیہ، روپا، سناتن، جیوا گوسوامی اور صوبائے بنگال کے غیر مسلم مفکروں اور مصلحوں کی تعلیمات کے ساتھ کیا جائے تو شاید سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں کی تعلیمات کا ضمنی اثر بھکتی تحریک پر ظاہر ہو جائے۔''(۱)

مضمون نگار نے ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ:

عرفائے بنگالہ در گوشہ و کنار آں دیار تبلیغات و نشر و ارشادِ اسلام را بہ عہدہ داشتند کہ بہ تعلیمات و افکار آنہا نہ تنہا نہضت بھکتی در بنگالہ پیدا شد، بلکہ در اکثر روستاہائے بنگالہ تصوف راہ یافت و سلسلہ چشتیہ با تعلیمات و تفکرات حضرت شیخ اخی سراج رشد پیدا کرد و ہنوز در آں منطقہ محبوب ترین سلسلہ صوفیہ است۔

برائے حسن ختام می تواں گفت کہ چیتنیہ تاثیرات بسیار مثبتے بر نہضت بھکتی و افکار و تعلیمات ہر سہ تن بنام روپا، سناتن و جیوا گوسوامی گذاشتہ بود، و افکار و تعلیمات عرفائے چشتیہ سبب شدہ بود کہ چیتنیہ را بہ نہضت بھکتی راہ نموں کند، و نہضت بھکتی سراسر بنگالہ را تحت تاثیر خود در گرفت۔''

بنگال کے عارفوں نے بنگال کے اطراف و اکناف میں اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ و ارشاد کا کام اس طرح انجام دیا کہ ان کی تعلیمات و نظریات سے نہ صرف بھکتی تحریک نے بنگال میں جنم لیا، بلکہ بنگال کی اکثر دیہاتوں میں تصوف کو بھی راہ مل گئی۔ حضرت اخی سراج الدین کی تعلیمات و نظریات کی بنیاد پر سلسلۂ چشتیہ سے رشد و ہدایت کا ایسا کام ہوا کہ آج بھی بنگال میں سلسلۂ چشتیہ، صوفیوں کا محبوب ترین سلسلہ ہے۔

مضمون کے حسن خاتمہ کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ چیتنیہ نے بھکتی تحریک اور روپا، سناتن اور جیوا گوسوامی کی تعلیمات و نظریات پر بہت زیادہ مثبت اثر چھوڑا۔ یہ سلسلۂ چشتیہ

۱۔ قند فارسی بہار و تابستان، شمارہ ۳۳، ۳۴، ص: ۲۰۲، مضمون علیم اشرف خان بعنوان اخی سراج مؤسس سلسلہ چشتیہ در بنگالہ و نہجت بھکتی چیتنیہ، سال اشاعت ۱۳۸۵ھ۔ یہ مضمون ایران کی مشہور فارسی ویب سائٹ www.ensani.ir میں موجود ہے۔ راقم الحروف کے پاس اس کا پی ڈی ایف فائل ہے۔

کے بزرگوں کی تعلیمات ونظریات کا ہی نتیجہ ہے کہ چیتنیہ کی بھکتی تحریک کامیاب ہوئی اوراس نے پوری بنگال کواپنے اثرات کی گرفت میں لے لیا۔''(۱)

چیتنیہ، بھکتی تحریک اورویشنومت

چیتنیہ ۱۴۸۶ء میں ضلع ندیا، بنگال میں پیدا ہوا، اس نے ہندومت اور اسلام دونوں کا گہرا مطالعہ کیا، اس کے ساتھیوں میں عربی وفارسی کے جان کار افراد بھی شامل تھے۔ روپ اور سناتن دو بھائی تھے، وہ چیتنیہ کے شاگرد خاص تھے، انھوں نے عربی اور فارسی کی تعلیم سا تگاؤں کے مشہور ومعروف عالم دین سید فخر الدین سے حاصل کی تھی، شاہی دوبار میں ان دونوں بھائیوں کو خاص مقام حاصل تھا۔ چیتنیہ اوراس کے شاگردوں نے ہندومت کی احیا کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لے رکھی تھی، انھوں نے محسوس کیا ہے کہ اگر اچھوت طبقہ کو قریب نہیں کیا گیا تو صوفیائے کرام کی تعلیمات سے پورا بنگال مسلمانوں سے بھر جائے گا۔ چیتنیہ نے ویشنومت کی تعلیم دینی شروع کی اور صوفیائے کرام کی طرح بھید بھاؤ ختم کرنے کی ٹھان لی۔ چیتنیہ کے شاگردوں نے اس کے پیغام کو دور ودراز علاقوں تک پہنچایا اوراس کی نشرواشاعت کے لیے تن من کی بازی لگادی، ان کی انتھک محنتوں اور کوششوں کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ پورا بنگال ان کی تعلیمات کے زیر اثر آ گیا اور بادشاہ اکبر نے ۱۵۷۳ء میں ان سے متھرا میں آکر ملاقات کیا۔

تعلیماتِ چیتنیہ کا اثر بنگال کی سرزمین پر کتنا گہرا پڑا تھا، معروف مؤرخ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں کہ:

''بنگال کی اس عہد آفریں ویشنو تحریک کو لیا جائے جس کی چیتنیہ نے رہنمائی کی اور جس کا صرف ہندو مذہب یا بنگالی زبان اور ادب ہی پر نہیں، اس علاقے میں اشاعت اسلام اور عامۃ المسلمین کی مذہبی حالت پر بڑا اثر پڑا۔ اس کی نسبت عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ تحریک کبیر یا بابا نانک کی تعلیمات کی طرح ہندو مذہب اور اسلام کو ملانے کی ایک کوشش تھی۔ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس تحریک کا مقصد کبیر مت یا ابتدائی سکھ مذہب کی

۱۔ مرجع سابق ص: ۲۰۳، ۲۰۴۔

طرح ہنود اور مسلمانوں کو ملانا نہیں تھا، بلکہ ہندو مذہب کا احیا تھا اور اس مقصد میں یہ تحریک اس حد تک کامیاب ہوئی کہ نہ صرف بنگال میں اشاعت اسلام رک گئی، بلکہ بعض مسلمانوں نے ویشنو مذہب اختیار کیا اور عامۃ المسلمین اور وسطی اور شمالی بنگال کے اَن پڑھ اور غریب مسلمانوں کے عقائد و اطوار میں ہندو طریقے داخل ہو گئے۔'' (۱)

کہا جاتا ہے کہ چیتنیہ نے کبھی اسلام مخالف بیان نہیں دیا مگر اپنی تحریک کے ذریعہ ایسا کام کر گیا جو پوری جماعت مل کر نہیں کر سکتی تھی۔

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

''چیتنیہ کی تحریک کا جو اثر بنگالہ کے باہر ہوا، اس سے کہیں زیادہ بنگالہ کے اندر تھا۔ اس علاقے میں اس نے اشاعت اسلام کا سلسلہ روک دیا۔ اسلام کی کامیابی کا ایک بڑا راز یہ تھا کہ آبادی کا بہت بڑا حصہ اچھوت سمجھا جاتا تھا اور ان لوگوں کے لیے ہندو سوسائٹی میں معزز جگہ نہ تھی اس لیے انھوں نے اسلام کا خیر مقدم کیا، لیکن ویشنو تحریک نے ان لوگوں کے لیے ہندو سوسائٹی میں ہی باعزت جگہ بنا دی۔'' (۲)

ایک دوسری جگہ پر شیخ محمد اکرام نے چیتنیہ کی تحریک کا حقیقت حال لکھا ہے کہ:

''ویشنو تحریک کا کام فقط دفاعی نہیں، جارحانہ تھا۔ اس نے فقط ہندوؤں کو مسلمان ہونے سے نہیں بچایا، بلکہ مسلمانوں میں ویشنومت کی اشاعت کی اور اس میں اسے خاصی کامیابی ہوئی، چیتنیہ نے خود بعض مسلمانوں کو ارتداد کا راستہ دکھایا۔'' (۳)

شیخ اخی سراج کو بھکتی تحریک کا بانی قرار دینا ناانصافی ہے

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان کا وصال ۲۵ ستمبر ۱۳۵۷ء مطابق یکم شوال ۷۵۸ھ کو ہوا اور چیتنیہ کی پیدائش ۱۴۸۶ء میں ہوئی، یعنی شیخ اخی سراج الدین عثمان

۱۔ رود کوثر، شیخ محمد اکرام، ص: ۴۹۳، ناشر ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، پاکستان۔

۲۔ مرجع سابق، ص: ۴۹۶۔

۳۔ نفس مرجع، ص: ۴۹۷۔

علیہ الرحمہ کے وصال کے تقریباً ۱۲۹ رسال بعد چیتنیہ پیدا ہوا۔اب اس کی بنائی ہوئی تحریک کے مؤسس یعنی فاؤنڈر و پرموٹر، شیخ اخی سراج الدی علیہ الرحمہ کیسے ہو گئے، یہ تو محترم ڈاکٹر علیم اشرف خان صاحب ہی بہتر بتا سکتے ہیں۔

چیتنیہ کی تحریک کا بنیادی مقصد ہندومت کا احیا اور اس کی نشر و اشاعت تھا اور شیخ اخی سراج الدین علیہ الرحمہ کی دعوت و تبلیغ کا مقصد مذہب اسلام کا احیا اور اسکی تبلیغ و ارشاد تھا۔ ہندومت میں آکار و مثل شی کی پوجا کی جاتی ہے اور اسلام میں بے مثل کی عبادت کی جاتی ہے۔ ہندومت تعدد الہ کا قائل ہے اور اسلام تعدد الہ کی نفی کرتا ہے، اس کے باوجود چیتنیہ کی تحریک کا بانی شیخ اخی سراج الدین علیہ الرحمہ کو قرار دینا یقیناً ناانصافی ہے۔

اہل دانش کے سامنے آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی ذات گرامی اور تحریک چیتنیہ کی مختصر روداد ہم نے رکھ دی ہے۔اب ان ہی کا فیصلہ ناطق ہے۔

چیتنیہ، روپ، سناتن، جیوا گوسوامی اور بھکتی تحریک پر قدرے تفصیل کے ساتھ گفتگو ہماری کتاب ''شیخ نور قطب عالم: حیات اور کارنامے'' میں ملے گی۔

چیتنیہ نے اسلام کے بڑھتے قدم کو روکنے کے لیے اور ہندومت کو بڑھاوا دینے کے لیے، ہندوؤں کی سنسکرتی اور رسم رواج کو بالائے طاق رکھ کر صوفیائے کرام کے طریقے کو اپنانے کی کوشش کی ہے۔اس میں صوفیائے کرام کے انداز تبلیغ کا کوئی نقص نہیں ہے، بلکہ کمال ہے، کیوں کہ ان کے انداز تبلیغ کا اثر اپنوں نے بھی قبول کیا اور غیروں نے بھی محسوس کیا ہے۔ان کے طریقۂ کار سے اپنوں کے علاوہ غیروں نے استفادہ کیا ہے اور وہ اس طریقۂ تبلیغ کی بنیاد پر اپنے مقصد میں کامیاب بھی رہے ہیں۔

صوفیائے کرام کی تاریخ اہل اسلام کو پھر سے دعوت دیتی ہے کہ ان بزرگوں کے طریقۂ کار کو اپنائے بغیر نہ اپنوں کو قریب کیا جا سکتا ہے اور نہ غیروں کو اپنا بنایا جا سکتا ہے۔
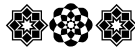
باب شانزدہم
مریدین
اور
خلفائے کرام

شیخ اخی سراج الدین کے مریدین میں ہر طبقہ کے لوگ شامل

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے، شاہ وگدا، راجاو پرجا، عالم وجاہل، عام وخاص سبھی آپ کے دامن کرم سے وابستہ تھے۔

آپ جس زمانے میں لکھنوتی تشریف لے گئے اس وقت بنگال کی سرزمین پر آپ کے علاوہ بہت سے مشائخ خدمت خلق میں مصروف تھے، مگر عوام وخواص کا عام رجحان آپ ہی کی طرف تھا، لوگ جوق در جوق آپ کی خانقاہ میں آتے اور داخل سلسلہ ہوتے۔ آپ کی طرف لوگوں کے میلان کی ایک وجہ یہ تھی کہ مخدوم العالم، گنج نبات شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ جیسے صاحب جلال وکمال شخص آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے تھے، وہ آپ کی خدمت میں ایسے لگے رہتے تھے جیسے آقا کی خدمت میں غلام مصروف عمل ہوتا ہے۔ وہ گرم وتازہ کھانے کا برتن سر پر اٹھائے آپ کی سواری کے ساتھ پیادہ چلا کرتے تھے۔

سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ:

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اکثر وبیش تر سفر میں رہا کرتے تھے، مسلمانوں میں تبلیغ واشاعت دین کی خاطر سفری مشقتوں کو برداشت کرنے میں آپ کو لطف آتا تھا، عشق خدا ورسول میں سرشار آپ کے تبلیغی دوروں سے جہاں دین اسلام کی نشر و اشاعت ہوتی تھی وہیں حلقۂ مریدین میں بھی اضافہ ہوتا تھا، اس طرح ان تبلیغی دوروں کا بڑا فائدہ یہ مرتب ہوا کہ کثیر تعداد میں لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر ہاتھ دے کر بیعت اسلام وبیعت توبہ کا شرف حاصل کیا۔

شاہانِ مملکت بنگال، آئینۂ ہندوستان کے مریدین میں شامل

تقریباسارے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ: آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں شاہانِ مملکت بنگال بھی شامل تھے۔

سیر الاولیا میں ہے کہ:

’’خلق خدائے دست بیعت دادن گرفت، چناں کہ بادشان آں ملک داخل مریدان او آمدند۔‘‘خلق خدانے آپ سے بیعت کی اور اس ملک کے بادشاہ آپ کے مریدوں میں شامل ہوئے۔‘‘(۱)

لطائف اشرفی میں ہے کہ:

’’آن دیار راازانوار عذار وآثار دیدارخویش وخلق خدائے رابشرف ارادت مشرف می کردند، چناں کہ اکثر ملوک آں دیاروبادشاہان آں اقطار بربقہ ارادت وزمرۂ سعادت درآمدند۔‘‘شیخ اخی سراج نے بنگال کو اپنی دیداور رخ زیبا کے انوار وآثار سے منور کر دیا اور خلق خدا کو شرف بیعت وارادت سے مشرف کیا، چنانچہ اس دیار کے اکثر ملوک وبادشاہ آپ کے زمرۂ سعادت اور طوق ارادت میں داخل ہوئے۔‘‘(۲)

ڈاکٹر شیخ عبداللطیف صاحب اپنے پی ایچ ڈی مقالے میں رقمطراز ہیں:

‘‘Shaikh Akhi Siraj, the first important saint of the chishti order in Bengal, established cordial relations with his contemporary sultan and the nobles and admitted them into his disciples.’’

شیخ اخی سراج سلسلۂ چشتیہ کے اولین عظیم صوفی برگ ہیں جنھوں نے اپنے معاصر بادشاہوں، شہزادوں اور درباریوں کے ساتھ قلبی رشتہ قیام کیا اور انھیں اپنے مریدوں میں

۱۔سیر الاولیا فارسی، مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص:۲۸۹، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

۲۔لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، حضرت نظام یمنی، ص:۳۵۵، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی پاکستان، سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء۔

شامل کیا۔''(۱)

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے معاصر اہل سلطنت و سیاست کے بارے میں قدرے تفصیل ہم نے گزشتہ اوراق میں لکھ دی ہے۔ یہاں صرف ان اہل سیاست کے نام قارئین کرام کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں جن کے نام باضابطہ طور مؤرخین نے لیا ہے۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب نے اپنے پی ایچ ڈی مقالے میں لکھا ہے کہ:

''After the death of his teacher in the year 1325 A.D. he came to Bengal and began preaching in Gour and Pandwah and soon many Sultans of Gour became his disciples. Shaykh Ala al Haqq was his chief disciple. Shamsu'd- Din Ilyas Shah (1339-1358) who was contemporary with Akhi Siraju'd Din. Ala'u'd Din Ali Shah (1339-1345) too was his another contemporary.''

۱۳۲۵ء میں جب حضرت اخی سراج کے پیرومرشد کا انتقال ہوا تو وہ بنگال چلے گئے، گور اور پنڈوہ میں تبلیغ شروع کیا، وہاں کے بہت سے سلاطین وامرا داخل سلسلہ ہوئے، شیخ علاء الحق ان کے بڑے مرید تھے۔ سلطان شمس الدین الیاس [۱۳۳۹۔۱۳۵۸] اور سلطان علاء الدین علی شاہ [۱۳۳۹۔۱۳۴۵] شیخ اخی سراج الدین کے معاصر تھے۔''(۲)

ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب نے آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے معاصر سلاطین میں شمس الدین الیاس شاہ اور علاء الدین علی شاہ کا نام لیا ہے۔ اور ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب نے لکھا ہے کہ شیخ اخی سراج کے معاصر سلاطین وامرا ان ہی کے مرید تھے، لہذا دونوں اقوال کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ سلاطین بنگال میں کم از کم سلطان شمس الدین الیاس اور سلطان علاء الدین علی شاہ شیخ اخی سراج الدین علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔

۱۔ The muslim mystic movements in Bengal from the Fourteenth to the Middle of the Sixteent Century A. D.، ڈاکٹر عبد اللطیف، ص:۱۰۷، چیپٹر:۴، سینٹر آف ایڈوانس اسٹڈی، ڈپارٹمنٹ آف ہسٹری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۴۔

۲۔ Development of Sufism in Bengal، محمد اسماعیل، چیپٹر ۴، ص:۱۰۸،، اسلامک اسٹڈیز علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۸۹ء۔

خلیفہ اعظم آئینہ ہندوستان، مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق لاہوری ثم پنڈوی

پیدائش وجائے پیدائش:

مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی پیدائش سن ۷۰۱ھ مطابق ۱۳۰۲ء میں ہوئی۔"(۱) آپ کی جائے پیدائش کے سلسلے میں مؤرخین کا اختلاف ہے، بعض حضرات نے پنڈوہ اور بعض نے لاہور لکھا ہے۔ راجح یہ ہے کہ آپ کی جائے پیدائش لاہور ہے، تعلیم وتربیت بھی لاہور میں ہوئی، بلکہ قیام لاہور کے دوران ہی آپ کا علمی شہرہ دور دور تک پھیل چکا تھا، اسی شہرت ومقبولیت کی بنیاد پر آپ کو شاہی دعوت ملی اور اپنے اہل خانہ، علمائے کاملین اور سادات کرام کی ایک جماعت کے ساتھ بنگال تشریف لائے۔

غوث العالم مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی فرتے ہیں کہ:

"دار الخلافت جنت آباد عرف گور میں سادات عالیہ رہتے ہیں جو قطب الاولیائے محققین ولُبُّ الاصفیائے مدققین مخدومی مولائی سندی حضرت شیخ علاء الحق قدس اللہ روحہ کے ہمراہ ولایت لاہور وملتان سے آئے تھے۔"(۲)

حسب ونسب:

مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کا نسب صحابی رسول حضرت خالد بن ولید

۱۔ اخبار الاخیار اردو، محدث عبد الحق دہلوی، ص:۳۱۰، دانش بک ڈپو دیوبند، سن اشاعت ندارد۔ اخبار الاخیار کے فارسی نسخے میں سال ولادت درج نہیں ہے، شاید مترجمین نے اس کا اضافہ کیا ہے یا مترجمین نے جس فارسی نسخہ کو سامنے رکھ کر ترجمہ کیا ہے، وہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ نیز مترجم نسخہ میں صرف سن ہجری درج ہے، سن عیسوی مؤلف غفرلہ نے درج کیا ہے۔

۲۔ مکتوبات اشرفی، ترجمہ سید شاہ ممتاز اشرفی، سید اشرف جہانگیر سمنانی، مکتوب ۳۲، ص:۳۳۸، ناشر دار العلوم اشرفیہ رضویہ اورنگی ٹاؤن، کراچی پاکستان، سال اشاعت ندارد۔

رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔''(۱)

خزینۃ الاصفیا میں ہے کہ:

''معارج الولایت کے مصنف لکھتے ہیں کہ: علاء الدین صحیح النسب قریشی تھے۔ آپ کا نسب نامہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔''(۲)

مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کے والد کے نام میں مؤرخین کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اصح روایت یہ ہے کہ آپ کے والد کا نام اسعد ہے۔ اخبار الاخیار، خزینۃ الاصفیا اور دیگر معتبر کتابوں میں یہی نام لکھا ہے۔ محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے بھی یہی نام درج کیا ہے۔ صاحب گلزار ابرار محمد غوثی شطاری ماندوی نے عمر اسعد،(۳) مصنف آئینۂ اودھ شاہ سید محمد ابوالحسن مانک پوری، صاحب مرآۃ الاسرار شیخ عبد الرحمٰن چشتی اور مصنف Memoirs of Gaur and Pandua محمد عابد علی خان مالدوی نے عمر ابن اسعد تحریر کیا ہے۔ صاحب بحر ذخار علامہ شیخ وجیہ الدین اشرف لکھنوی نے عمر سعد(۴) لکھا ہے۔ مولانا عبد الحیٔ لکھنوی نے نزہۃ الخواطر میں، مولانا عزیز یعقوب ضیائی بنارسی نے مقدمۂ لطائف اشرفی میں مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ ہی کا اصل نام عمر بتایا ہے اور والد کا اسعد! فقیر کی رائے بھی یہی ہے کہ: حضرت شیخ علاء الحق والدین علیہ الرحمہ کا اصلی نام عمر تھا، والد کا نام اسعد۔ علاء الحق، علاء الدین آپ کے القابات تھے۔ قدیم فارسی کتابوں سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔

شیخ عمر علاء الحق پنڈوی کا سیاسی مقام

مخدوم العالم حضرت شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کا حکومتی امور میں بڑا عمل

۱۔ صحابی رسول حضرت خالد بن ولید نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپہ سالار تھے، آپ کا لقب سیف اللہ تھا، ۵۹۲ء میں مکہ میں پیدا ہوئے، یکم صفر ۸ھ میں اسلام لائے، ۱۲۵ جنگوں میں حصہ لیا، کمانڈر ان چیف، سپہ سالار، سالار گشتی دستہ، فوجی گورنرِ عراق اور آزاد گورنرِ شام کی حیثیت سے مختلف عہدوں پر فائز رہے، ۶۴۲ء میں شام کے شہر حمص میں وفات پائی۔

۲۔ خزینۃ الاصفیا، مفتی غلام سرور لاہوری، ج:۲، ص:۲۴۶، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور، سن اشاعت ۲۰۰۱۔

۳۔ یہاں غالباً لفظ ''ابن'' کتابت سے رہ گیا ہے۔

۴۔ یہاں غالباً لفظ ''ابن'' اور حرف ''ا'' کتابت سے رہ گئے ہے۔

دخل تھا۔ مؤرخین نے وزرائے حکومت میں آپ کا نام نامی اسم گرامی بھی شامل کیا ہے۔

سید شاہ محمد ابوالحسن مانک پوری لکھتے ہیں کہ:

''مخدوم شیخ علاء الحق پنڈوی چشتی مرید شیخ سراج الحق عثمانی کے ہیں، اور والد آپ کے عمر بن اسعد لاہوری ہیں، بعہدۂ وزارت بخطاب عمید الملک سرکار بادشاہ بنگالہ مامور تھے اور کل اقربا و اعزا آپ کے امرائے سلطنت بنگالہ سے تھے، جب آپ مرید و خلیفہ اخی سراج الحق خلیفۂ سلطان نظام الدین کے ہوئے، عہدۂ وزارت کو چھوڑ دیا اور بجائے آپ کے اعظم خان پسر بزرگ حضرت مامور ہوئے۔''(۱)

آپ کا گھرانہ شاہانِ مملکت کا نور نظر تھا۔ والد گرامی وزیر مالیات اور بیٹا وزیر مملکت تھے۔

شیخ عمر علاء الحق پنڈوی کا علمی مقام

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ علم و فضل میں ایسا کمال رکھتے تھے کہ صاحبان علم و فضل اور اہل جبہ و دستار اس در کی جبہ سائی کرنا اپنی فیروز بختی سمجھتے تھے، وہ اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم و فاضل، مفتی و فقیہ، مفسر و محدث، نحوی و صرفی، اور خطیب و داعی تھے۔ اللہ تعالی نے انھیں علم ظاہری کے ساتھ علم لدنی بھی عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ ۱۰۱۴ھ میں لکھی گئی کتاب گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ آپ کو علم لدنی حاصل تھا۔

شیخ محمد غوثی شطاری ماندوی نے لکھا ہے کہ:

''علاء الحق، مخدوم العالم، علاء الدین تل بنگالی آپ کا لقب ہے، آپ دونوں جہان

۱۔ آئینۂ اودھ، سید شاہ ابوالحسن، ص:۱۶۹، مطبوعہ مطبع نامی کانپور، سن اشاعت ۱۳۰۳ھ۔ اعظم خان/محمد اعظم شاہ شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کے بڑے صاحب زادے ہیں، آپ سکندر شاہ کی حکومت میں چیف کمانڈر تھے۔

مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی ولادت ۷۰۱ھ میں ہوئی۔ انھوں نے آئینہ ہند شیخ اخی سراج الدین علیہ الرحمہ سے ماقبل ۷۲۵ھ شرف بیعت حاصل کیا اور اسی کے ساتھ دنیاداری سے مکمل دست بردار ہو گئے۔ یعنی اپنی عمر کی زیادہ سے زیادہ چوبیس منزلیں طے کی تھیں کہ درویشی اختیار کر لی۔ اس قلیل مدت میں آپ نے کمالاتِ دینی و دنیاوی حاصل کئے، شادی ہوئی، صاحب اولاد ہوئے اور آپ کا صاحبزادہ حکومتی عہدہ کا اہل بھی ہو گیا!؟ اتنی قلیل مدت میں یہ سب کچھ کیسے ہو گیا! اہل فکر و دانش کو دعوت فکر دے رہا ہے۔

کے امام تھے اور درسی ولدنی دونوں علم آپ کو حاصل تھے۔''(۱)

مخدوم العالم حضرت شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کو اصولی، فقہی اور عربی علوم پر مہارت تامہ حاصل تھی۔

مصنف نزھۃ الخواطر نے لکھا ہے کہ:

'' **الشیخ العالم الکبیر عمر بن اسعد اللاھوری الشیخ علاء الدین الپنڈوی أحد العلماء المبرزین فی الفقه والاصول العربیة، کان والده وزیرا لبعض الملوک فی بنگالة ولذالک حصل له الجاه العظیم عند الملوک والأمراء وصار کبیر المنزلة عندهم وطار صیته فی الآفاق، وکان یدرس ویفید، أخذ عنه کثیر من الناس۔**''

عالم کبیر شیخ عمر بن اسعد لاہوری معروف بہ شیخ علاء الدین پنڈوی فقہ، اصول اور عربی ادب کے علمائے کاملین میں سے تھے، ان کے والد شاہِ بنگال کے وزیر تھے، اس لیے امراء وسلاطین کے نزدیک ان کی بڑی وجاہت اور قدر ومنزلت تھی، ان کی شہرت پوری دنیا میں تھی، وہ درس دیتے اور فائدہ رسانی کرتے تھے، کثیر لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا۔''(۲)

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ نے اپنے علم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے غوث العالم مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی سے کہا کہ میں ایک پھل دار درخت ہوں جسے ہلاؤ تو تمہیں علم وحکمت کے پھل ملیں گے۔

سید وحید اشرف کچھوچھوی لکھتے ہیں کہ:

''آیات قرآنی کی تفسیر اور فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کے نکات مجھ سے حاصل کرلو، میں ایک پرُ بار درخت ہوں جسے ہلاؤ تو تمھیں عجیب وغریب پھل ملیں گے۔''(۳)

طرز زندگی اور لقب گنج نبات

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ اپنے آپ کو گنج نبات (مٹھائی کا

۱۔اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار، محمد غوثی شطاری ماندوی ترجمہ فضل احمد جیوری، ص: ۱۰۴، ناشر دار النفائس کریم پارک لاہور، سن اشاعت ۱۴۲۷۔

۲۔نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر، عبدالحئ لکھنوی، ج:۲،ص:۱۸۱، ناشر دار ابن حزم بیروت، لبنان سن اشاعت ۱۹۹۹ / ۱۴۲۰۔

۳۔حیات مخدوم اشرف سمنانی، سید وحید اشرف، ص: ۵۷، ناشر مصنف خود، سن اشاعت ۱۹۷۵ء، بحوالہ مکتوبات اشرفی ہفتاد وپنجم۔

خزانہ) کہلاتے تھے، اس لقب کو اختیار کرنے کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما تھے؟ اس سلسلے میں مؤرخین نے الگ الگ وجوہات اور روایات لکھی ہیں:

پہلی روایت:

مخدوم العالم اپنے وفورِ علم، کثرت اطلاع، اپنی جاہ و منزلت اور احتشامِ دولت کی وجہ سے اپنے آپ کو گنج نبات کہلاتے تھے۔

مرزا محمد اختر دہلوی لکھتے ہیں:

''شیخ علاء الدین بہت متکبر تھے، بوجہ احتشامِ دولت کے اپنے کو گنج نبات کہلاتے تھے۔''(۱)

صاحب مرأۃ الاسرار لکھتے ہیں:

''اخی سراج کے مرید ہونے سے پہلے آپ علم و زہد اور جاہ و منزلت کی وجہ سے اپنے آپ کو گنجینۂ نبات کہلاتے تھے۔''(۲)

صاحب بحر ذخار نے لکھا ہے کہ:

''ولقب علاء الدین از جہت کثرت وفور علم گنج نبات است۔'' وفور علم کی کثرت کی وجہ سے شیخ علاء الحق کا لقب گنج نبات ہے۔''(۳)

دوسری روایت:

محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی لکھتے ہیں کہ:

''اتفاقاً حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے ایک مرید کا وہاں [پنڈوہ شریف] پہونچنا ہوا، آپ نے سوال کیا کہ: تم کس کے مرید ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ: حضرت گنج شکر کا۔ آپ نے فرمایا: وہ گنج شکر ہیں تو میں گنج نبات ہوں! یہ سن کر مرید کو بڑا صدمہ ہوا، بابا صاحب کی خدمت میں شکایت کرنے چلا گیا، راستہ میں وفات شیخ کی خبر سنی تو

۱۔ تذکرۂ اولیائے برصغیر، مرزا محمد اختر دہلوی، ج: ۱، ص: ۱۹۴، ناشر ملک اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور، سن اشاعت ندارد۔

۲۔ مرأۃ الاسرار، شیخ عبدالرحمٰن چشتی، ص: ۱۰۱۳، مطبوعہ مکتبہ جام نور ۱۹۹۹ء/ ۱۴۱۸ھ۔

۳۔ بحر ذخار، شیخ وجیہ الدین اشرف لکھنوی، ص: ۵۰۱، مرکز تحقیقات فارسی، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی، سن اشاعت، ۲۰۱۱ء۔

دہلی گیا اور حضرت محبوب الٰہی سے اس کی شکایت کی۔''(۱)

تیسری روایت:

محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے اس مقام پر ایک اور روایت بیان فرمائی ہے:

''بعضوں کے خیال میں آپ کو گنج نبات سب سے پہلے آپ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی نے اظہارِ عقیدت کے طور پر کہا تھا جس کو غیبی قبولیت کا تاج عطا ہوا اور آپ کا یہ لقب زبان زد ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال!''(۲)

لقب گنج نبات پر سلطان المشایخ علیہ الرحمہ کے تأثرات

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوہ کے بارے میں سلطان المشائخ محبوب الٰہی علیہ الرحمہ نے جب سنا کہ انھوں نے 'گنج نبات' لقب اختیار کیا ہوا ہے تو ناراض ہوئے اور بد دعا کی، ان کی بد دعا کا اثر یہ ہوا کہ مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی کی زبان میں لکنت آ گئی اور آپ مسائل دینیہ ونکات علمیہ بیان کرنے سے عاجز ہو گئے۔

بحر زخار تحریر میں ہے:

''چوں ایں خبر بحضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا احمد رسید کہ از وفور علم دیگر

۱۔ دیکھئے: ماہنامہ اشرفی، محدث اعظم ہند، قسط سوم، جلد ۲ /شمارہ نمبر ۸؛ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ/ اگست ۱۹۲۴ء۔؛ گوڑ پنڈوا رتین پیریر اتیہاس، سید شاہ بذل رحمٰن کرمانی، ص: ۱۱۵، ۱۱۶، ناشر خوشٹی گیری درگاہ شریف، باتیکار، ضلع بیر بھوم، سن اشاعت ۲۰۱۱؛ ضلع مالدار پیر فقیر دیر کتھا، عبد الصمد، ص: ۶۳، ناشر ابن آدم پرکاشنی حسین پور گوال پارہ، مالدہ۔

حضرت شیخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمہ کی وفات، محدث عبد الحق دہلوی علیہ الرحمہ کی روایت کے مطابق ۶۶۸ھ کو ہوئی اور مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی ولادت ۷۰۱ھ کو ہوئی۔ یعنی بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمہ کے وصال کے تقریباً ۳۱ سال بعد مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی اس دنیائے رنگ وبو میں تشریف لائے۔ انھوں نے گنج نبات کا لقب کس سن میں اختیار کیا؟ یہ طے نہیں ہے، البتہ اتنا ضرور ہے کہ جب وہ علم وفضل اور عبادت وریاضت میں کامل ہو چکے تھے تو اپنے آپ کو گنج نبات کہلانے لگے تھے، لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ بابا فرید الدین گنج شکر کے وصال کے تقریباً نصف صدی کے بعد انھوں نے اپنے آپ کو گنج نبات کہلایا۔ اس لئے مجھے محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی یہ عبارت ''بابا صاحب کی خدمت میں شکایت کرنے چلا گیا، راستہ میں وفات شیخ کی خبر سنی'' اضافی معلوم ہوتی ہے۔ مؤلف غفرلہ۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ نے جس شخص سے پوچھا تھا کہ تم کس کے مرید ہو؟ اس شخص کا تعلق سلسلۂ سہروردیہ سے تھا اور وہ کسی سہروردی بزرگ کے مرید تھے۔

۲۔ ماہنامہ اشرفی، جلد ۲ /شمارہ نمبر ۸؛ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ/ اگست ۱۹۲۴ء۔

دوست لقب گنج نبات برآمدہ، ازسر غیرت فرمود: ایشاں گنج نبات و پیر من گنج شکر! زبانش تل باد، فی الفور زبانش تل شد، بعد از مدت کہ بحلقۂ ارادت شیخ سراج خلیفۂ سلطان المشائخ درآمد شفا یافت ۔‘‘ جب سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا احمد کو یہ خبر پہنچی کہ کسی دوست نے وفور علم کی وجہ سے گنج نبات لقب اختیار کیا ہوا ہے تو آپ نے غیرت میں آ کر فرمایا: میرا پیر گنج شکر اور یہ گنج نبات! اس کی زبان گنگ ہو جائے! فوراً مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی کی زبان گنگ ہوگئی، جب خلیفۂ سلطان المشائخ حضرت اخی سراج کے مرید ہوئے تو شفا مل گئی۔‘‘(۱)

بیعت وخلافت

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کے علم وعمل، تقویٰ پرہیزگاری اور مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کا چرچا چاروں طرف عام ہو چکا تھا۔ سینہ کمالِ علم سے اور ذہن جلالِ فضل سے آراستہ تھا۔ علماء ومشائخ اور ارباب حل وعقد ان کے در کی دربانی، اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجھتے تھے، اہل جبہ ودستار ان کی چوکھٹ کی جبیں سائی، اپنی فیروزمندی گردانتے تھے۔ ان کی ذات ایسی تھی جن کے سامنے لب کشائی کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ وہ ایسی ذات تھی جن کا ذکر ہر ایک کے ساتھ تھا مگر وہ ان میں ممتاز تھے۔ وہ سب سے آگے تھے ان سے آگے کوئی نہ تھا۔ انہوں نے سب کو پیچھے چھوڑ دیا اور کوئی ان کا پیچھا نہ کر سکا۔ وہ سب سے منفرد، ہر فہرست میں سرفہرست، کسی فہرست میں مؤخر نہیں تھے۔ ان کی ذات میں زمانے کی ساری عظمتیں جمع تھیں۔

وہ زاہدوں، مرتاضوں اور عابدوں کے رہنما وقائد تھے، حکمراں وتخت نشینوں کے امیر تھے، لیکن ان کی قیادت ورہنمائی علماء جیسی تھی، ان کا عدل وانصاف قاضیوں جیسا تھا اور ان کا یقین وایقان عارفین باللہ جیسا تھا۔

وہ سمجھ دار عالم، صائب رائے فقیہ اور صاحب بصیرت مدبر تھے، ان کا علم حکومت کی وجہ سے بے کار نہیں ہوا، ان کا تفقہ اقتدار کی وجہ سے ڈگمگایا نہیں، اور ان کے فیصلوں

۱۔ بحر زخار، شیخ وجیہ الدین اشرف لکھنوی، ص:۵۰۱، مرکز تحقیقات فارسی، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی، سن اشاعت، ۲۰۱۱ء۔

نے اپنے متبعین کی رضامندی کی خاطر کسی پر ظلم نہیں کیا۔

وہ ہمہ جہت ذات تھی ، ہر خوبی ان میں موجود تھی ، بتقاضۂ بشریت اگر ان میں کوئی نقص تلاش کیا جاتا تو ان کا جلال اور ان کی ناز و ادا کے علاوہ کچھ نہ ملتا۔اب وہ اس کی سزا کاٹ رہے تھے،سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کے عضب نے ان کو اپنے اندر سمیٹ لیا تھا۔

اِدھر اللہ کی رحمت ان کی ناز و ادا کو بھی تبدیل کرنا چاہتی تھی ، انھیں رنگ تصوف میں دیکھنا پسند کرتی تھی ، پھر کیا تھا رحمت خداوندی نے یاوری کی ، ان کے مرشد و مربی خود ان کے پاس آ گئے ،سلطان المشائخ نے آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان کو مسیحا بنا کر بھیج دیا ، آئینۂ ہندوستان کی ذات سے مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی کو جسمانی وروحانی شفامل گئی۔یہیں سے ان کی حیات میں انقلاب آ گیا اور بیعت وخلافت کے بعد رنگ جلال میں رنگ جمال گیا۔علم باطن وتصوف ، آداب طریقت وسلوک اور منازل ہجر ووصال کی جانب توجہ ہونے گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سرخیل مشائخ ہو گئے ، شیخ العالم بن گئے ۔ سلطان المرشدین ، مخدوم العالم ، گنج نبات جیسے القابات سے نوازے جانے لگے۔

خزینۃ الاصفیا میں لکھا ہے:

”ابتدائی زندگی میں بہت خوشحال ، دنیادار علمائے وقت اور اکابر زمان کی حیثیت سے رہتے تھے مگر جب سلسلہ نظامیہ میں داخل ہوئے تو سب شان وشوکت چھوڑ کر صرف یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔“(۱)

شیخ کی خدمت

خزینۃ الاصفیا میں ہے کہ:

”جن دنوں شیخ عمر علاء الحق حضرت شیخ سراج الدین اخی قدس سرہ کی خدمت میں سرفراز ہوئے اور دنیاوی خواہشات اور مال ومنال سے دست برداری کا اعلان کیا،تو وہ اپنے پیر ومرشد کے سفر میں ہم سفر رہتے ، درویشوں کے لیے طعام پکا کر ساتھ ہوتا ، یہ گرم گرم دیگچہ حضرت شیخ علاء الحق سر پر رکھ لیتے اور حضرت کے ساتھ ساتھ چلتے ، اس دیگچے کی گرمی سے

۱۔خزینۃ الاصفیا،مفتی غلام سرور لاہوری،ج:۲،ص:۲۴۶،مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور،سن اشاعت ۲۰۰۱۔

آپ کے سر کے بال جھڑ گئے تھے، حضرت شیخ اخی اکثر اوقات ان مقامات سے بھی گذرتے جہاں شیخ علاء الحق کے رشتہ دار بڑی شاہانہ زندگی بسر کرتے تھے، لیکن آپ ننگے پاؤں اپنے شیخ کی سواری کے ساتھ ساتھ چلتے، مگر اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں کو اس شان وشوکت میں دیکھ کر حضرت علاء الحق پر کوئی دنیاوی تاثر نہ ہوتا اور آپ خوش خوش یہ خدمت سرانجام دیتے رہتے۔"(۱)

صرف اتنا ہی نہیں کہ حضرت مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ نے اپنے پیرومرشد علیہ الرحمہ کے خورد ونوش کا انتظام سنبھالا بلکہ آپ نے قلی گیری کے ساتھ ساتھ کہاروں جیسا کام بھی انجام دیا۔ اپنے پیرومرشد کی پالکی کے دائیں ہاتھ کا ڈنڈا اکثر آپ کے کاندھے پر ہوتا تھا اور آپ اسی حالت میں اپنے خاندان وسسرال والوں کے محلوں کے قریب سے بارہا گذرا کرتے تھے لیکن آپ کی پیشانی پر کوئی بل نہیں آتا تھا۔

لطائف اشرفی میں ہے کہ غوث العالم مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ:

"شیخ سراج الحق قدس سرہ حضرت مخدومی کی نسبت کمال درجہ لطف ومہربانی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ان سے خدمت اس حد تک لیتے تھے کہ اکثر اوقات حضرت سراج الحق پالکی میں سوار ہوجاتے اور سیر کو نکل جاتے۔ حضرت مخدومی پالکی کا سیدھا ہاتھ کا ڈنڈا اپنے کاندھے پر رکھ کر دور تک پالکی لے جاتے تھے۔"(۲)

منصب ولایت

جب بات آگئی ہے کہ مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ نے اپنی شیخ کی بے مثال خدمت کی برکت سے ولایت کے بلند مقامات حاصل کئے، سلطنت روحانیہ کے تاجدار بن گئے، لہذا ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آپ ولایت کے کس منصب پر فائز تھے

۱۔ خزینۃ الاصفیا، مفتی غلام سرور لاہوری، ج:۲، ص:۲۴۷، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور، سن اشاعت ۲۰۰۱۔

۲۔ لطائف اشرفی، لطیفہ ششم، حضرت نظام یمنی، ترجمہ حضرت علامہ شمس بریلوی، ج:۱، ص:۲۵۱، ناشر شیخ محمد ہاشم اشرفی پاکستان، سن اشاعت ندارد۔

اور صوفیائے کرام نے آپ کے منصب ولایت کے سلسلے میں کون سا موقف اختیار کیا ہے؟

حضرت شیخ عبدالرحمن چشتی مصنف مرأۃ الاسرار نے لطائف اشرفی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ ''ابدال'' تھے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ: ہمارے اکثر مشائخ ابدال ہفت گانہ تھے، چنانچہ ان کے سرحلقہ خواجہ ابواحمد چشتی ابدال تھے اور مخدوم علاء الحق بھی ابدال ہیں۔''(۱)

مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کا تعلق جس خاندان سے ہے اس خاندان کو''خالدی خاندان'' کہا جاتا ہے۔ اس خاندانِ بابرکت کا شجرہ تلاش بسیار کے بعد بھی ہمارے ہاتھ نہیں لگا، مگر اہل اللہ اپنی نگاہ کشف سے جو دیکھتے ہیں ہماری نگاہیں وہ نہیں دیکھ پاتیں۔ چنانچہ غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سید اشرف جہانگیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: اس خاندان کریم و بزرگ میں بہت سے ابدال گذرے ہیں۔

لطائف اشرفی میں مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کا قول منقول ہے کہ:

''اس بزرگ و کریم خاندان وسلسلہ کے بہتیرے افراد منصب ابدال پر فائز رہے ہیں (خاندان حضرت شیخ علاء الحق گنج نبات مراد ہے) اور اس قسم کے بہت سے خوارقِ عادات ان سے ظہور آئے ہیں، بلکہ پیرانِ چشت اہلِ بہشت کے بعض پاسبانوں اور دربانوں سے اسی طرح کے خوارق صادر ہوئے ہیں، میں اپنے مرشد گرامی کے بارے میں کیا کہوں کہ ان کی ذات سامی قدوۂ اصحاب تصوف اور مقدمۂ ارباب تعرُّف ہے۔''(۲)

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی سیرت پر قلمی خدمات انجام دینے والے بعض سیرت نگاروں نے آپ کا منصبِ ولایت ''قطب'' ہونا بھی تحریر کیا ہے۔

عبدالصمد ایڈوکیٹ لکھتے ہیں:

۱۔ مرآۃ الاسرار، شیخ عبدالرحمان چشتی، ص: ۱۰۱۵، مطبوعہ مکتبہ جام نور ۱۹۹۹ء/ ۱۴۱۸ھ۔

۲۔ لطائف اشرفی، حضرت نظام یمنی، لطیفہ دوم، ترجمہ حضرت علامہ شمس بریلوی، ج:۱، ص: ۱۵۳، ناشر شیخ محمد ہاشم اشرفی پاکستان، سن اشاعت ندارد، لطائف اشرفی فارسی، ص: ۱۰۷، مطبوعہ مطبع نصرت المطابع دہلی، سن اشاعت ۱۲۵۷ غالبا، کتاب بوسیدہ ہونے کی وجہ سے سن اشاعت صاف پڑھنے میں نہیں آیا۔

’’وہ (شیخ علاء الحق پنڈوی) اپنے مرشد شیخ سراج الدین کی دعاؤں سے قطب وقت ہو گئے۔‘‘(۱)

شاہ بذل رحمٰن کرمانی رقمطراز ہیں کہ:

’’بلاشبہ آپ ایک نہایت عالی مقام بزرگ تھے، عوام وخواص میں آپ قطب کی حیثیت سے شہرت یافتہ تھے، بعض سوانح نگاروں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ: آپ قطب وقت یعنی قطب زمان کے عہدے پر فائز تھے۔‘‘(۲)

بحر زخار کے مصنف علامہ شیخ وجیہ الدین اشرف لکھنوی نے مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کو قطب الافراد کے لقب سے یاد کیا ہے۔

پنڈوہ شریف سے جلاوطنی

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی سخاوت وفیاضی اور بخشش وکرم عام تھی، ہر خطہ میں اس کی شہرت تھی، رفتہ رفتہ اس کی شہرت دربار سلطانی تک پہنچی، خبر سنتے ہی بادشاہ وقت حیران وششدر رہ گیا، اس بے پناہ سخاوت وفیاضی کو اپنی سلطنت وحکومت کے لیے پُر خطر سمجھا، حواس باختہ ہوکر آپ کو پنڈوہ شریف چھوڑ دینے کا حکم صادر کر دیا۔

مرزا محمد اختر دہلوی لکھتے ہیں کہ:

’’آپ کی خانقاہ میں بہت خرچ تھا، ہزاروں آدمی، خادم ومسافر آتے اور رہتے تھے، سب کو کھانا ملتا تھا، اور جو کچھ جو مانگتا آپ اس کو عطا کرتے، **جب یہ خبر بادشاہ کو ہوئی اس کو رشک ہوا، وزرا سے کہا کہ: میرا خزانہ اس کے خرچ کے آگے ناچیز ہے ایسے شخص کا کہ جو اس قدر خرچ کرتا ہے اپنے شہر میں رکھنا مصلحت نہیں**، آخر حضرت بحکمِ شاہ وہاں سے اٹھ کر سنارگاؤں میں سکونت پذیر ہوئے اور خادم کو حکم کیا کہ آج سے دونا خرچ کیا جائے کہ خارِ چشمِ

۱۔ ضلع مالدار پیر فقیر دیر کتھا، بنگلہ سے اردو ترجمہ۔ عبد الصمد، ص: ۶۳، ناشر ابن آدم پر کاشنی حسین پور گوال پارہ مالدہ۔

۲۔ بنگلہ سے اردو ترجمہ۔ گوڑ پنڈوا رتین پیر یرا تیہاس، سید شاہ بذل رحمٰن کرمانی، ص: ۱۲۴، ۱۲۵، ناشر خوشٹی گیری درگاہ شریف، باتیکار، ضلع بیر بھوم، سن اشاعت ۲۰۱۱۔ مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی قطبیت کی شہرت عامہ ہی کی وجہ سے شاید پنڈوہ شریف کے ایک محلہ کا نام قطب شہر رکھا گیا ہے جو آج بھی اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔

حاسدوں میں بہتر ہے۔"(۱)

ایک سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مخدوم العالم علیہ الرحمہ کی سخاوت وفیاضی کو بادشاہِ وقت فضول خرچی سے تعبیر کرتا تھا اور اسی کو بنیاد بنا کر اس نے آپ کو پنڈوہ شریف سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔

خزینۃ الاصفیاء میں مفتی غلام سرور لاہوری نے لکھا ہے کہ:

"شیخ علاء الدین قدس سرہ کی خانقاہ کا خرچ بہت زیادہ تھا، ہزاروں روپیہ روز لوگوں کے کھانے پر خرچ ہوجاتا تھا، جو مسافر حاجت مند مقامی یا غیر مقامی آتا اسے کھانا ملتا، جب یہ خبر بادشاہِ وقت کو ملی تو سخت حیران ہوا کہ ایک درویش اس قدر خرچ کہاں سے کرتا ہے، **میری سلطنت کا سارا مال شیخ علاء الدین کے دو روزہ خرچ سے بھی کم ہے، ایسے فضول خرچ آدمی کو شہر میں رکھنا اچھا نہیں**، چنانچہ اس نے حکم دیا کہ شہر سے باہر سنار گاؤں سکونت کرلیں۔"(۲)

ایک سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کا بے شمار خرچ دیکھ کر بادشاہ وقت شک وشبہ میں مبتلا ہوگیا تھا، اس کا خیال تھا کہ ان کے والد اسعد لاہوری وزیر خزانہ ہیں، حکومت کا سارا خزانہ ان ہی کے پاس ہے، عین ممکن ہے کہ وہ اپنے صاحبزادے کو حکومتی خزانہ سے مال دیتا ہو اور وہ اپنی دریا دلی دکھاتا ہو، اپنی شہرت ونام وری کے لیے شاہی خزانہ غلط استعمال کرتا ہو۔ اسی غلط فہمی میں مبتلا ہوکر بادشاہ وقت نے مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کو شہر چھوڑ دینے کا حکم دے دیا اور اپنے پایۂ تخت پنڈوہ شریف سے جلاوطن کردیا۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں یہی روایت نقل کی ہے:

"شیخ علاء الدین بڑے سخی آدمی تھے اور بے انتہا خرچ کیا کرتے تھے، **آپ کا**

۱۔تذکرۂ اولیائے برصغیر معروف بہ تذکرۂ اولیائے ہندوپاکستان، مرزا محمد اختر دہلوی، جلد اول، ص:۱۹۵، ناشر ملک اینڈ کمپنی لاہور، سن اشاعت ندارد۔

۲۔خزینۃ الاصفیا، مفتی غلام سرور لاہوری، ج:۲، ص:۴۸ ۲، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور، سن اشاعت ۲۰۰۱۔

خرچ اتنا زیادہ تھا کہ جس پر بادشاہِ وقت کو بھی رشک ہوتا تھا، یہ حالت دیکھ کر اس وقت کا بادشاہ کہا کرتا تھا کہ میرا خزانہ شیخ کے باپ کے پاس ہے جو انھیں خرچ کرنے کے لیے دیتا ہے، اس مغالطے کی بِنا پر بادشاہ نے حکم دیا کہ شیخ میرے شہر سے باہر سنار گاؤں میں چلے جائیں۔"(۱)

پنڈوہ شریف واپسی

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کا سنار گاؤں میں دو سال تک قیام رہا، بادشاہ وقت کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ اہل اللہ کے ساتھ جنگ مول لینا اپنے پیروں پر کلہاڑی مار لینے کے مترادف ہے۔ لہذا اس نے حکم جلاوطنی منسوخ کر دیا اور آپ کو پنڈوہ واپس آنے کی اجازت مل گئی۔

سیدی محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ تحریر کرتے ہیں کہ:

"چنانچہ آپ نے شاہی خیال کو بے بنیاد ثابت کرنے کے لیے بلا تکلف پنڈوہ کو چھوڑ دیا اور ایک دوسرے موضع میں جس کو لوگ سنار گاؤں کہتے ہیں اقامت فرمائی اور خادموں کو حکم دیا کہ یہاں ہر خرچ کو پنڈوہ کے مصارف سے بڑھا دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہاں کے مصارف کو دیکھ کر لوگ انگشت بدنداں ہو گئے، اُس وقت حیرت لوگوں کی زیادہ بڑھ گئی جبکہ آپ کی ذاتی جائداد اور دو باغ پر غاصبوں نے قبضہ کر لیا اور آپ نے اُس کی کچھ پرواہ نہ کی، مقدمے اور دعوے کیا چیز کبھی زبان پر شکایت نہ آئی، ظاہری تنگی کا یہ سب کچھ سامان تھا مگر مصارف کی زیادتی بدستور جاری تھی! سنار گاؤں میں اقامت کا زمانہ دو سال تک رہا اور آخر زمانہ نے سلطان وقت کو خود سمجھا دیا کہ کان بھرنے والوں نے بادشاہ کو غلط راستہ پر چلایا تھا اور شاہی قوت کو ولایت کی طاقت کے دبانے میں استعمال کرنا پہاڑ سے سر ٹکرانا ہے۔ لٰہذا بڑی ندامت کے ساتھ اپنے حکم کو واپس لیا اور آپ دوبارہ پنڈوہ کی سرزمین پر رونق افروز ہوئے۔"(۲)

۱۔ اخبار الاخیار، محدث عبدالحق دہلوی، ص: ۳۱۱، دانش بکڈپو دیوبند، سن اشاعت ندارد۔

۲۔ ماہنامہ اشرفی، محدث اعظم ہند، قسط دوم، جلد ۲ / شمارہ نمبر ۷؛ ذی الحجہ الحرام ۱۳۴۲ھ / جولائی ۱۹۲۴ء۔

ایک روایت یہ ہے کہ مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق علیہ الرحمہ کی جلاوطنی پر بادشاہ بنگال نادم وشرمسار نہیں ہوا تھا، بلکہ پنڈوہ شریف واپسی کا سبب ان کے صاحبزادے محمد اعظم شاہ بنے تھے، وہ بادشاہ وقت کے وزیر تھے، انھوں نے بادشاہ پر دباؤ بنایا تھا اور اپنے والد کو پنڈوہ شریف واپس لانے کے لیے کہا تھا۔

چنانچہ عابد علی خان مالدوی لکھتے ہیں کہ:

"It is also said that Sikander Shah, who come to the throne in 1358 A. D. drove Ala ul Haqq to Sonargaon, but later when Azam Shah revolted, he was permitted to return to Pandua."

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سکندر شاہ جو ۱۳۵۸ء میں تخت نشین ہوا، اس نے شیخ علاء الحق پنڈوی کو سنارگاؤں جانے پر مجبور کردیا، مگر جب اعظم شاہ (شیخ علاء الحق کے بڑے صاحبزادے) نے احتجاج کیا تو انھیں واپس آنے دیا گیا۔‘‘(۱)

مریدین وخلفائے کرام

مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی ولایت پر علماء ومشائخ کا اجماع ہے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی دین حق کی تبلیغ واشاعت میں گزاردی۔ سلسلۂ چشتیہ کی تعلیمات سے آپ کے ذریعہ کثیر تعداد میں لوگوں نے ہدایت پائی۔ حق سے غافل ہزاروں نے قبول اسلام کیا۔ علماء وفضلاء کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ ہزاروں نے اپنی گناہ سے ملوث زندگیوں میں تبدیلیاں پیدا کیں، نیکی و پارسائی کی طرف راغب ہوئے، آپ کے عمل اور طرز تربیت سے، گنواروں کو تہذیب، ناعقلوں کو عقل، بے علموں کو علم، گناہگاروں کو رغبت نیکی، تاریک عملوں کو شوق عمل اور بدکرداروں کو حسن اخلاق کی دولت نصیب ہوئی- گمراہ شخص ہدایت یافتہ ہوگیا، کامل اکمل بن گئے، ادنی اعلی ہوگئے اور اعلی بلندی کی آخری منزل کی طرف گامزن ہوئے۔ لیکن ان فیض یافتگان خانقاہ علائیہ کا کوئی باضابطہ ریکارڈ آج موجود نہیں ہے۔

---

[1] Memoirs of Gaur and Pandua، عابد علی خان، ص: ۱۰۸، ۱۰۹، ناشر بنگال سیکریٹریت بکڈ پو رائٹرس بلڈنگ کلکتہ سن اشاعت ۱۹۳۱۔

بیعت وارادت اور قبول اسلام کرنے والوں کی طرح آپ کے خلفاء کی صحیح تعداد بھی پردۂ خفا میں ہے۔ ہندو بیرون ہند میں آپ کی ولایت کا عام چرچا تھا، آپ کا رنگ سب پر غالب تھا، بیک وقت پانچ سو تا سات سو علماء آپ کی خانقاہ میں تربیت پاتے تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلفاء کی تعداد اچھی خاصی رہی ہوگی ،مگر تاریخ کی دھند میں انھیں تلاش کرنا بہت مشکل امر ہے، ہمارے ناقص مطالعہ میں جن ہستیوں کا ذکر جمیل سامنے آیا ان کے اسما درج ذیل ہیں:

[۱] غوث العالم محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ۔

[۲] جانشین مخدوم العالم شیخ احمد نور الحق والدین معروف بہ نور قطب عالم علیہ الرحمہ۔

[۳] صاحب ولایت رائے بریلی حضرت شیخ عادل الملک جونپوری ثم رائے بریلوی۔

[۴] تاجدار ولایت شیخ نصیر الدین مانک پوری علیہ الرحمہ۔

[۵] مشعل راہ ہدایت حضرت شاہ حسین غریب دھکڑ پوش علیہ الرحمہ۔

[۶] بانی مساجد وخانقاہ کثیرہ سلطان حسین شاہ شرقی جونپوری۔

[۷] پاسبان خانقاہ علائیہ حضرت مولانا شیخ علی علیہ الرحمہ۔

[۸] انتخاب مخدوم العالم شیخ عبداللہ علیہ الرحمہ۔

رشتۂ ازدواج

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کے برادرِ زوجہ شیخ پیر بدر الدین بدر عالم علیہ الرحمہ بہار کے کثیر الخدمات بزرگ تھے، ایک زمانہ ان سے فیض یاب ہوا، ان کے نسبی حالات کے تعلق سے ایک اقتباس قارئین کی خدمت میں پیش ہے جس سے مخدوم العالم عمر شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کے خاندانِ سسرال کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

سید قیام الدین نظامی لکھتے ہیں کہ:

''نسب نامہ کی رو سے حضرت شیخ بدر الدین بدر عالم زاہدی قدس سرہ عثمانی شیخ ہیں۔ حضرت بدر عالم قدس سرہ کے دادا حضرت شہاب الدین حق گو شہید نے سلطان جونا خان محمد تغلق کو اس کے روبرو ظالم وجابر کہہ دیا تھا اور سلطان نے آپ کو شہید کرا دیا تھا۔ اسی

وجہ سے آپ حق گو شہید مشہور ہوئے۔ آپ کا مزار اقدس زیر قلعہ دہلی واقع ہے۔ آپ کی شادی مشہور عالم دین سید قطب الدین کی دختر سے ہوئی تھی جن کے صاحب زادے شیخ فخر الدین زاہدی ثانی یعنی حضرت پیر بدر عالم زاہدی کے والد کا مزار اقدس بھی دہلی میں حوض شمسی پر ہے۔"(۱)

شیخ فخر الدین زاہدی ثانی کی دو شہزادیوں میں سے بڑی شہزادی مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کے حبالۂ عقد میں آئیں اور دوسری شہزادی سید ابراہیم ابن سید جمال الدین برادر خورد حضرت سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا سے منسوب ہوئیں۔"(۲)

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آئینۂ ہندوستان کی دختر نیک اختر بھی مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہاالرحمہ کے حبالۂ عقد میں آئی تھیں جیسا کہ پچھلے صفحات میں بیان کیا گیا ہے۔

وصال اور تاریخہائے وصال

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی تاریخِ وصال میں مؤرخین کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ تلاش و جستجو کے بعد تین اقوال سامنے آئے ہیں جو قارئین کی خدمت میں پیش ہیں:

پہلا قول:

بعض مؤرخین نے مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی تاریخ وصال پہلی رجب ۸۰۰ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۳۹۸ء قرار دیا ہے۔

مشہور عیسائی مؤرخ اور اورینٹلسٹ پروفیسر بلوچمان جارنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ۱۸۷۳ میں لکھتے ہیں کہ:

Ala ul Haq died on the 1st Rajab 800, or 20th March 1398, and his tomb is at Hazrat Pandua.

۱۔ شرفا کی نگری، سید قیام الدین نظامی، ج:۱، ص:۱۲۹، ناشر نظامی اکیڈمی کراچی، سن اشاعت بار دوم ۲۰۰۴ء۔
۲۔ نفس مرجع، ص:۱۳۲۔

شیخ علاء الحق پہلی رجب ۸۰۰ھ یا ۲۰ مارچ ۱۳۹۸ء میں وفات پائے، ان کا مزار حضرت پنڈوہ میں ہے۔(۱)

اخبار الاخیار مترجم، مرآۃ الاسرار، بحر ذخار، خزینۃ الاصفیا اور دیگر بعض کتابوں میں بھی سال وصال ۸۰۰ھ لکھا گیا ہے۔

دوسرا قول:

بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ: شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کا وصال ۲۵ رجب ۷۸۶ھ مطابق ۱۴۸۴ء کو ہوا ہے۔

عابد علی خان مالدوی لکھتے ہیں کہ:

"Ala ul Haqq died on the 25th Rajab 786 A.H (1384 A.D.) and the chronogram of his death is as follows:

"علاء الحق واصل شد"

Ala ul Haqq has been united with God."

علاء الحق کا وصال ۲۵ رجب ۷۸۶ھ کو ہوا، ان کے انتقال کا مادۂ تاریخ ''علاء الحق واصل شد'' ہے۔(۲)

تیسرا قول:

بعض مصادر ومراجع کی شہادت اور پنڈوہ شریف کے عوام وخواص کے مابین شہرت کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ: حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی تجہیز وتکفین میں مخدوم شیخ سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ بھی شریک رہے اور خود نماز جنازہ بھی پڑھائی۔

شیخ عبدالرحمٰن چشتی نے اپنی مشہور کتاب مرآۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ:

---

[1] Journal of the Asiatic Society of Bengal 1873 Page number 262، مضمون نگار پروفیسر بلوچمان، مطبوعہ جی، ایچ روز باپٹیسٹ مشن پریس کلکتہ، سن اشاعت ۱۸۷۳۔ بنگال میں پنڈوہ نام کی دو جگہیں ہیں: ایک ضلع ہگلی میں اور ایک ضلع مالدہ میں۔ پنڈوہ شریف ضلع مالدہ ایک دور میں ''حضرت پنڈوہ'' کے نام سے مشہور تھا۔ آج بھی بعض لوگ اسی نام کا استعمال کرتے ہیں۔ مؤلف غفرلہ

[2] Memoirs of Gaur and Pandua، عابد علی خان، ص: ۱۰۹، ناشر بنگال سیکریٹریت بکڈ پو رائٹرس بلڈنگ کلکتہ سن اشاعت ۱۹۳۱۔

''جب شیخ علاء الحق کا بنگال میں انتقال ہوا تو آپ نے اپنے اصحاب کو وصیت کی کہ میری نماز جنازہ مخدوم جہانیاں پڑھائیں گے اور تم لوگ سبقت نہ کرنا، وہ لوگ حیران تھے کہ مخدوم جہانیاں اوچ میں ہیں، کس طرح یہاں آئیں گے؟ اسی فکر میں تھے کہ حضرت مخدوم پہنچ گئے اور نماز جنازہ کی امامت کی، اس کے بعد ان کے فرزند شیخ نور قطب عالم کی تربیت کی خاطر آپ نے چند روز قیام فرمایا اور اپنے سامنے ایک چلہ کرایا اور انواع واقسام کے فیوض سے مالا مال کر کے واپس چلے گئے۔''(۱)

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کے وصال کے تعلق سے مذکورہ دونوں تاریخوں کو پیش نظر رکھیے اور حضرت مخدوم سید شاہ جلال الدین جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ کا سن وصال ۷۸۵ھ کا لحاظ کیجیے تو ممکن نظر نہیں آتا کہ مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ نے مخدوم العالم علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ کا وصال ۷۸۵ھ کو نہیں ہوا۔ کیوں کہ سیرت نگاروں نے آپ کے سال وصال ۷۸۵ھ کے سلسلے میں تقریبا اتفاق کیا ہے۔ لہذا مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کا وصال ۷۸۵ھ مطابق ۱۳۸۳ء سے پہلے کسی سال میں ہوا ہے۔

وہ کون سا سال تھا؟ ہمیں صرف ایک ہی سند سے وہ سال مل پایا ہے جس کے راوی عارف باللہ سید شاہ محمد ابوالحسن مانک پوری ہیں۔

سید شاہ محمد ابوالحسن مانک پوری اپنی کتاب آئینۂ آودھ میں لکھتے ہیں کہ:

''سنہ ۷۸۰ھ میں انتقال حضرت شاہ علاء الحق پنڈوی کا ہوا تو حسب وصیت ان کی حضرت مخدوم جہانیاں نے ان کے بیٹے شاہ نور قطب عالم کو ان کا قائم مقام کیا اور کل مراسم تجہیز و تکفین و نماز جنازہ باہتمام سید مخدوم جہانیاں ادا ہوئی اور چندے بپاس خاطر شاہ نور قطب عالم قدس سرہ کے وہاں مقیم رہے۔''(۲)

۱۔ مرأۃ الاسرار ص: ۹۷۴، ترجمہ کپتان واحد بخش سیال چشتی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور، سال اشاعت ۱۹۹۳۔
۲۔ آئینۂ آودھ، سید شاہ ابوالحسن مانک پوری، ص: ۱۶۹، مطبع نظامی کانپور ۱۳۰۳ھ۔

سید شاہ محمد ابوالحسن مانک پوری اور شیخ عبدالرحمٰن چشتی کی روایت کی رُو سے مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ مخدوم سید شاہ جلال الدین جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ نے پڑھائی۔ اب تاریخی اعتبار سے اس میں کوئی تضاد بھی باقی نہیں رہا۔

❁❁❁

امیر المجاہدین غازی میر سید مبارک حسین رضوی چشتی علیہ الرحمہ

دانا پور پٹنہ کی مشہور ومعروف خانقاہ چشتیہ نظامیہ کے بانی امیر المجاہدین غازی میر سید مبارک حسین چشتی نظامی علیہ الرحمہ، آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھے۔ دہلی سے واپسی کے وقت مونگیر، بہار کے مقام پر آئینۂ ہندوستان علیہ الرحمہ نے ان کو خلافت سے مشرف فرمایا تھا۔

ایک روایت یہ ہے کہ جن دنوں آپ اطراف پنڈوہ، بنگال میں مصروف جہاد تھے ان ہی ایام میں آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کا بنگال میں ورود ہوا تھا اور آپ وہیں پر مشرف بخلافت ہوئے تھے۔ بحیثیت خلیفۂ آئینۂ ہندوستان اس عظیم المرتبت ذات گرامی کا ذکر کسی کتاب میں فقیر کو نہیں ملا تھا، خلفائے آئینۂ ہندوستان کی تلاش وجستجو جاری تھی، اہل علم حضرات سے بذریعۂ موبائل اور روبرو ملاقاتیں کی جارہی تھیں، ایک دن جامع طریقت وشریعت علامہ مفتی عبید الرحمن رشیدی صاحب دامت برکاتھم العالیہ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ’تھوڑا وقت دیجیے، ان شاء اللہ تعالیٰ ہم آپ سے رابطہ کریں گے۔‘ تقریباً ایک ماہ کے بعد حضرت کی طرف سے فون آیا، خلیفۂ آئینۂ ہندستان، امیر المجاہدین میر سید مبارک حسین داناپوری علیہ الرحمہ کا نام بتایا، علامہ طلحہ رضوی برق داناپوری مدظلہ العالی کا کا فون نمبر عنایت کیا اور مواد کے لیے ان سے بات کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

برق صاحب مدظلہ العالی بڑے خورد نواز نکلے، ایک دوبار کی بات چیت میں انھوں نے فقیر کے دل میں گہرا اثر چھوڑا، مؤرخہ ۱۵ جنوری ۲۰۱۸ء کو تقریباً آدھا گھنٹہ تک بواسطۂ موبائل شرف ہم کلامی بخشا اور اپنی زبان فیض ترجمان سے چند کلمات املا کرایا۔ ان کلمات کو ہم انھیں کے الفاظ میں نذر قارئین کررہے ہیں۔

’’حضرت غازی میر سید مبارک حسین ابن شمس الموحدین حضرت میر سید علی شیر

اپنے والد اور حضرت میر سید مکارم رضوی کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے حاجی نیر سے مع اپنی فوج کے داخلِ بہار ہوئے۔ حضرت میر سید علی شیر رضوی اور حضرت میر سید مکارم رضوی یہ سب ہم جد تھے اور سیدنا امام موسیٰ رضا یعنی امام ضامن ثامن کی اولاد سے تھے۔ [اسی نسبت سے اس گھرانہ کے افراد رضوی کہلاتے ہیں] حضرت سید علی شیر رضوی بہار میں شہید ہوگئے، مگر میر سید مبارک حسین رضوی بہار سے بڑھتے ہوئے داخل بنگال ہوئے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب سیدنا خواجہ سراج الدین عثمان چشتی ملقب بہ آئینۂ ہند اپنے پیر و مرشد سلطان الاولیا شیخ نظام الدین دہلوی علیہ الرحمہ کے حکم پر بنگال کی طرف روانہ ہوچکے تھے، دہلی سے روانہ ہوکر دانا پور میں قیام کرتے ہوئے عازم پنڈوہ شریف ہوئے تھے۔ دانا پور میں جہاں انھوں نے قیام فرمایا تھا، اس کے متعلق کہا تھا کہ ''اس زمین سے خوشبوئے چشت آتی ہے، یہ پھلواری ہے۔'' چنانچہ وہ زمین کئی برسوں تک محلہ پھلواری کے نام سے رہی جو بعد میں ''محلہ شاہ صاحبان'' کہلائی، اب یہی محلہ صدیوں بعد ''شاہ ٹولی'' کے نام سے مشہور ہوا۔

علاقۂ مونگیر کے اطراف میں سید مبارک حسین رضوی بھی حضرت آئینۂ ہند سے مرید ہوکر ان کی خدمت میں سلوک کی تکمیل فرمائی اور مشرف بخلافت ہوکر اپنے پیر و مرشد کے حکم سے دانا پور تشریف لائے اور اسی سرزمین پر مستقل قیام فرمایا جو اب شاہ ٹولی کے نام سے مشہور ہے۔

یہاں پر انھوں نے مسجد بنوائی، اس کے ملحق خانقاہ کی تعمیر کی جو اس وقت بھی موجود ہے، کچھ حصہ منہدم ہوگیا جو دوبارہ تعمیر ہوتی گئی۔ یہ خانقاہ اور مسجد حضرت سیدنا الشاہ مبارک حسین رضوی سراجی چشتی کی یادگار ہے۔ اب تک اس سجادے پر بیس جانشین ہوتے رہے ہیں، بیسویں حضرت سید شاہ قائم رضوی چشتی قتیل دانا پوری تھے، اس کے بعد یہ فقیر طلحہ رضوی برق دانا پوری جاروب کش ہے۔

حضرت سید شاہ مبارک حسین رضوی چشتی خاندان میں جد اعلیٰ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ نے سو برس سے زیادہ کی عمر پائی اور تقریباً ۷۹۰ھ میں داخل بحق ہوئے۔ شاہ ٹولی سے کچھ دور محلہ اوستی گھاٹ میں آسودہ ہیں۔ چھ سات پشت تک اس محلہ کا قبرستان

وہیں رہا، اس کے بعد قطب العصر حضرت قاضی سید عبد الستار رضوی چشتی کے وقت یعنی تقریبا ۹۷۰ھ سے شاہ ٹولی کا اپنا قبرستان بنایا گیا اور سجادگان یہیں آسودہ ہوتے رہے۔

آپ علیہ الرحمہ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے مخدوم سید مظہر حسین رضوی چشتی نظامی زیب سجادہ ہوئے اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت میر سید غیاث الدین رضوی چشتی نظامی سجادے پر بیٹھے، اس طرح یہ سلسلہ اباً عن جدٍ بیٹوں میں تفویض ہوتا رہا۔'' (۱)

علامہ سید طلحہ رضوی چشتی نظامی برق داناپوری مدظلہ العالی نے بتایا کہ استاذ الشعرا حضرت علامہ سید شاہ قائم رضوی چشتی نظامی قتیل داپوری کی تصنیف لطیف ''شذرات جنت معروف بہ تاریخی نام 'اذکار الابرار' ۱۳۵۷'' میں مخدوم میر سید مبارک حسین چشتی نظامی علیہ الرحمہ کا ذکر ہے۔

خلیفۂ آئینۂ ہندوستان امیر المجاہدین حضرت میر سید مبارک حسین داناپوری علیہ الرحمہ کا نسب دس واسطوں سے حضرت امام علی موسیٰ رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سولہ واسطوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچتا ہے۔

نسب نامہ یہ ہے:

میر سید مبارک حسین بن سید علی شیر جاج نیری بن سید علی اکبر بن سید علی اصغر بن سید عبداللہ بن سید زین العابدین بن سید محمد بن سید نوح بن سید ابراہیم بن سید زین العابدین بن سید عبد المطلب بن سید امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

خلیفۂ آئینۂ ہندوستان سید محمد مبارک حسین چشتی نظامی داناپوری علیہ الرحمہ عرب سے تشریف لائے اور داناپور میں اپنے پیرومرشد کے حکم سے قیام فرمایا۔ یہاں آپ نے ۷۴۵ھ میں خانقاہ کی بناڈالی جو آج تک شادو آباد ہے۔

۱۔ بشکریہ حضرت علامہ ڈاکٹر طلحہ رضوی چشتی نظامی برق داناپوری سجادہ نشیں خانقاہ چشتیہ نظامیہ، داناپور، پٹنہ، بہار۔

سید قیام الدین نظامی چشتی نے اپنی کتاب ''شرفا کی نگری'' میں شیر خاندان کے ایک بزرگ مخدوم اعظم شیر کا نسب نامہ، جناب مرتضی شیر کی کتاب ''خیابان بے خزاں'' سے نقل کیا ہے جو خلیفۂ آئینۂ ہندوستان سیدی سرکار غازی مبارک حسین چشتی نظامی داناپوری علیہ الرحمہ تک متصل ہے۔ پھر ان کے بعد من وعن وہی نسب نامہ ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے۔ اس نسب نامہ میں انھوں سیدی سرکار مبارک حسین چشتی علیہ الرحمہ کے نام کے ساتھ لفظ ''شہید'' کا اضافہ کیا ہے، حالانکہ آپ جام شہادت سے شرفیاب نہیں ہوئے، بلکہ ۷۹۰ھ میں آپ کا طبعی وصال ہوا اور اوستی گھاٹ کے قبرستان میں آسودہ ہیں۔ مخلوق خدا آپ کی تربت انوار سے برکت حاصل کرتی ہے۔

سید علی شیر والد ماجد خلیفۂ آئینۂ ہندوستان غازی سید مبارک حسین چشتی داناپوری علیہ الرحمہ کو بعض مؤرخین نے جاج نیری سادات سے قرار دیا ہے۔ علامہ ڈاکٹر طلحہ رضوی برق صاحب قبلہ نے بھی یہی لکھا یا کہ ''حضرت میر سید علی شیر اپنے والد اور حضرت میر سید مکارم رضوی کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے جاج نیر سے مع اپنی فوج کے داخلِ بہار ہوئے''، مگر سید قیام نظامی چشتی نے اپنی کتاب شرفا کی نگری کے صفحہ ۲۴۶ پر حاشیہ نگاری کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''سید علی شیر شہید کو جناب سید عبد القیوم جواروی نے اپنی کتاب ''سادات جاجنیری'' میں سید احمد جاجنیر کا لڑکا ظاہر کیا ہے، جو غلط ہے۔ یہ سید علی شیر دوسرے ہیں جو سادات رضویہ سے ہیں۔ بہار کے شیری خاندان کے افراد اپنے کو رضوی لکھتے ہیں، زیدی جاجنیری نہیں۔''(۱)

خلاصۂ کلام:

یہ ہے کہ خلیفۂ آئینۂ ہندوستان، بانی خانقاہ چشتیہ نظامیہ داناپور پٹنہ، جد اعلی ساداتِ داناپور رضوی الاصل سید ہیں یعنی حضرت امام سید علی رضا علیہ الرحمہ کی اولاد سے ہیں۔ آئینۂ

۱۔ شرفا کی نگری، سید قیام الدین چشتی نظامی، ج:۱ ص:۲۴۶، حاشیہ :۱، ناشر نظامی اکیڈمی کراچی، پاکستان، سال اشاعت باردوم ۲۰۰۴ء۔

ہندوستان کے حکم پر آپ نے دانا پور میں رشد و ہدایت کا شجر لگایا جو آج بھی برگ و بار ہے اور ایک جہاں اس کے سایہ میں راحت و سکون پاتا ہے۔

باب ہفدہم

نسبتیں

اور

خانقاہیں

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان سے متعلق خانقاہیں

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کا شجرۂ سلسلہ، غوث العالم محبوب یزدانی سید اشرف جہاں نگیر سمنانی کچھوچھوی اور نور قطب عالم شیخ نور الدین احمد پنڈوی کے واسطے سے ہندو بیرون ہند خوب پھلا پھولا، مختلف بلاد وامصار میں چشتی نظامی سراجی خانقاہیں اس کثرت سے آباد ہوئیں کہ ہر ایک خانقاہ کا مختصر تعارف اگر ضبط تحریر میں لایا جائے تو ایک دفتر تیار ہو جائے، یہاں ہم صرف ان ہی خانقاہوں کا ذکر کریں گے جن کو براہ راست آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ سے یا صرف ایک واسطہ سے فیض ملا ہے۔ دیگر بعض خانقاہوں کا ذکر مناسبت حال ومقام کی بنیاد پر ضمناً شامل کر دیا گیا ہے۔

خانقاہ سراجیہ نظامیہ چشتیہ

یہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی اپنی خانقاہ تھی جو ضلع مالدہ سے تقریباً ۸ رکیلومیٹر دور مشہور ساگر دیگھی کے قریب بسائی گئی تھی، یہیں پر آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کا روضۂ پاک بھی زیارت گاہ عام وخاص ہے۔آپ کے وصال کے بعد اس خانقاہ کے سجادہ نشیں کون ہوئے؟ تلاش وجستجو کے باوجود ہمیں اس کا سراغ نہیں ملا، کیوں کہ آئینۂ ہندوستان علیہ الرحمہ کی اولاد نرینہ تھی یا نہیں اس سلسلے میں تاریخ مکمل خاموش ہے۔خیال کیا جاتا ہے کہ اس عظیم خانقاہ کے سجادہ نشیں مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ ہی تھے، کیوں اس دور میں سجادگی وجانشینی توارث کی بنیاد پر نہیں، بلکہ علم وفضل کی بنیاد پر سونپی جاتی تھی۔

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کے سجادگان کی سرپرستی میں اس خانقاہ کا عروج بھی اسی طرح رہا ہوگا جس طرح خانقاہ علائیہ سراجیہ پنڈوہ شریف کا رہا،

مگراب یہاں خانقاہیت دم توڑ چکی ہے، صرف درگاہیت رہ گئی ہے، ہمہ وقت زائرین کی آمدورفت رہتی ہے اور وہ فیضان آئینۂ ہند سے مالا مال ہوکر جاتے ہیں۔

خانقاہ سراجیہ اشرفیہ

ایک دور ایسا تھا جب آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے روضۂ پاک پر صرف وہی لوگ حاضر ہوا کرتے تھے جو آپ کے مقام ومراتب سے آشنا تھے۔شہر سے دور سنسان علاقہ میں آباد ہونے کی وجہ سے یہ زیارت بھی دن ہی کے اوقات میں اپنی مخصوص سواری کے ذریعہ میسر آتی تھی۔

مرشد اعظم بنگال اشرف الاولیا حضرت علامہ سید شاہ محمد مجتبیٰ اشرف ابن تاج الاصفیا سید محمد مصطفیٰ اشرف ابن ہم شبیہ غوث صمدانی اعلیٰ حضرت سید محمد علی حسین معروف بہ اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے جب ان حالات کو ملاحظہ کیا تو آپ کے دل بیدار نے گراں باری کا احساس کیا اور ۱۹۸۳ء میں آپ نے بشارت منامی پاکر(۱) یہاں خانقاہ سراجیہ اشرفیہ کی بنیا درکھی اور اپنے مریدین ومعتقدین کو آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے فیضان سے فیض یاب ہونے کی ترغیب دلائی۔مقامی وبیرونی لوگوں کو اس بارگاہ سے وابستہ کرنے کے لیے ''جلسۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے نام سے ہر سال رجب المرجب کی ۲۷/ ویں شب کو ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کرانا شروع کیا۔یکم شوال یوم وصال آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان کے موقع پر عرس کی تقریبات کی انجام دہی کی خاطر یہاں کی عیدگاہ میں خود نماز عیدالفطر کی امامت شروع فرمائی گو کہ اس سے پہلے بھی خانوادۂ اشرفیہ کے فرزندان گرامی قدر یہاں عید الفطر کی نماز کی امامت کرتے رہے ہیں اور عرس کی تقریبات میں ان کی شرکت بھی ہوتی رہی ہے مگر حضور اشرف الاولیا علیہ الرحمہ نے دوام وپابندی کے ساتھ ان ذمہ داریوں کو ادا کیا اور آپ کے ان اقدامات کا خاطر خواہ نتیجہ بھی

۱۔ مرشد طریقت وشریعت سیدی قادری میاں مدظلہ العالی نے بیان کیا کہ والد گرامی حضور اشرف الاولیا، ان کے خادم خاص مولوی اکمل اشرفی سہرساوی اور مجھ فقیر کو ایک ہی شب میں درگاہ پیران پیر کے احاطہ میں ''خانقاہ'' تعمیر کرنے کی بشارت ہوئی۔حضور اشرف الاولیا نے اپنا خواب بیان کیا تو مولوی اکمل نے کہا کہ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے، ان دونوں بزرگوں کی باتوں سے مجھے حوصلہ ملا اور میں نے بھی اپنا خواب والد گرامی سے بیان کیا۔

برآمد ہوا۔

حضرت اشرف الاولیا علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد آپ کے خلف اکبر و جانشیں حضرت علامہ ڈاکٹر سید شاہ محمد جلال الدین اشرف اشرفی جیلانی عرف قادری میاں مدظلہ العالی نے اپنے والد گرامی کے قائم کردہ رسوم و اقدامات کی بجاآوری کے ساتھ ساتھ ۲۰۰۶ء میں یہاں ''سراج المجتبیٰ دارالحفظ'' کے نام سے شعبۂ حفظ و قرأت کا ایک شاندار ادارہ قائم فرمایا جس میں تقریباً ۲۰۰/ سے زیادہ طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

حضرت علامہ ڈاکٹر سید جلال الدین اشرفی جیلانی مدظلہ العالی نے یہاں کئی ایک ایکرز زمین حاصل کی ہیں جن میں سے ایک وسیع و عریض خطۂ زمین پر ''آئینۂ ہند انٹرنیشنل اسکول'' کا تعمیری کام بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے۔

خانوادۂ اشرفیہ کی ان عظیم بزرگوں کی کاوشوں سے اب آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے روضۂ پاک کے احاطہ میں ہمہ وقت قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے۔ ہر طرف چہل پہل رہتی ہے اور روزانہ زائرین کا تانتا لگا رہتا ہے۔

خانقاہ علائیہ نظامیہ چشتیہ، پنڈوہ شریف

خانقاہ علائیہ نظامیہ چشتیہ کا قیام ۷۲۰ھ کے آس پاس ہوا تھا جب آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ نے مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق بن اسعد لاہوری ثم پنڈوی علیہ الرحمہ کو شرف بیعت عطا کیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سلطان الاولیا سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی علیہ الرحمہ بقید حیات تھے اور آپ کا فیضان ہر چہار جانب عام و تام تھا۔

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی خانقاہ کا فیضان ان کی حیات طیبہ ہی میں حدود بنگال کو پار کر چکا تھا، خود ان کے خلفا موجودہ اتر پردیش کے جون پور، کچھوچھہ مقدسہ، رائے بریلی اور مانک پور میں موجود تھے۔ بہار میں بھی آپ کے خلفا موجود تھے، بنگال کے قریب ہونے کی وجہ سے تقریباً بہار کا اکثر علاقہ آپ کے فیضان سے مالا مال تھا۔

موجودہ بنگلہ دیش اس زمانہ میں بنگال ہی کا حصہ تھا۔ اس ملک کے سنارگاؤں میں مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی نے بنفس نفیس دوسال قیام فرمایا تھا۔ جب آپ پنڈوہ

شریف بنگال واپس تشریف لائے تو اس ملک کی عوام کی صلاح وفلاح کے لیے اپنے صاحبزادے شیخ نورالدین احمد معروف بہ نورقطب عالم پنڈوی کو متعین فرمایا اور جب ایک واقعہ کے پس منظر میں ان کو واپس پنڈوہ شریف بلالیا تو ان کے خلیفہ شیخ حسام الدین مانک پوری علیہ الرحمہ نے برسوں وہاں کی عوام کو راہ راست کی ہدایت دی ،اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو موجودہ بنگلہ دیش کے مسلمانوں پر خانقاہ علائیہ نظامیہ چشتیہ کا بہت بڑا احسان ہے۔

مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد، شیخ نورقطب عالم علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں خانقاہ علائیہ نظامیہ چشتیہ کا دائرہ مزید وسیع ہوا۔ غیر منقسم ہندوستان کے علاوہ چین وبھوٹان اور برما ولنکا تک اس کی روشنی پھیلی اور کثیر تعداد میں لوگوں نے اس روشنی کی بدولت ہدایت اسلام قبول کیا۔

مولانا طیب الدین اشرفی لکھتے ہیں:

''حضرت نورقطب عالم علیہ الرحمہ نے پھر تبلیغ کا سلسلہ جاری فرمایا اور اپنے پوتے علامہ حضرت شاہ زاہد بندگی علیہ الرحمۃ کو تبلیغ دین کے لیے لنکا، برما اور دیگر مختلف جزائر کی جانب روانہ فرمایا، ان کے ساتھ مبلغین کی ایک جماعت بھی روانہ فرمایا۔''(۱)

اسلامی تاریخ دانوں کی رائے یہ ہے کہ حضرت نورقطب عالم علیہ الرحمہ کے زمانے میں خانقاہ علائیہ نظامیہ چشتیہ ہندوستان کی سب بڑی نمائندہ خانقاہ تھی،اس خانقاہ کو جو مرکزیت حاصل تھی ہندوستان کی دوسری چشتی نظامی خانقاہوں کو حاصل نہیں تھی۔ہم یہاں صرف دو حوالے نذر قارئین کررہے ہیں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی خانقاہ علائیہ چشتیہ کی وسعت اور شیخ نورقطب عالم علیہ الرحمہ کی کوششوں کا حال لکھتے ہیں کہ:

''حضرت نورقطب عالم علیہ الرحمہ کی کوششوں سے چشتیہ سلسلہ کی خانقاہیں بنگال،

۱۔ضیاء النور ترجمہ مکتوبات نورقطب عالم،مولانا طیب الدین اشرفی،ص: ۲۴،زیر اہتمام محمد ساجد قادری،سال اشاعت ۲۰۱۵ء۔

بہار، جون پور وغیرہ میں قائم ہوئیں۔‘‘(۱)

مولانا علی میاں ندوی لکھتے ہیں

’’نور الدین احمد نام، نور الحق، قطب عالم لقب، اپنے والد شیخ علاء الحق پنڈوی کے خلیفہ اور جانشین تھے، اللہ تعالی نے بڑی مقبولیت اور مرجعیت عطا فرمائی، آپ کے زمانے میں پنڈوہ کی خانقاہ ہندوستان کی سب بڑی چشتی خانقاہ تھی۔‘‘(۲)

خانقاہ علائیہ نظامیہ چشتیہ کی موجودہ حالت

نور قطب عالم شیخ نور الدین احمد پنڈوی چشتی علیہ الرحمہ کے بعد اس خانقاہ کے سجادہ پر آپ کے صاحبزدے شیخ محمد افقہ جلوہ ریز ہوئے۔بعض مؤرخین نے آپ کا نام شیخ رفعت الدین بتایا ہے۔بڑی مرتاض شخصیت تھی، ہمہ وقت یاد الٰہی میں سرنگوں رہتے، عاجزی وانکساری میں آپ کی کوئی مثال نہیں تھی۔شیخ افقہ کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ زاہد بندگی سجادہ نشیں ہوئے۔حضرت شیخ زاہد بندگی علیہ الرحمہ کے دس صاحبزادے تھے۔ سجادگی کا سلسلہ آپ کے منجھلے صاحبزادے شیخ محمد اشرف کی اولاد نرینہ میں رہا۔پھر اباً عن جدٍ سجادگی کا سلسلہ چلتا رہا آخری سجادہ نشیں شیخ شمس الدین یا شمس الرحمن عرف بھیلا ہوئے، اس کے بعد اولاد نرینہ میں یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔

شیخ شمس الدین عرف بھیلا کے اولاد اناث میں تولیت کا سلسلہ جاری ہے۔ کامیاب متولیہ مرحومہ روبی نور سابق ایم ایل رہیں۔اس خانقاہ معلّٰی کی سابقہ عظمت وشوکت فی الحال باقی نہیں ہے، اب صرف مزارات مقدسہ، ان کی روحانیت اور زیارتیں رہ گئی ہیں۔

خانوادئہ اشرفیہ اور خانقاہ علائیہ چشتیہ کے تعلقات

خانقاہ علائیہ نظامیہ چشتیہ سے فرزندان خانوادۂ اشرفیہ کا قلبی وروحانی وابستگی رہی ہے اور آج بھی ہے۔فرزندان خانوادۂ اشرفیہ یہاں آتے جاتے رہے ہیں اور یہاں کی خاکِ تربت کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے رہے ہیں۔اس خانقاہ کی عظمت رفتہ کی بازیابی

۱۔تاریخ مشائخ چشت، خلیق احمد نظامی، ص:۲۲۲، مطبوعہ مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور، سال اشاعت ندارد۔

۲۔ تاریخ دعوت وعزیمت، ابوالحسن علی ندوی، ج:۳، ص:۱۵۲، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو، سن اشاعت جولائی ۲۰۰۶ء۔

کے لیے خانقاہ حسنیہ سرکارکلاں کے سجادہ نشیں شیخ اعظم حضرت علامہ الحاج سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ نے کوشش کی تھی، مگران کے مقدر میں شاید یہ حصہ نہیں تھا، رب قدیر نے یہ حصہ ان کے عم گرامی اشرف الاولیا حضرت علامہ سید شاہ محمد مجتبیٰ اشرف ابن تاج الاصفیا سید محمد مصطفیٰ اشرف ابن مخدوم الاولیا اعلی حضرت سید محمد علی حسین معروف بہ اشرفی میاں کو عطا فرمایا۔ حضرت اشرف الاولیا نے یہاں پنڈوہ شریف میں چلہ گاہِ مخدوم جلال الدین تبریزی سہروردی اور روضۂ مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہما الرحمہ کے درمیان شاندار دارالعلوم قائم فرمایا اور خانقاہ اشرفی کی بنیاد رکھی جس کی وجہ سے یہاں کے ماحول میں چہل پہل آ گئی، علمی وروحانی شخصیتوں نے پنڈوہ شریف کا پھر سے رخ کرنا شروع کیا اور طالبان علوم نبویہ کے قافلے صبح وشام اترنے لگے۔

حضرت اشرف الاولیا علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے وجانشین حضرت علامہ ڈاکٹر سید محمد جلال الدین اشرف اشرفی جیلانی معروف بہ قادری نے دارالعلوم کو وسعت عطا کی، علوم اسلامیہ کے مختلف شعبے قائم کئے، علوم دینیہ کے ساتھ عصری علوم کی تعلیم کا بھی سلسلہ جاری کیا، جس طرح طالبان علوم نبویہ کے لیے قیام وطعام کا انتظام کیا اسی طرح طلبۂ عصری علوم کے لیے بھی رہائشی ہاسٹل کا انصرام کیا۔ ان محنتوں اور کاوشوں کا نتیجہ یہ ہے کہ مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کا دیار پنڈوہ شریف روحانی مرکزیت کے ساتھ علمی مرکزیت کی طرف بھی واپس آنا شروع کر دیا ہے۔

خانقاہ چشتیہ نظامیہ، داناپور، پٹنہ، بہار

داناپور، صوبۂ بہار میں پٹنہ سے متصل واقع ہے، یہاں خانقاہ چشتیہ نظامیہ سات سو برس سے قائم وآباد ہے۔ خلیفۂ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان، قطب زماں حضرت غازی میر سید شاہ مبارک حسین چشتی نظامی علیہ الرحمہ نے اپنے پیرومرشد حضرت آئینۂ ہندوستان علیہ الرحمہ کے حکم پر اس خانقاہ کی بنیاد بقول سجادگان وبعض مؤرخین ۷۴۵ھ میں رکھی تھی۔

اس خانقاہ معلیٰ کی تاریخ تاسیس کے سلسلے میں اگرچہ وہی قول معتبر ہے وجو وہاں

کے سجادگان بتاتے ہیں کیوں کہ ممکن ہے ان کے پاس آثار و ملفوظات میں تاریخ نوشتہ ہو یا اباً عن جدٍ سینہ بسینہ روایت ہو، لیکن ساتھ میں یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ نے قطب زماں حضرت میر سید مبارک حسین چشتی علیہ الرحمہ کو اس زمانے میں خلافت عطا فرمائی جب آپ اپنے پیر و مرشد سلطان الاولیا علیہ الرحمہ کے حکم پر دہلی سے واپس لکھنوتی آرہے تھے اور خلافت سے نوازے جانے کے بعد حضرت سید مبارک حسین علیہ الرحمہ نے دانا پور میں خانقاہ چشتیہ نظامیہ کی بنیاد رکھی تھی۔

حضرت سید مبارک حسین علیہ الرحمہ کو خلافت سے نوازے جانے کا واقعہ اگر واقعتاً اسی واپسی لکھنوتی کے وقت کا ہے جس میں سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کا حکم شامل تھا تو یہ غالباً ۷۲۰ھ کے آس پاس کا واقعہ ہے، اس وقت حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ بقید حیات تھے۔اب یہ پہلو قابل غور ہے کہ حضرت سید شاہ مبارک حسین علیہ الرحمہ نے دانا پور میں خانقاہ و مسجد کا قیام خلافت سے نوازے جانے کے تقریباً ۲۵؍سال بعد کیا تو اتنا عرصہ آپ کی حیات مبارکہ کا کہاں گزرا۔

خلافت سے نوازے جانے کا واقعہ اگر اس واپسی کا نہیں ہے، بلکہ حضرت آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ جب حضرت مخدوم المشائخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کی خدمت سے واپس ہو رہے تھے، اس وقت کا ہے تو یہ ۷۲۷ھ یا اس سے متصل کسی قریبی سال کا واقعہ ہے۔

سیر الاولیا میں ہے:

''چون خلق را در دیار دیوگیر روانہ کردند او بسعادت در دیار لکھنوتی رفت۔''(۱)

جب مخلوق دیار دیوگیری کی طرف جلاوطن کی گئی تو مولانا اخی سراج الدین لکھنوتی تشریف لے گئے۔

سلطان محمد بن تغلق نے ۱۳۲۷ء مطابق ۷۲۷ھ کو دِلّی کے بجائے دولت آباد (دیوگیر) کو پایۂ تخت بنایا تھا اور رعایا کو دِلّی خالی کرنے کا حکم دیا تھا۔

۱۔سیر الاولیا فارسی، مولانا سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص:۲۸۹، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

خلافت سے نوازے جانے کا واقعہ اگر اِس آخری واپسی لکھنوتی کے وقت کا ہے تو بھی حضرت سید مبارک حسین چشتی علیہ الرحمہ کی خلافت اور تاسیس خانقاہ و مسجد کے مابین پندرہ سال سے زائد کا فاصلہ ہوتا ہے جو کم نہیں ہے۔ لہذا خانقاہ معلیٰ کے سن تاسیس بیان کرنے یا واقعۂ خلافت کی روایت کرنے میں کہیں کمی ہے۔

یہاں تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی ہے، وہ یہ ہے کہ ایک روایت کے مطابق آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ نے قطب زماں سید محمد مبارک حسین علیہ الرحمہ کو اس وقت خلافت سے نوازا تھا جب آپ لکھنوتی پہنچ چکے تھے اور حضرت سید مبارک حسین چشتی علیہ الرحمہ بنگال کے اطراف میں مصروف جہاد تھے۔ خلافت سے نوازے جانے کے بعد آپ نے سلوک و معرفت کی تعلیم بھی حاصل فرمائی تھی اور تکمیل کے بعد حضرت آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ نے آپ کو دانا پور قیام کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔ یہ قول زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے، اس قول کی روشنی میں خلافت اور تاسیس خانقاہ کے درمیان کوئی خاص فاصلہ نظر نہیں آتا۔

بہر حال خانقاہ چشتیہ دانا پور، پٹنہ، صوبہ بہار حضرت آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کے فیضان سے اسلام کے دور اول میں قائم ہوئی، سلاطین و امرا، نوابان و وزرا اور مشائخ و علما نے اس خانقاہ کی عظمت کو قبول کیا اور اپنی عقیدتوں کے نذرانے پیش کئے۔ اب تک اس خانقاہ معلیٰ کے بیس سجادہ نشیں ہوئے ہیں، سب کے سب رضوی الاصل سادات یعنی حضرت امام علی رضا علیہ الرحمہ کی اولاد سے ہوئے ہیں اور سلسلۂ چشتی نظامی رہے ہیں۔ اکیسویں سجادہ نشیں کی حیثیت سے حضرت علامہ ڈاکٹر طلحہ رضوی چشتی نظامی برق دانا پوری سریر آرا ہیں۔

سلسلۂ سراجیہ علائیہ چشتیہ کے دو عظیم بزرگ

یہاں ہم روضۃ الاقطاب کی ایک عبارت میں جزوی ترمیم کر کے یوں کہنا چاہتے ہیں کہ:

اگرچہ جمیع خلفائے مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی صاحب مقامات عالی بودند،

اما از اں ہا سید اشرف جہاں گیر سمنانی غوث العالم وشیخ نور الدین احمد نور قطب عالم چاشنی دیگر داشتند ، واز یں دو بزرگ بسے مرد ماں صاحب تکمیل وارشاد پیدا آمدند۔''

اگر چہ مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کے سب خلفا اعلی مقامات کے حامل تھے ،لیکن غوث العالم سید اشرف جہاں گیر سمنانی اور نور قطب عالم شیخ نور الدین احمد کچھ الگ ہی چاشنی رکھتے ہیں۔ ان دونوں بزرگوار سے بہت سے صاحب ارشاد پیدا ہوئے۔''

غوث العالم مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ اور نور قطب عالم شیخ نور الدین احمد علیہ الرحمہ سے سلسلۂ سراجیہ چشتیہ کو بے پناہ وسعت ملی ، ایشائے کوچک سے نکل کر عالم اسلام میں اس سلسلہ کی شاخیں قائم ہوئی ۔ مخدوم سید اشرف جہاں گیر علیہ الرحمہ کے ۱۰۰ ر سے زائد خلفا تھے جن میں سے ایک ۱۰۴ ر خلفائے کرام کے اسمائے گرامی محترم بشارت علی صدیقی نے اپنی کتاب ''غوث العالم سید اشرف جہاں گیر سمنانی ، حیات وخدمات ایک نظر میں'' میں شمار کیا ہے۔''(۱)

نور قطب عالم شیخ نور الدین احمد علیہ الرحمہ کے بھی بہت سے خلفا ہوئے ، جن کی تفصیل ہماری کتاب ''شیخ نور قطب عالم حیات اور کارنامے'' میں درج ہے،لیکن ان کے مشہور ومعروف خلیفہ حضرت شیخ حسام الدین مانک پوری علیہ الرحمہ کے تقریبا ۱۲۰ ر خلفا ہوئے جن کے واسطے سے سلسلہ علائیہ سراجیہ کو دنیا کے مختلف گوشوں میں شہرت ودوام حاصل ہوا۔

خانقاہ اشرفیہ سراجیہ چشتیہ، کچھوچھہ شریف

خانقاہ علائیہ سراجیہ نظامیہ کے ضمن میں خلیفہ وجانشین مخدوم العالم شیخ عمر علاء الحق پنڈوی نور قطب عالم شیخ نور الدین احمد علیہ الرحمہ کی خانقاہ کا ذکر ضمناً آچکا ہے۔ اسی مناسبت سے ہم بہتر خیال کرتے ہیں کہ حضرت مخدوم العالم علیہ الرحمہ کے خلیفۂ اعظم مخدوم سید اشرف

۱۔ غوث العالم سید اشرف جہاں گیر سمنانی ، حیات وخدمات ایک نظر میں، بشارت علی صدیقی، ص: ۷، تا ۱۱، ناشر اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدر آباد، سال اشاعت ۲۰۱۶ء۔

جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ کی خانقاہ کا ذکر بھی یہاں کر دیں تا کہ توازن قائم رہے۔

حضرت علامہ مفتی محمود احمد رفاقتی خانقاہ اشرفیہ سراجیہ چشتیہ کچھوچھہ مقدسہ کے تعلق سے لکھتے ہیں کہ:

''حضرت کچھوچھہ مقدسہ اولیائے پروردگار اور علمائے روزگار کی عقیدتوں اور احتراموں کا ہمیشہ مرکز رہا۔ سلاطین شرقیہ اس آستانۂ فیض کاشانہ کے عقیدت کیش رہے۔ سلاطین لودیہ اور سلاطین مغلیہ اولیائے اشرفی فرزندانِ حضرت غوث العالم، محبوب یزدانی، قدوۃ الکبری، مخدوم امیر کبیر سید اشرف جہاں گیر سمنانی چشتی نظامی کو عقیدت کا خراج بے شمار پیش کرتے تھے۔ اولیائے پروردگار سے معتبر روایتیں ہم تک پہنچی ہیں کہ کہ شہنشاہ جہاں گیر نے ایک فرمان جاری کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ:

''حضرت غوث العالم محبوب یزدانی سید اشرف جہاں گیر سمنانی قدس سرہ کے آستانۂ معلیٰ اور فرزندان عالی وقار سے متعلق جس قدر جاگیریں ہیں، ہم انہیں اپنے ممالک محروسہ میں شامل نہیں کرنا چاہتے۔ ان کا علیحدہ نقشہ مرتب کیا جائے۔''(۱)

علامہ مفتی محمود احمد رفاقتی مدظلہ العالی نے مزید دو مغل باشاہوں کے تاثرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''محی الملۃ والدین، سلطان بحر و بر اورنگ زیب غازی قدس سرہ کو تو نسبت تلمذ ہی حضرت ملا مبارک اور حضرت ملا باسو فرزندان خاندان اشرفیہ سے حاصل تھی۔ اس شہنشاہ دین پناہ کے مکتوبات اور فرامین عقیدت صادقہ اور ارادت صحیحہ سے مملو ہیں۔ اس شہنشاہ حامی اسلام نے ایک خاص فرمان میں تحریر کیا ہے کہ:

''سادات کچھوچھہ مقدسہ ہمہ داں مقبولان خالق وخلائق ہیں۔''

سلاطین مغلیہ میں محمد شاہ بادشاہ ہزار بدنامیوں کے باوجود اولیائے پروردگار کا عقیدت کیش اور نیاز مند تھا، خواجگان چشت کا تو بندۂ بے دام تھا، بزرگان خانوادۂ اشرفیہ کے

۱۔ حیات مخدوم الاولیاء محبوب ربانی، ص: ۱۲۶: مفتی محمود احمد رفاقتی، ناشر، حضرت امین شریعت ٹرسٹ اسلام آباد، بھوانی پور، سون برسا ضلع مظفر پور، بہار، سن اشاعت ۲۰۰۱ء۔

نام نامی اس کے فرامین ومکاتیب اس بات کے شاہد ہیں کہ اس کا دل سادات اشرفیہ کی عقیدتوں سے معمور تھا اور اس کا تعلق نیازمندانہ تھا۔ اور سلاطینِ اودھ اختلافِ عقیدہ کے باوجود نیازمند تھے۔''(۱)

سلاطین وامرا کے علاوہ علما ومشائخ نے ہمیشہ اس خانقاہ کو اپنی عقیدت ومحبت کا تاج محل تسلیم کیا اور اپنی جبیں نیاز کی نیازمندیاں نچھاور کرنے میں فخر محسوس کیا۔ اس خانقاہ معلیٰ کی ۶۵۰ر سالہ زرین تاریخ ہے جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

چودھویں صدی عیسوی میں یہ خانقاہ مخدوم الاولیا اعلیٰ حضرت علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں بام عروج کو پہنچ چکی تھی۔ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ علم ظاہری کے ساتھ علم باطنی میں کمال کو پہنچے ہوئے تھے، یہی وجہ ہے کہ ملک وبیرون ملک کے مقتدر علما ومشائخ اپنی جماعت کے سربراہ ہونے کے باجود آپ کے علم طریقت کے سایہ تلے نظر آئے اور آپ کو راہ طریقت کا امام وپیشوا تسلیم کیا۔

اعلیٰ حضرت اشرفی علیہ الرحمہ کے بعد خانقاہ حسنیہ سرکارکلاں کو جس ذات گرامی سے بے پناہ شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی وہ امام اہل سنت، آفتاب اشرفیت، مخدوم المشائخ، سرکارکلاں الحاج الشاہ حضرت علامہ مفتی سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی [ولادت ۲۶ر جمادی الآخر ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۲ر مئی ۱۹۱۴ء- وفات ۹ر رجب ۱۴۱۷ھ ۲۱ر نومبر ۱۹۹۶ء] ہیں، جنھوں نے اپنے جد کریم کے ہم قدم رہتے ہوئے شریعت وطریقت پر عمل کیا اور ظاہری وباطنی علوم ومعارف کے فروغ میں قابل تقلید عملی مظاہرہ کیا۔

موجودہ دور میں علم طریقت وشریعت کے جامع شیخ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی اور قائد ملت حضرت علامہ سید محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ حسنیہ سرکارکلاں ودیگر افراد خانوادۂ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ، بسکھاری شریف اور جائس شریف سے ایک جہاں فیض یاب ہو رہا ہے۔

۱۔ مرجع سابق، ص: ۲۷، ۲۸۔

باب ہیژدہم

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان پر لکھی گئی بعض تحریروں پر نقد و نظر

اس بزم سے مقصود ہے اصلاح مفاسد

زیرنظر کتاب میں اس حصے کا اضافہ ہم اپنے بعض مخلص احباب کے پیہم اصرار پر کررہے ہیں ورنہ جن باتوں سے کسے کے کام ونام پر حرف آنے کا شبہ ہو ہم ان سے دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس حصہ کے اضافے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات اور حال ومقامات کے سلسلے میں چند خلاف واقعہ باتیں بعض تحریروں میں درآئی ہیں، یہاں ان کی نشاندہی کردی جائے تاکہ مستقبل میں آئینۂ ہندوستان علیہ الرحمہ پر تحریری کام کرنے والے حضرات ان خلاف واقعہ باتوں کو اپنی تحریروں میں نہ دہرائیں اور آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی سیرت وسوانح مثل آئینہ صاف وشفات نظر آئے۔جن قلم کار حضرات کی کتابوں میں یہ ''خلاف واقعہ باتیں'' درآئی ہیں یقیناً انہوں نے ان باتوں کو اپنی تحریروں میں خلاف واقعہ سمجھ کر شامل نہیں کیاہے، بلکہ انہوں نے آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان کی حیات وسیرت کے واقعات جمع کرنے میں اپنی بھرپور کوشش کی ہے، لیکن مواد کی کمی اور بیانات کی پیچیدگی نے قصہ دراز کردیاہے۔حق یہ ہے کہ آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی ذات جتنی بڑی اور باعظمت ہے اس لحاظ سے ان کی حیات وخدمات پر مواد کی اتنی ہی کمی ہے۔

اودھ اور لکھنوتی کے تعلق سے کچھ عجیب وغریب باتیں

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی جائے پیدائش اودھ کے تعلق سے چند ایسی باتیں پڑھنے کوملیں جو خلاف واقعہ بھی ہیں اور حیران کن بھی، یہ باتیں شائع ہوکر تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں، اگر یہ شائع نہ ہوتیں تو یقیناً ہم انھیں ذکر نہ کرتے۔

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا

کتاب ''اظہار الاخیار'' کے مصنف مولانا محمد اظہار عالم اشرفی نے لکھاہے کہ:

''سیر الاولیا کے ایک قلمی نسخہ میں ایک جگہ کاتب سے ''لکھنوتی'' لکھنے میں ''تی'' رہ کر لکھنؤ ہوگیاہے، اسی لکھنؤ کو دیکھ کر کسی صاحب نے آپ کو اودھی لکھ دیا، پھر تو '' ہر کہ آمد عمارت نو ساخت۔''بعض حضرات نے اودھی لکھنے کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے کہ آپ کے آباء واجداد لکھنؤ

کے رہنے والے تھے، والد گرامی وہاں سے آکر لکھنوتی، بنگال میں بس گئے تھے۔ بعض حضرات نے اور اضافہ کیا اور لکھا کہ آپ کی پیدائش اودھ کے لکھنؤ میں ہوئی، پلے بڑھے بھی وہیں، حالانکہ اسی سیر الاولیا میں ایسے شواہد موجود ہیں جو بانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ یہ لکھنؤ نہیں جو اودھ میں واقع ہے، بلکہ لکھنوتی ہے جو اس وقت اسلامی سلطنت کا پایۂ تخت تھا اور آج بنگال کے ضلع مالدہ میں واقع ہے۔ مثلا: درآوان جوانی کہ موئے ریش آغاز نہ شدہ بود از لکھنوتی آمدہ وسرارادت برآستانۂ سلطان المشائخ نہادہ۔ سیر الاولیا، ص ۲۴۲۔"(۱)

بڑی حیرت واستعجاب کی بات یہ ہے کہ فاضل مصنف مولانا اظہار عالم اشرفی صاحب کی مذکورہ عبارت بلا کسی لفظی ومعنوی حذف واضافہ کے فقیہ النفس حضرت مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی صاحب قبلہ کے مطبوعہ مقالہ " آئینۂ ہند سیدنا اخی سراج الدین، مصنف ہدایۃ النحو" کے حاشیہ کی عبارت کے موافق ہے۔ یہ مقالہ ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، ماہ جون ۲۰۱۵ء، جلد ۳۹، شمارہ ۶، ص:۲۶ میں شائع ہوا ہے۔ ہاں کاتب نے کچھ فرق وامتیاز ضرور کر دیا ہے مثلاً: اظہار الاخیار میں علامت مصرع "ع" لکھنے سے رہ گیا ہے، "عمارتے" کو "عمارت" لکھ دیا ہے اور ایک جگہ لکھنوتی کے بعد بنگال کا اضافہ کر دیا ہے، ایک جگہ لکھنؤ کے بعد "ہی" ترک کر دیا ہے۔ ہمارے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ مذکورہ تحقیق حضرت مفتی صاحب دام ظلہ کی ہے یا مولانا اظہار عالم اشرفی کی ہے، البتہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان پر انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو مکمل پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی بیش تر عبارتیں حضرت مفتی صاحب قبلہ کی تحریر سے ملتی جلتی ہیں۔ بہر حال اس صیغۂ راز سے یہ حضرات ہی پردہ اٹھا سکتے ہیں۔

مولانا اظہار عالم صاحب کی کتاب کا صفحۂ معلومات نشر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ فاضل مصنف صاحب، ویر کنور یونیورسٹی آرہ بہار میں فارسی ریسرچ اسکالر ہیں، مگر انھوں نے قارئین کے سامنے اپنی ریسرچ پیش کرنے میں کشادہ قلبی سے کام نہیں لیا اور یہ بتانے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ سیر الاولیا کے کس نسخہ میں "لکھنوتی" کی جگہ "لکھنؤ" لکھ گیا ہے؟ اور وہ نسخہ کس لائبریری میں ہے؟ اور وہ بزرگ کون ہیں جنھوں نے لکھنؤ لکھا دیکھا اور اس کی نسبت "لکھنوی" لکھنے کے بجائے "اودھی" لکھ دیا؟ پھر فاضل مصنف نے یہ بھی نہیں بتایا کہ وہ کون کون حضرات

۱۔ اظہار الاخیار، مولانا اظہار عالم اشرفی، ص:۱۲۱، ۱۲۲، ناشر اشرفی ایجوکیشنل ٹرسٹ درگاہ سلطان گنج پٹنہ، سال اشاعت ۲۰۱۵ء۔

ہیں جنھوں نے یہ لکھا ہے کہ: ’’آپ کے آباء واجداد لکھنؤ کے رہنے والے تھے؟‘‘ اور وہ کون کون حضرات ہیں جنھوں نے یہ اضافہ کر دیا کہ: ’’آپ کی پیدائش اودھ کے لکھنؤ میں ہوئی؟‘‘

فاضل مصنف نے آئینہ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے اودھی ہونے سے انکار کی دلیل سیر الاولیا کی درج ذیل عبارت کو بنایا ہے: ’’درآوان جوانی کہ موئے ریش آغاز نہ شدہ بود از لکھنوتی آمدہ وسرارادت بر آستانۂ سلطان المشائخ نہادہ۔‘‘ ابتدائے جوانی میں کہ داڑھی کے بال بھی نہیں نکلے تھے، لکھنوتی سے آکر سلطان المشائخ کے آستانہ پر سرارادت رکھ دیا۔

اس عبارت پر ہم نے متعدد بار نگاہ ڈالی، کوئی ایسا کلمہ ڈھونڈ نکالنے میں ہم ناکام رہے جس سے حضرت فاضل مصنف کے دعوی سے ہم اتفاق کر پاتے۔ اس عبارت سے ہم صرف اتنا سمجھ سکے ہیں کہ حضرت آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان، سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچنے کے لیے لکھنوتی سے آغازِ سفر فرمایا تھا۔ اس سے یہ قطعاً لازم نہیں آتا کہ آپ کی پیدائش لکھنوتی ہی میں ہوئی تھی۔

فاضل مصنف مذکور ایک دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں کہ: ’’آئینۂ ہند نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، مزید حصول تعلیم کے لیے اس زمانے کے حساب سے کم عمر ہی میں جب آپ کی ریش مبارک کے بال نہیں اُگے تھے، عازم سفر ہوئے، اور مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے ’’لکھنؤ‘‘ پہنچے، کچھ دنوں وہاں قیام فرمایا، بعدہ دہلی محبوب الٰہی کی بارگاہ میں حاضری نصیب ہوئی۔‘‘(۱)

مذکورہ عبارت میں فاضل مصنف نے آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں واضح لفظوں میں تحریر کیا ہے کہ: ’’آئینۂ ہند نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی‘‘، پھر سفر دہلی کا حال لکھتے ہوئے بیان کیا کہ: ’’مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے ’’لکھنؤ‘‘ پہنچے، کچھ دنوں وہاں قیام فرمایا۔‘‘ اس عبارت کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس امر کی تحقیق ضروری تھی کہ لکھنو میں آپ کے قیام کا مقصد کیا تھا؟ اور یہ قیام کسی خاص عالم وشیخ سے استفادہ یا کسی قریبی وخاندانی فرد سے ملاقات کی غرض سے تھا یا عام مسافرین کی طرح محض قیام منزل مقصود تھا؟!

۱۔ اظہار الاخیار، مولانا اظہار عالم اشرفی، ص:۱۱۹، ناشر اشرفی ایجوکیشنل ٹرسٹ درگاہ سلطان گنج پٹنہ، سال اشاعت ۲۰۱۵ء۔

مذکورہ عبارت کے تعلق سے ہم وہی بات کہتے ہیں جو حضرت فاضل مصنف نے سیر الاولیا کے ایک قلمی نسخہ کے تعلق سے کہی ہے کہ: اس عبارت میں خود حضرت فاضل مصنف سے ''لکھنوتی'' لکھنے میں ''تی'' رہ کر ''لکھنؤ'' ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آئینۂ ہندوستان رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم اپنے وطن اودھ میں ہوئی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، لیکن دہلی روانگی سے پہلے اپنی والدۂ ماجدہ سے ملاقات کے لیے اودھ سے ''لکھنوتی'' تشریف لائے اور چند ایام یہاں فرما رہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں بعض محققین کو یہ شبہ ہو گیا ہے کہ آپ مولداً و مسکناً بنگالی تھے، جن حضرات نے آپ کو اودھی یا بدایونی لکھا ہے انھوں نے آپ کی ذات کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے اور آپ کی سوانح کے تعلق سے تحقیق کا تقاضا پورا نہیں کیا ہے۔ ان محققین نے اپنے دلائل میں ایک دلیل ''سیر الاولیا'' کے اس نسخہ کو بنایا جس میں ''لکھنوتی'' لکھنے میں ''تی'' رہ کر ''لکھنؤ'' ہو گیا۔ سیر الاولیا کا ایسا نسخہ کہاں ہے؟ اس کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ جب تک وہ نسخہ نہیں مل جاتا، ان حضرات کی یہ تحقیق مکمل نہیں کہی جا سکتی۔

لطائف اشرفی پر کاتب کی مہربانیاں

غوث العالم مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے خلیفۂ اعظم حضرت شیخ نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ ملفوظات سید اشرف جہاں گیر میں ''لکھنوتی'' کے بجائے کئی جگہوں پر ''لکھنؤ'' لکھ گیا ہے۔

لطائف اشرفی میں ہے کہ: ''والدۂ ایشاں بلکھنؤ متوطن بودہ، بعد از مرور ایام و چندے از عوام جہت دیدن والدۂ خویش بلکھنؤ می رفتند۔'' آپ کی والدہ لکھنؤ (لکھنوتی) میں مقیم تھیں، کچھ ایام اور چند سال گزر جانے کے بعد آپ اپنی والدہ کی زیارت کے لیے لکھنؤ (لکھنوتی) تشریف لے جاتے تھے۔''(۱)

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی جائے پیدائش لکھنوتی [بنگال] ہونے کے قائلین حضرات ممکن ہے کہ لطائف اشرفی کی مذکورہ عبارت جس میں '' کاتب سے

۱۔ لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، حضرت نظام یمنی، ص: ۳۵۵، مکتبہ سمنانی، فردوس کالونی، کراچی پاکستان، سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء۔

''لکھنوتی'' لکھنے میں ''تی'' کے ترک سے ''لکھنؤ'' ہوگیا ہے'' کو اپنی دلیل کے طور پیش کریں، مگر یہ ان کے لیے مفید نہیں ہے، کیوں کہ اسی لطائف اشرفی میں آئینہ ہندوستان علیہ الرحمہ کا وطن و مسکن اودھ لکھا گیا ہے۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

محب محترم، ذی استعداد معاصر مدرس حضرت مولانا الفت حسین جامعی اشرفی نے اودھ کے تعلق سے اپنی تحقیق یوں پیش کی ہے: ''عارف کبیر شیخ سراج الدین عثمان اودھی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ (معروف بہ اخی آئینہ ہند اودھی) دین حق کے نیر تاباں، رشد و ہدایت کے آفتاب زماں تھے۔ آپ ساتویں صدی ہجری کے آخر میں اس وقت کے صوبۂ اودھ کے شہر لکھنو (جواب گور کے نام سے معروف ومشہور ہے اور صوبہ بنگال کے مالدہ ضلع میں واقع ہے) میں پیدا ہوئے۔''(۱)

مذکورہ عبارت میں قوسین کے مابین وضاحتی نوٹ نہ ہوتا تو ہم یہاں مولانا اظہار عالم صاحب کی بات نقل کردیتے کہ: ''کاتب سے ''لکھنوتی'' لکھنے میں ''تی'' رہ کر لکھنؤ ہوگیا ہے'' اور اپنی طرف سے یہ اضافہ کردیتے کہ: ''بنگال کی جگہ پر کاتب نے سہواً ''اودھ'' لکھ دیا ہے۔ اب ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ محبّ محترم نے اودھ، لکھنؤ، لکھنوتی اور گور جیسی مشہور جگہوں کو قدیم کتابوں میں تلاش کرنے کا اہتمام نہیں کیا ہے۔

علامہ مبارک حسین، چیف ایڈیٹر ''ماہنامہ اشرفیہ'' واستاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ لکھتے ہیں کہ: ''ولد ونشأ ببلدة لكهنوتي من ولاية اودھ۔ ''اخی سراج اودھ کے شہر لکھنوتی میں پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے۔''(۲)

شہر لکھنوتی کبھی بھی اودھ کا حصہ نہیں رہا، یہ بھی ایک تاریخی سہو ہے، جس کا ازالہ مجلس برکات کی جانب سے شائع ہونے والے ''ہدایۃ النحو'' کے تازہ ایڈیشن میں ہوجانا چاہیے۔

مصنف سیرت آئینہ ہند لکھتے ہیں کہ: ''سیر الاولیاء، اخبار الاخیار، مرآۃ الاسرار، سیر

۱۔ قاری عبدالرقیب، سیرت آئینۂ ہند، تقریظ مولانا الفت حسین جامعی، بعنوان ایک نظر حضور آئینۂ ہند پر، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، چاندنی مارکیٹ، کلیا چک مالدہ۔

۲۔ ہدایۃ النحو، مضمون: مصنف ہدایۃ النحو، علامہ مبارک حسین مصباحی، ص: ۵، مطبوعہ مجلس برکات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، سال اشاعت ۲۰۰۱ء/ ۱۴۲۲ھ۔

العارفین، اور نظامی باسری (۱) وغیرہ کتاب اردو فارسی کے مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ شیخ اخی سراج الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ کی جائے پیدائش لکھنوتی، اودھ ہے، لیکن چشتیہ سلسلہ کے اس بزرگ پیر حضرت شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کی جائے پیدائش شہر لکھنوتی یا اودھ شہر، کس شہر کو کہتے ہیں؟ ابھی تک کسی مؤرخ نے نہیں لکھا ہے اور نہ کسی نے اس کی کوئی خاص نشانی بتائی ہے۔ البتہ کسی نے بدایوں کو بتایا ہے، کسی نے پاکستان، کسی نے گوڑ بنگالہ اور کسی نے بنگلہ دیش۔ بہر حال سب نے ہی اودھی اور لکھنوتی لکھا ہے۔'' (۲)

اس کتاب میں جگہ جگہ اس قسم کے عجائب وغرائب دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ہم اس کتاب کا ذکر اپنی اس مختصر تالیف میں قطعاً نہ کرتے، لیکن اس کی اشاعت ہو چکی ہے، اور میری ناقص معلومات کے مطابق پہلا ایڈیشن ختم ہو چکا ہے، لہذا اب یہ تاریخ بن چکی ہے۔ اس لیے چند اہم باتوں کا یہاں ذکر کریں گے اور بس۔ تا کہ ممکنہ حد تک آئینۂ ہندوستان رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ کی صحیح تاریخ قارئین کی نگاہ میں آجائے۔

کہیں کہیں سے محبت کی داستاں سن لو　　　کوئی کوئی بڑا دل چسپ باب ہے اس میں

نام والد شیخ اخی سراج کے تعلق سے ایک غیر معتبر روایت

ایک کتاب میں اخبار الاخیار کے حوالے سے آپ کے والد کا نام سعد اللہ عثمان لکھا گیا ہے اور آپ کو خلیفۂ سوم امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نسل سے بتایا گیا ہے۔ جب کہ اخبار الاخیار میں مذکورہ دونوں باتیں مندرج نہیں ہیں۔

چنانچہ مصنف کتاب مذکور قاری عبد الرقیب مالدوی لکھتے ہیں کہ: ''اخبار الاخیار کے اندر لکھا ہوا ہے کہ آپ کا اسم مبارک حضرت شیخ سراج الدین عثمان اودھی، لقب اخی سراج آئینۂ ہند اور پیران پیر ہے۔ والد گرامی کا اسم مبارک شیخ سعد اللہ عثمان اودھی ہے۔ والدہ ماجدہ کا اسم شریف کسی کتاب میں اور نہ کسی کی زبان سے معلوم ہو پایا۔ آپ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خاندان میں سے انھیں کی نسل کے تھے۔'' (۳)

آئینۂ ہندوستان شیخ سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ضلع مالدہ میں سعد اللہ

۱۔ کتاب کا اصل نام ''نظامی بنسری'' ہے۔

۲۔ سیرت آئینۂ ہند، قاری عبد الرقیب، ص:۲۹، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، چاندنی مارکیٹ، کلیا چک مالدہ۔

۳۔ سیرت آئینۂ ہند، قاری عبد الرقیب، ص:۲۹، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، چاندنی مارکیٹ، کلیا چک مالدہ۔

پورنامی جگہ پر زیارت گاہ عام وخاص ہے، عوام میں یہ جگہ ''پیران پیر درگاہ'' کے نام سے بھی مشہور ومعروف ہے۔ اس جگہ کو سعد اللہ پورو پیران پیر کہنے کی وجہ کیا ہے؟ اس تعلق سے کتاب مذکور کے مصنف قاری عبد الرقیب صاحب نے لکھا ہے کہ: '' حضرت شیخ سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کو سبھی لوگ آئینۂ ہند کے لقب سے پکار رہے ہیں اور آپ اسی لقب سے جانے جاتے ہیں۔ جو لوگ پیران پیر کہہ کر یاد کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ شیخ علاء الحق گنج نبات خالدی پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ ابن اسعد لاہوری کے پیر اور شیخ طریقت ہیں اور شیخ علاء الحق گنج نبات خالدی پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ ابن اسعد لاہوری تارک السلطنت حضرت میر سید اوحد الدین اشرف جہانگیر مخدوم سمنانی وسامانی کچھوچھہ شریف رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد برحق ہیں اس لیے آپ کو سب پیران پیر بولتے ہیں اور آپ کی درگاہ معلیٰ کو پیران پیر درگاہ بولتے ہیں، اسی درگاہ کے چاروں جانب علاقوں کو سعد اللہ پور بولا جاتا ہے، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ الحاج مفتی عبد الخالق رضوی نوری مدظلہ العالی جو سرکار مفتی اعظم ہند کے مرید اور خلیفہ بھی ہیں اور مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام سوداگران بریلی شریف کے نائب شیخ الحدیث بھی ہیں، الحمد للہ ابھی باحیات ہیں، نے ۱۹۹۷ء میں جب میرے طالب علمی کا زمانہ تھا فرمایا تھا اور ابھی ۲۰۱۰ء میں بھی بیان فرمایا کہ اس جگہ کو سعد اللہ پور اس لیے کہتے ہیں کہ شیخ سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد سعد الدین عثمان اودھی جب یہاں آتے تھے اس وقت گور بنگلہ کے نام سے اس علاقے کو جانا جاتا تھا اور جب آپ نے یہاں پر چاروں طرف تبلیغ دین فرمایا اور دور دراز سے لوگ یہاں آنے لگے تو گور بنگلہ کو بھول گئے اور آپ کے والد ماجد کی طرف نسبت کر کے اس جگہ کو سعد اللہ پور کہنے لگے اور آج بھی اسی نام سے مشہور ہے۔''(۱)

مذکورہ بالا بیان سے صاف ظاہر ہے کہ شیخ اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام سعد اللہ عثمان تھا، بنگال میں ان کے نام وکام کے اتنے چرچے تھے کہ لوگوں نے وہاں کی سرزمین کا اصل نام فراموش کر دیا اور ان کے نام پر اس سرزمین کا نام رکھ دیا۔ اتنی اہم تاریخی بات کا ذکر ہمیں کسی تاریخی کتاب میں نہیں ملا۔

آئینہ ہندوستان شیخ سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی وقار کا نام، مروی

۱۔ قاری عبد الرقیب، سیرت آئینۂ ہند، ص: ۳۸، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، چاندنی مارکیٹ، کلیا چک مالدہ۔

عنہ علامہ عبد الخالق صاحب کے حوالہ سے قاری عبد الرقیب صاحب نے ''سعد الدین عثمان'' لکھا ہے جب کہ اس سے پیش تر انہوں نے اپنی کتاب کے ص:۲۹ پر اخبار الاخیار کے حوالہ سے ''سعد اللہ عثمان'' تحریر کیا ہے۔ دیکھئے! کتاب میں آٹھ صفحات کے حد فاصل نے کیا سے کیا کر دیا! شاید قاری صاحب کے بیان کرنے یا سننے میں یا پھر کمپوزنگ میں غلطی واقع ہوئی ہے کہ ''سعد اللہ عثمان'' کو ''سعد الدین عثمان'' لکھ دیا گیا ہو۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قاری صاحب کے پاس محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی اخبار الاخیار کا حوالہ موجود تھا، اگر چہ حضرت شیخ محقق کی طرف اس کا انتساب غلط ہے، یہ حوالہ اس بات کو مضبوطی فراہم کرنے کے لیے کافی تھا، اب مزید اس بات کا انتساب کسی اور ذات کی طرف کرنے کی ضرورت نہیں تھی، پھر بھی انہوں نے اپنے استاذ گرامی وقار کی طرف اس کا انتساب کیا اور پوری تفصیل درج کتاب کر دی، شاید انہوں نے اپنی بات کو مزید مستحکم کرنے کے لیے ایسا کیا ہے۔ **واللہ تعالی اعلم بحقیقۃ الحال۔**

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر ۔۔۔۔ اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے میں

ایک قابل غور بات یہ بھی ہے کہ: حضرت قاری صاحب نے مقام مزار اقدس حضرت اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کو سعد اللہ پور کہنے کی وجہ یہ لکھی کہ اس جگہ کا انتساب آپ کے والد محترم شیخ سعد اللہ کی طرف ہے۔ پھر اسی سے متصل تحریر فرماتے ہیں کہ: اس جگہ کو یہ نام حضرت اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں نے دیا ہے۔

ان کے الفاظ یہ ہیں:

''شیخ سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ جب دہلی سے تبلیغ دین کے لیے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد یہاں آئے تھے تو اپنے ساتھ بہت سی دینی کتابیں بھی ساتھ میں لائے تھے، اس لیے تشنگان علوم دور دور سے اپنی اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے یہاں پر آتے تھے اور اپنی پیاس بجھا کر واپس جایا کرتے تھے، کہتے تھے کہ یہ بنگلہ گوڑ نہیں یہ تو سعد اللہ پور ہے جب ہی سے اس علاقے کو سعد اللہ پور کہتے ہیں اور گورنمنٹ کے کاغذات میں بھی لکھا پڑھا جاتا ہے۔ آپ کا آستانہ سعد اللہ پور پیران پیر میں مرجع خلائق ہے۔''(۱)

۱۔ سیرت آئینۂ ہند، قاری عبد الرقیب، ص:۳۸، ۳۹، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، چاندنی مارکیٹ، کلیا چک مالدہ۔

عجب کچھ پھیر میں ہے سینے والا جیب وداماں کا جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ادھڑا تو یہ ٹانکا

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان کا شیخ الشیوخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کے مرید ہونے پر بحث ونظر

بنگالی زبان کی کتابوں اور ماضی قریب کی بعض تحریروں میں حضرت آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کو شیخ الشیوخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمہ کے مرید قرار دیا گیا ہے۔ ان تحریروں کے مطالعہ کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ ان قلم کار حضرات کے نزدیک شاید یہی روایت درست ہے، کیوں کہ انہوں نے سلطان المشائخ محبوب الٰہی سید محمد نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ سے بیعت وارادت والی روایت کو یا تو نظر انداز کر دیا ہے یا پھر ضمناً بیان کیا ہے، لہٰذا ان تحریروں کی یہاں نشاندہی کر دی جاتی ہے تاکہ مستقبل کے سوانح نگاران سے واقف رہیں اور راجح ودرست روایت کا انتخاب کر سکیں۔ درحقیقت ان تحریروں کی اصل غالباً آئینۂ اودھ کی وہ عبارت ہے جسے ہم نے گزشتہ اوراق میں درج کیا ہے گو کہ ہمارے پیش نظر تحریروں میں آئینۂ اودھ کا حوالہ کہیں بھی درج نہیں ہے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

مالدہ ضلع کے صوفیائے کرام پر نظر رکھنے والے ایڈوکیٹ عبد الصمد مالدوی صاحب لکھتے ہیں کہ: ’’دہلی پہنچنے کے بعد اخی سراج نے حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی اور ان کی شاگردی اختیار کر لی، وقتِ بیعت حضرت شیخ بابا فرید الدین نے اخی سراج الدین سے فرمایا کہ: ’’اس راہ میں سب سے پہلا کام علم حاصل کرنا ہے، لہٰذا علم حاصل کرو‘‘۔ اس کے بعد شیخ سراج الدین نے مولانا فخر الدین زرادی کی قربت اختیار کر لی، ان دنوں مولانا فخر الدین کو طوطی وبلبل کہا جاتا تھا۔ ان سے اخی سراج الدین نے بہت سی کتابوں کا علم حاصل کیا، لیکن اخی سراج الدین کے تکمیل علم سے پہلے ہی شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ البتہ وصال سے پہلے شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان المشائخ حضرت نظام الدین بدایونی ثم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ وصیت کر دی تھی کہ: ’’وہ اخی سراج کو اپنے شاگردی میں لے لیں اور ان کو خلافت دے دیں۔‘‘ اخی سراج نے اس کے

بعد سلطان المشائخ کی خدمت میں تین سال تک تعلیم حاصل کی۔ پھر شیخ نظام الدین سلطان الاولیا نے ان کو خلافت عطا کر دی۔'' (۱)

محترم وکیل صاحب نے مذکورہ بالا باتیں ایک اردو کتاب سے ماخوذ کی ہیں، حسن اتفاق تھا کہ کتاب کی جلد وسرورق غائب اور اندرونی صفحات میں بھی کتاب کا نام نہیں تھا، وکیل صاحب کو یہ کتاب نور الاسلام ابن مرحوم عبد اللطیف نامی کسی صاحب سے ملی تھی۔ انہوں نے بتایا تھا کہ کتاب کا نام ''حسین الدین احمد منعمی چشتی'' ہے۔'' (۲)

مذکورہ عبارت میں محترم وکیل صاحب نے یہ اعتراف کیا ہے کہ: آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے عالم ربانی حضرت علامہ فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا تھا۔ علامہ زرادی اخبار الاخیار مترجم کے مطابق ۶۵۱ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اس لحاظ سے شیخ الشیوخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت ان کی عمر صرف، تقریبا ۱۴ سال کی تھی، اس عمر میں آپ دہلی نہیں آئے تھے، بلکہ ہانسی میں علم حاصل کر رہے تھے، سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ نے شیخ الشیوخ کے وصال کے بعد، حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب پر حاضری دی تھی، سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں برسہا برس اکتساب فیض کے بعد اپنی عمر کے آخری حصہ میں آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو زیور علم سے آراستہ کرنا شروع کیا تھا۔ اندازہ یہ ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ کے وصال کے تقریبا ۴۰ سال کے بعد حضرت اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ زرادی سے اکتساب علم کیا تھا۔ حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ نے آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو جس دولتِ علم کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنی خلافت سے محروم رکھا تھا اسی دولت علم کو حضرت اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے ترغیب دلانے کے باوجود تقریبا چالیس کے بعد حاصل کیا؟! یہ فہم وادراک سے بالاتر بات ہے۔

ایڈوکیٹ صاحب اگر سیر الاولیا کا امعان نظر سے مطالعہ کر لیتے تو ان جیسے محقق کو یہ

۱۔ بنگلہ سے اردو ترجمہ، ضلع مالدار پیر فقیر دیر کتھا، ایڈوکیٹ عبد الصمد، ص:۵۸، بنی آدم پرکاشنی، حسین پور گوال پارہ، مالدہ، سال اشاعت ۱۹۸۶ء۔

۲۔ نفس مرجع، نفس صفحہ۔

بات لکھنے میں فکر وتدبیر پر مجبور ہونا پڑتا۔

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

مولانا الفت حسین جامعی لکھتے ہیں کہ: ''زمانۂ طفولیت عبور کرنے کے بعد عنفوان شباب ہی میں حصول علم ظاہری وطلب سلوک کے ارادہ سے دہلی کا سفر کیا جہاں مملکت روحانیہ کے شہنشاہ عارف باللہ فنا فی رسول اللہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی، پھر انھیں سے شرف بیعت حاصل ہوا، اور دیکھتے ہی دیکھتے محبوب ترین مرید بن گئے، مگر خلافت سے نہیں نوازا، اس لئے کہ اس وقت آپ علوم ظاہری سے ناآشنا تھے۔ پیرو مرشد کے وصال کے بعد ان کے جلیل القدر خلیفہ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محمد بن احمد بن علی بخاری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں آکر صاحب حال وقال بزرگوں کے ساتھ شریک ہو گئے۔''(۱)

مذکورہ تحریر سے واضح ہو رہا ہے کہ اخی سراج رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے دہلی میں ہوئی تھی، اور چند دن کی صحبت ہی سے آپ محبوب ترین مرید بن گئے تھے، اور اپنے شیخ کے وصال کے بعد حضرت سلطان الاولیا شیخ نظام الدین کی خانقاہ میں حصول علم وتربیت کے لیے تشریف لائے تھے۔

شیخ الشیوخ بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے پیر ومرشد، قطب العالم شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال دہلی میں ۱۲۳۵ء مطابق ۶۳۲ھ میں ہوا، شیخ کی پیش گوئی تھی کہ میرے انتقال کے وقت فریدالدین مسعود دہلی میں نہیں رہے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، وقت وصالِ شیخ قطب الدین بختیار کاکی حضرت شیخ الشیوخ ہانسی میں تھے، بعد وصال دہلی تشریف لائے، دہلی میں چند ایام آپ کا قیام رہا پھر آپ ہانسی آگئے، ہانسی میں آپ کا قیام تقریبا ۱۲ سال تک رہا، پھر اجودھن موجودہ پاک پٹن پنجاب، پاکستان چلے گئے اور ساری زندگی وہیں تبلیغ وارشاد میں صرف کر دی۔

یہ پہلو بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اکتساب فیض کے لیے شیخ الشیوخ کے پاس اجودھن جایا کرتے تھے، شیخ الشیوخ کی حیات طیبہ میں کم از کم تین

۱۔ سیرت آئینۂ ہند، قاری عبدالرقیب، تقریظ مولانا الفت حسین، ص: ۲۵، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، چاندنی مارکیٹ، کلیا چک مالدہ، سال اشاعت ۲۰۱۱ء۔

بار آپ اجودھن تشریف لے گئے، اگر حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں تشریف رکھتے تو آپ کو اجودھن جانے کی کوئی حاجت نہیں تھی، اس لحاظ سے یہ کہنا درست ہونا چاہیے کہ شیخ الشیوخ بابا فریدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، شیخ اخی سراج الدین کے سال ولادت ۶۵۶ھ میں دہلی میں نہیں تھے اور نہ ہی اس کے بعد دہلی قیام فرما ہوئے۔ لہٰذا اب تاریخی اعتبار سے یہ کہنا درست نہیں ہونا چاہیے کہ: حضرت اخی سراج الدین ''حصول علم ظاہری وطلب سلوک کے ارادہ سے دہلی کا سفر کیا جہاں **مملکت روحانیہ کے شہنشاہ عارف باللہ فنا فی رسول اللہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر** رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی پھر انھیں سے شرف بیعت حاصل ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے محبوب ترین مرید بن گئے۔'' **واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔**

حضرت مولانا جامعی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ: ''پیر و مرشد حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے حلقۂ ارادت میں داخل کرنے کے بعد خرقۂ خلافت عطا کرنے کو علم ظاہری کے حصول پر موقوف فرمایا تھا، لیکن اب جب کہ علم ظاہری میں دسترس حاصل کر چکے تھے تو پیر و مرشد کا سایہ اٹھ چکا تھا، مگر دنیائے فانی سے جاتے جاتے آپ نے اپنے اجل وارشد خلیفہ سلطان المشائخ کو وصیت کی تھی کہ میرا سراج جب خلافت کا اہل ہو جائے تو خرقۂ خلافت عطا کر دینا، بایں سبب سلطان المشائخ نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرما کر والہانہ محبت کے ساتھ سینہ سے لگایا اور غایت محبت سے ''اخی سراج'' کہہ کر پکارا۔''(۱)

سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ۶۵۹ھ میں خلافت ملی، اس وقت حضرت اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی عمر محض چار سال کی تھی، اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ حضرت اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ اپنی عمر کے چار سال مکمل ہونے سے پہلے ہی شیخ الشیوخ بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہو گئے تھے! یہ بات کسی صورت قابل قبول معلوم نہیں ہوتی۔

یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ شیخ الشیوخ بابا فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے اتنے قلیل العمر بچہ کو مرید کیا! اور ان کے دل میں اس بچہ کو خلافت سے نواز دینے کی خواہش بھی بیدار رہی، مگر جب خلافت کے لیے علم مطلوب سے ان کو آراستہ نہیں پایا تو اپنے محبوب خلیفہ حضرت

۱۔ سیرت آئینۂ ہند، قاری عبدالرقیب، تقریظ مولانا الفت حسین جامعی، ص:۲۶، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، چاندنی مارکیٹ، کلیا چک مالدہ، سال اشاعت ۲۰۱۱ء۔

سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت سے نوازدینے کی وصیت کردی!
یہ بات بھی حلق سے اترنے والی معلوم نہیں ہوتی، کیوں کہ اس عمر میں بچے عموماً تحصیل علم کی
ابتدا بھی نہیں کرتے چہ جائے کہ حصول خلافت کے لائق علم حاصل کریں۔

ع آسماں راحق بود گر خوں ببارد بر زمیں

حضرت مولانا جامی صاحب کی مذکور بالا تحریر سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ
سلطان المشائخ حضرت نظام الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ
علیہ کو ''اخی سراج'' کا خطاب بوقت عطائے خلافت دیا تھا۔ ہمیں اس قول کی سند سے واقفیت نہ
ہوسکی، بلکہ اس کے برخلاف سیر الاولیا وغیرہ کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حصول علم اور خلافت
ارزانی سے پہلے ہی اخی سراج سے مشہور و معروف تھے۔

مقامات آہ وفغاں اور بھی ہیں

قاری عبد الرقیب مالدوی لکھتے ہیں کہ: ''حضرت مخدوم شیخ اخی سراج الدین عثمان
اودھی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے مشہور و معروف اولیائے کرام میں ہیں، آپ حضرت سلطان
الہند خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ
اللہ علیہ کے مرید تھے، اور آپ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے
خلیفہ تھے۔''(۱)

مذکورہ بالا تحریر میں قاری عبد الرقیب صاحب نے یہ واضح طور پر لکھا ہے کہ شیخ الشیوخ
حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ
علیہ کے دوسرے خلیفہ تھے، آئینہ ہندوستان اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ ان ہی کے مرید
تھے اور سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے؟! جب
کہ خود قاری صاحب ہی نے اس سے متصل عبارت میں شیخ مسعود گنج شکر کو حضرت شیخ قطب
الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ لکھا ہے۔

ع ایں چہ بوالعجبی است۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: ''خلیفہ ہونے کا شجرہ کچھ اس طرح ہے۔ حضرت سلطان الہند
خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین

۱۔ سیرت آئینۂ ہند، قاری عبد الرقیب، ص: ۲۸، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، چاندنی مارکیٹ، کلیا چک مالدہ، سال اشاعت ۲۰۱۱ء۔

بختیار کاکی اوشی چشتی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے خلیفہ حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنج شکر چشتی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے خلیفہ محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء بدایونی چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلیفہ خواجہ شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔'' (۱)

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں　　　　تو ہائے گل پکار، میں چلاؤں ہائے دل

ممکن ہے کہ حضرت قاری صاحب نے شیخ مسعود فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ، اس لیے لکھا ہو کہ؛ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خلعت سے نوازا تھا۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ: '' آپ عارف باللہ فنافی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آداب طالبین ،فقرات عشرۂ کاملہ، ریاضت ومجاہدات سے باطنی علوم کی راہ ہموار کرتے رہے۔(مذکورہ تفصیلات ''سراج الحق والدین'' نامی کتاب سے لی گئی ہیں)۔'' (۲)

مذکورہ تحریر میں قاری صاحب نے یہ واضح کر دیا کہ آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ حضرت مخدوم شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر سے نہ صرف بیعت تھے، بلکہ آپ کی باطنی تربیت بھی ان ہی کے ذریعے ہموار ہوئی تھی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے آداب طالبین، ''فقرات عشرۂ کاملہ'' اور ریاضت ومجاہدات کی تربیت حاصل کی تھی۔فقرات عشرۂ کاملہ کی اصطلاح پہلی بار ہماری نظر سے گزری ہے۔اس اصطلاح کے لیے ہم نے اصل مرجع ''سراج الحق والدین'' نامی کتاب کی طرف رجوع کرنے کی کوشش کی۔تلاش بسیار کے باوجود ابھی تک ہمارے علم میں یہ نہ آسکا کہ اس کتاب کا مصنف کون ہے؟ کتاب کی زبان کون سی ہے؟ اور کہاں سے چھپی ہے؟

حاصل کلام یہ ہے کہ شیخ الشیوخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہونے والی بات روایتاً کمزور اور عقلاً ودرایتاً ناقابل قبول ہے۔لہٰذا تاریخی شواہد وقرائن کی روشنی میں ہمیں یہ کہنے میں کوئی جھجھک نہیں ہے کہ یہ قول درست نہیں ہے۔**واللہ تعالیٰ بحقیقۃ الحال وإلیہ یرجع المآب والمآل۔**

۱۔مرجع سابق، نفس صفحہ۔

۲۔سیرت آئینۂ ہند، قاری عبدالرقیب، ص: ۳۰، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، چاندنی مارکیٹ، کلیا چک مالدہ، سال اشاعت ۲۰۱۱ء۔

ایک غیر مستند بات

آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ، سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہت کم عمری میں حاضر ہوئے تھے، جسے بعض نے ''عین جوانی'' اور بعض نے ''عنفوان شباب'' کے لفظوں سے تعبیر کیا ہے۔ ان الفاظ سے عمر کا صحیح اندازہ لگا پانا ایک مشکل امر تھا، اس میں غلطی کا بھرپور امکان تھا، اس لئے ان حضرات مؤرخین نے ان الفاظ کے ساتھ ساتھ یہ وضاحت بھی پیش کردی ہے کہ ''چہرے پر داڑھی کے بال ظاہر نہیں ہوئے تھے۔'' مؤرخین کرام نے دربار سلطان المشائخ میں حاضری کے وقت شیخ اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی عمر کا بیان اس درجہ اعلی اہتمام کے ساتھ کیا ہے۔ **فللّٰہ الحمد!** مگر ان مؤرخین میں سے کسی نے یہ نہیں لکھا ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی اس کم عمری کو دیکھتے ہوئے سلطان المشائخ نے انھیں لکھنوتی واپس بھیج دیا تھا، وہ اپنی والدہ کے پاس کچھ ایام گزارنے کے بعد دوبارہ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں واپس گئے تھے۔ یہ بات ہمیں صرف شاہ بذل رحمٰن کرمانی صاحب کی کتاب ''گور پنڈ وارتین پیریر اتیہاس'' میں نظر آئی، اس کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب میں ہمیں تلاش وجستجو کے بعد بھی یہ بات نہیں ملی۔

شاہ بذل رحمٰن کرمانی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''کم عمر لڑکا کہیں گھبرانہ جائے، اس لیے سلطان المشائخ نے داخل سلسلہ کرنے کے کچھ عرصہ کے بعد ہی ان کو ان کی والدہ کے پاس لکھنوتی واپس بھیج دیا تھا، یہاں کچھ ایام اپنی والدہ کے ساتھ قیام کرنے کے بعد شیخ سراج الدین دوبارہ اپنے مرشد کے پاس دلی واپس ہوئے تھے۔'' (۱)

شاہ بذل رحمٰن کرمانی صاحب کی یہ **تحقیق** قدیم بنیادی مراجع ومصادر کے موافق نہیں ہے، بلکہ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے خلاف ہے۔ شیخ محقق علی الاطلاق نے لکھا ہے کہ آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ چند برس سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارنے کے بعد لکھنوتی واپس ہوئے تھے۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ: ''بعد از چند سال برائے دیدن والدہ بمقام لکھنوتی کہ الآن

۱۔ بنگلہ سے اردو ترجمہ۔ گوڑ پنڈ وارتین پیریر اتیہاس، سید شاہ بذل رحمٰن کرمانی، ص: ۶۵، ناشر خوشتی گیری درگاہ شریف، باتیکار، ضلع بیر بھوم، سن اشاعت ۲۰۱۱ء۔

بگور مشہور است میرفت وباز بخدمت می رسید۔'' (شیخ اخی سراج الدین، سلطان المشائخ کی خدمت میں،) چند سال گزارنے کے بعد لکھنوتی جس کا موجودہ نام گور ہے، اپنی والدہ کی زیارت کے لئے واپس آئے تھے، پھر خدمت شیخ میں واپس ہو گئے تھے۔''(۱)

یہی قول حضرت شیخ نظام یمنی علیہ الرحمہ نے بھی لطائف اشرفی میں نقل کیا ہے۔

علامہ شیخ محمد بن مبارک نے لکھا ہے کہ حضرت اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ ہر سال اپنی والدہ کی زیارت کے لیے لکھنوتی آیا کرتے تھے۔

سیر الاولیا میں ہے کہ: ''بعد ہر سال دیدنِ والدۂ خود را در لکھنوتی برفتے وباز بحضرت سلطان المشائخ پیوستے۔'' اختتام سال پر اپنی والدہ کی زیارت کے لیے لکھنوتی جاتے پھر سلطان المشائخ کی خدمت میں واپس آجاتے۔''(۲)

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق دہلوی اور علامہ شیخ محمد بن مبارک کرمانی علیہما الرحمہ کے اقوال میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ پہلی مرتبہ دہلی میں چند سال گزارنے کے بعد لکھنوتی تشریف لائے پھر ہر سال لکھنوتی آنا اپنا معمول بنا لیا اور یہ عمل آپ کی والدہ کی حیات تک جاری رہا۔

دوبارہ دہلی واپسی کے بعد دربار شیخ سے اپنی والدہ کی ملاقات کی غرض سے سالانہ لکھنوتی آنے کا ذکر، سید شاہ بذل رحمٰن کرمانی صاحب نے اسی طرح کیا ہے جس طرح صاحب مرآۃ الاسرار نے کیا ہے۔

خلاصۂ کلام:

یہ ہے کہ حضرت اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ بیعت وارادت کے بعد چند سال اپنے شیخ کی خدمت میں رہے، پھر باجازت شیخ اپنی والدہ کی زیارت کے لیے لکھنوتی چلے آئے، پھر دوبارہ جب اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اپنی زندگی کا یہ معمول بنا لیا کہ جب تک والدہ بحیات رہیں وہ سال کے اختتام پر ان کی زیارت کے لیے حاضر ہو جایا کرتے تھے۔

۱۔ اخبار الاخیار فارسی، شیخ محدث عبد الحق دہلوی، ص ۸۴، ۸۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی سن اشاعت ۱۲۸۰ھ۔
۲۔ سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی کرمانی، ص: ۲۸۸، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

شیخ اخی سراج الدین کی طرف ایک غیر واقعی بات کا انتساب

قاری عبدالرقیب مالدوی نے ایک عجیب سی بات لکھی ہے کہ آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ، سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے چھپ چھپا کر رہا کرتے تھے۔ چھپنے کی وجہ انہوں نے یہ لکھی ہے کہ حضرت اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ خدمت شیخ میں کہیں آپ سے کوئی بے ادبی نہ ہو جائے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''آپ [آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان] اکثر حضرت محبوب الٰہی کی نظر سے چھپ کر رہتے تھے اور بہت زیادہ ڈرتے تھے تاکہ حضرت کی کوئی بے ادبی نہ ہو جائے اور حضرت کے دربار میں جتنے زائرین آتے تھے ان کی خدمت کرتے تھے تاکہ حضرت خوش ہو جائیں۔ اس لیے کہ حضرت اپنے مریدین و معتقدین سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ زائرین کی خدمت کرتے اور حضرت محبوب الٰہی کی نظر سے چھپ چھپ کے باورچی خانے کا برتن صاف کرتے تھے۔''(۱)

قاری صاحب کی مذکورہ تحریر شیخ محمد بن مبارک علوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر و مشاہدہ کے خلاف ہے کہ انہوں نے آئینہ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو خدمت سلطان المشائخ میں اہل و عیال، خویش و اقارب اور دنیا و مافیہا سے بے تعلق ہو کر اکثر اوقات حاضر رہنے والا قرار دیا ہے۔ انہوں نے مہمانوں یا باورچی خانے کا ذکر نہیں کیا ہے، ممکن ہے کہ حضرت اخی سراج الدین یہ کام بھی انجام دیتے رہے ہوں، مگر اصل خدمت وہ تھی جو وہ کر رہے تھے کہ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی خاص خدمت کے لیے اپنے آپ کو ''مجرد الحال'' اور ''فارغ البال'' بنا لیا تھا۔

محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے دل میں عقیدت و محبت بسائے ہوئے سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، سلطان المشائخ سے اکتساب فیض ان کا مقصد حیات تھا، پھر منبع فیض سے پوشیدہ رہنا، ان کی مجلس سے دور رہنا عقل سے بالاتر بات ہے۔

گذشتہ اوراق میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ بعض مؤرخین نے شیخ الشیوخ بابا فرید

۱۔ سیرت آئینۂ ہند، قاری عبدالرقیب، ص: ۳۲، ۳۳، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، چاندنی مارکیٹ، کلیا چک مالدہ۔

الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے کہا ہے کہ انہوں نے حضرت آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو علم نہ ہونے کی وجہ سے خلافت نہیں دی تھی، اور حضرت سلطان المشائخ کو علم سکھانے اور خلافت سے بھی شرف یاب کرنے کی وصیت کی تھی۔ اس قول کی روشنی میں دیکھیں تو حضرت اخی سراج الدین کا مقصد سلطان المشائخ کے دربار میں حصول علم و خلافت تھا اور متعلّم، معلم سے چھپ کر رہے۔ یہ بات عقل وفہم سے پرے معلوم ہوتی ہے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کوئی اگر یہ کہے کہ: سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے ایک بار بہت سے مریدوں کو خلافت مل چکی تھی، اُس بار کی فہرست خلفا میں حضرت اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا نام شامل نہیں تھا، پھر جب دوبارہ کچھ اور احباب کو خلافت کے لیے منتخب کیا گیا تو اس فہرست میں آپ کا نام شامل کیا گیا، لیکن آپ کے پاس ظاہری وکسبی علم نہ ہونے کی وجہ سے اس بار بھی خلافت سے آپ محروم رہ گئے۔ یہ ایک حیرت کن بات ہوگی اور ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں ہوگی۔

ذیل میں ہم قاری عبد الرقیب مالدوی کی کتاب کا ایک اقتباس نقل کر رہے ہیں جس سے اسی ناقابل قبول بات کا تاثر ملتا ہے۔ اس تحریر میں کہا گیا ہے کہ جس مجلس میں آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان کو خلافت سے شرف یاب کرنے کی بات آئی تھی اس مجلس میں پہلے سے خلافت یافتہ بہت سے افراد موجود تھے اور علامہ شیخ فخر الدین زرادی سلطان المشائخ کے مخصوص خلیفہ کی حیثیت سے وہاں موجود تھے۔

دوسری حیران کن بات یہ ہے کہ درج ذیل تحریر میں یہ بھی کہا ہے کہ خانقاہ میں موجود سارے مریدین و معتقدین کو سلطان المشائخ ایک ایک کر کے خلافت بانٹ رہے تھے۔ تیسری حیران کن اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ ساری باتیں سیر الاولیا کے مصنف علامہ شیخ محمد بن مبارک کرمانی علوی کی طرف منسوب کر کے کہی گئی ہیں جبکہ سیر الاولیا میں ان باتوں کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔

قاری عبد الرقیب مالدوی نے لکھا ہے کہ: ’’حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ میں جتنے مقیم مریدین ومعتقدین رہتے تھے سب کو بلوایا

اور خلافت نامہ دینے کا اعلان کیا، جب سب حاضر خدمت ہو گئے تو آپ ایک ایک کر کے خلافت نامہ دینے لگے جب حضرت شیخ اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا وقت آیا تو آپ کو دیکھ کر حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''مجھے بہت افسوس ہے کہ میں ان کو اپنے پیر و مرشد کی وصیت کے مطابق خلافت نہیں دے سکتا ہوں، اس لیے کہ یہ ظاہری علم حاصل نہیں کئے ہیں اور خلافت کے لیے ظاہری علم حاصل کرنا شرط ہے''، اس وقت دربار سلطانی میں بہت بڑے بڑے اپنے وقت کے مایہ ناز علمائے دین و مفتیان دین و ملت اور محدثین کرام تشریف فرما تھے، ان ہی میں سے بہت سے حضرت کے مریدین و معتقدین بھی موجود تھے اور بہت سے خلفائے کرام بھی موجود تھے۔ اسی جماعت و محفل میں ایک مخصوص خلیفہ، عالم، مفتی، صوفی، پیر کامل، مرشد برحق حضرت علامہ و مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ (مذکورہ باتیں سیر الاولیاء نام کی کتاب سے لی گئی ہیں)۔''(۱)

ایک نادر انداز تحقیق

پیر طریقت شاہ بذل رحمٰن کرمانی صاحب نے اپنی کتاب ''گور پنڈ وارتین پیریر اتیہاس'' میں اس موقع پر کچھ باتیں ''**نادر انداز تحقیق**'' میں پیش کی ہیں، طوالت کے خوف سے پوری عبارت کا ترجمہ نہ کر کے ہم اس کا خلاصہ نذر قارئین کر رہے ہیں: ''سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں اس بات کا زور و شور سے تذکرہ چل رہا تھا کہ شیخ علاء الحق پنڈوی کو قابو کرنے کے لیے کسی نہ کسی کو پنڈوہ شریف بھیجا جانا چاہیے، سلطان المشائخ کے دل و دماغ میں اخی سراج الدین ہی کا نام آ رہا تھا، آخر کار سلطان المشائخ نے اخی سراج الدین کو بنگال بھیجنے کا عزم مستحکم کر لیا اور'' **بنگال کے لیے دوبارہ ازسر نو خلافت نامہ تحریر کر دیا**'' پہلا خلافت نامہ اخی سراج الدین نے اپنے پیر بھائی شیخ نصیر الدین محمود کے ذریعہ اودھ بھیج دیا تھا۔

دوبارہ خلافت نامہ ملنے کے بعد اخی سراج الدین نے اپنے آپ کو بنگال کے لیے تیار کر لیا، لیکن جب بھی سفر بنگال کا خیال آتا ایک انجانا سا خوف دل میں سما جاتا۔ اخی سراج الدین کی یہ کیفیت دیکھ کر سلطان المشائخ نے ان کے سر پہ ہاتھ رکھا اور فرمایا: ''اخی! ڈرو نہیں، ہمت جماؤ، جو اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں لگا دیتا ہے اسے کوئی خوف نہیں ہوتا۔'' سلطان المشائخ

۱۔ سیرت آئینۂ ہند، قاری عبد الرقیب، ص: ۳۳، ۳۴ مطبوعہ مسلم بک ڈپو، چاندنی مارکیٹ، کلیا چک مالدہ۔ ملتقطاً۔

کی ان باتوں کو سن کر اخی سراج الدین کو خوشی حاصل ہوئی اور وہ بنگال کے لیے تیار ہو گئے۔

ایک روز روانہ ہونے کا ارادہ کر کے سلطان المشائخ کی خدمت میں عاجزی سے عرض گزار ہوئے: وہاں ایک مشہور دولت مند عالم رہتے ہیں، سنا ہے کہ وہ درویشوں اور فقیروں کو استہزا کی نظر سے دیکھتے ہیں، یقیناً وہ میری مخالفت کریں گے۔

سلطان المشائخ نے مسکراتے ہوئے کہا: مجھے سب معلوم ہے، وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا، تم دیکھوگے، ایک دن وہ آئے گا کہ وہ تمہارا مرید اور سب سے بڑا خادم ہوگا، بوقت ضرورت میرا تصور کرنا، میں تمہاری مدد کروں گا، اس کے علاوہ تمہارے دادا پیر شیخ فرید الدین گنج شکر، شیخ بختیار کاکی اور سلطان الہند کی خصوصی نگاہ کرم تم پر ہوگی۔

اپنے شیخ سلطان المشائخ کی زبانی ان کلمات کو سن کر حضرت اخی سراج الدین کے دل میں سفر بنگال کا جوش بڑھ گیا اور وہ روانہ ہونے کے لیے مکمل تیار ہو گئے، **مگر اب مرشد کی اجازت ملنے میں تاخیر ہونے لگی، شیخ نظام الدین روزانہ کہتے: اخی! آج نہیں، کل جانا، اس طرح سے سلطان المشائخ ٹالتے رہے**، ایسا لگ رہا تھا کہ آپ کا دل اخی سراج الدین کو جدا کرنا نہیں چاہتا تھا اور وقت گزرتا جاتا تھا۔

ایک دن ایسا آیا کہ سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا اور اخی سراج الدین کا ارادۂ سفرِ بنگال ملتوی ہو گیا، وصال شیخ کے بعد حضرت اخی سراج الدین روضۂ شیخ پر اوراد و وظائف میں مشغول رہنے لگے، چند سالوں کے بعد آپ کو محسوس ہوا کہ شیخ کی طرف سے مجھے بنگال جانے کا اشارہ مل رہا ہے پھر آپ بنگال تشریف لائے۔(۱)

شاہ صاحب قبلہ نے مذکورہ باتوں کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا ہے۔ہم نے ان باتوں کی اصل تلاش کرنے کی اپنی سی کوشش کی، مگر کامیابی نہیں ملی۔

حضرت شاہ صاحب قبلہ کی کئی باتیں ایسی ہیں جو بظاہر متضاد اور افسانہ معلوم ہوتی ہیں، مثلا: سلطان المشائخ نے اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بنگال کے لیے خصوصی خلافت نامہ عطا کیا، اس کے باوجود جب انہوں نے خوف محسوس کیا تو سر پہ ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں، اس دعا سے ایک گونہ خوشی تو حاصل ہوئی مگر دل سے خوف دور نہیں ہوا، آخر کار اخی سراج الدین نے

۱۔ بنگلہ سے اردو ترجمہ ملخصاً۔ گوڑ پنڈوا رتین پیر یرا اتیہاس، سید شاہ بذل رحمٰن کرمانی، ص: ۷۰، ۷۱، ۷۲، ناشر خوشٹی گیری درگاہ شریف، باتیکار، ضلع بیر بھوم، سن اشاعت ۲۰۱۱ء۔

برملا زبان سے اظہار کر دیا کہ: شیخ علاء الحق یقیناً میری مخالفت کریں گے، پھر سلطان المشائخ نے خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر خود اپنے فیضان نظر تک کا بھروسہ دلایا اور سونے پر سہاگہ یہ کہ مژدۂ بیعتِ شیخ علاء الحق بھی سنا دیا۔ اتنی دعائیں، تسلیاں اور پیش گوئیاں صرف اس لیے سنائی گئیں کہ اخی سراج الدین سفر بنگال کے لیے روانہ ہو جائیں اور ان کے دل میں کسی قسم کا خوف باقی نہ رہے، اب جب کہ اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ بنگال جانے کے لیے آمادہ ہو گئے اور اس سفر کے لیے آپ کے دل میں جوش و ولولہ بھی جاگ اٹھا تو اب سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے ٹال مٹول کرنا شروع کر دیا اور آج کل کرتے کرتے روانگی بنگال کا وقت دراز سے دراز تر ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو مجھ جیسے کم سواد کی فہم سے دور ہیں۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے، لب پہ آ نہیں سکتا　　　　محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

اچھوتی تحقیقات

قاری عبد الرقیب مالدوی نے اپنی کتاب ''سیرت آئینۂ ہند'' میں ''اپنی **اچھوتی تحقیقات**'' پیش کی ہیں، ہم ان ساری باتوں کو یہاں پیش کر کے اپنی اس مختصر کو تطویل لاطائل کا مصداق بنانا نہیں چاہتے، صرف دو باتیں پیش ہیں جو انہوں نے بحوالہ لکھی ہیں:

پہلی بات: وہ رقم طراز ہیں کہ:

''ایک قطب نے سلطان المشائخ کی خدمت میں شکایت کی کہ بنگال میں علاء الحق پنڈوی سب کا علم سلب کر رہے ہیں، سلطان المشائخ نے اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مصلّا اور لوٹا دے کر بھیجا اور فرمایا کہ: ''اس بات کا بھی خیال رکھنا کہ جب تم کو علاء الحق پنڈوی وضو کرنے کے لئے تالاب جانے کے لئے کہیں تو اپنا ہاتھ اس میں مت ڈالنا، اس میں لوٹا ڈال دینا، جاؤ، اللہ تم کو کامیابی عطا فرمائے گا، یہ وصیت فرما کر آپ نے حضرت شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گوڑ بنگلہ کی طرف رخصت کیا۔''(۱)

قاری صاحب قبلہ نے ''سراج الحق والدین'' اور ''خزینۃ الاصفیا'' کا حوالہ بلا تعیین جلد وصفحہ پیش کیا ہے۔ خزینۃ الاصفیا میں یہ باتیں موجود نہیں ہیں اور سراج الحق والدین نامی

۱۔ سیرت آئینۂ ہند، قاری عبد الرقیب، ص: ۴۰، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، چاندنی مارکیٹ، کلیا چک مالدہ۔

کتاب ہمارے لیے غیر معروف ہے۔

دوسری بات: قاری صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حضرت شیخ اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر بھائی حضرت شیخ نصیر الدین محمود کو لے کر بنگال کی طرف روانہ ہوئے، دہلی اتر پردیش اور بہار ہو کر سفر کرتے ہوئے آپ گوڑ مالدہ پہنچے۔''(۱)

اپنی مذکورہ بالا بات کے لیے انہوں نے ''سیر الاولیا'' اور ''ضلع مالدہ کے پیر فقیر'' نامی کتابوں کا حوالہ بلا تعیین جلد و صفحہ پیش کیا ہے۔ سیر الاولیا میں کہیں یہ نہیں لکھا ہے کہ: اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ نے بنگال کا سفر فرمایا، اور 'ضلع مالدہ کے پیر فقیر' نامی کتاب سے اگر ان کی مراد ایڈوکیٹ عبد الصمد کی 'ضلع مالدار پیر فقیر دیر کتھا'' ہے تو اس کتاب میں بھی یہ بات مندرج نہیں ہے۔ **اللہ أعلم بحقیقۃ الحال۔**

آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ پر گئی جملہ تحریروں کا اگر تنقیدی جائزہ لیا جائے تو اس کے لیے درجنوں صفحات سیاہ کرنے پڑیں گے۔ ہم نے مشتے نمونے از خروارے بطور تمثیل پیش کر دی ہے۔ محققین اس کام کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔

یہ قصۂ لطیف ابھی ناتمام ہے ـــــ جو کچھ بیان ہوا آغاز باب تھا

۱۔ سیرت آئینۂ ہند، قاری عبد الرقیب، ص: ۴۱، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، چاندنی مارکیٹ، کلیا چک مالدہ۔

تعارف مصنف - ایک نظر میں

❁ **نام:** عبدالخبیر ابن مطیع الرحمان۔

❁ **پیدائش:** ضلع اتر دیناج پور کی ایک دیہات ''مہان خاں'' علاقہ اسلام پور میں ۴/اپریل ۱۹۷۹ء کو ہوئی۔

❁ **متوسطات کی تعلیم:** ۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۴ء مالیگاؤں، مہاراشٹر میں رہ کر حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے لیے اتر پردیش کا رخ کیا۔ جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ میں داخل ہوا۔

❁ **فضیلت:** جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ میں فضیلت کی تکمیل کے بعد، قبل دستار بندی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور میں داخلہ لیا اور یہاں سے دوبارہ فضیلت کا کورس مکمل کیا۔ اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ کی سب بڑی وجہ بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ کی ذات تھی جن کا ذکر آپ کے ہمدرس اور رفیق خاص علاقۂ اسلام پور کے مرشد اعظم اشرف الاولیاء حضرت سید مجتبیٰ اشرف علیہ الرحمہ اکثر کیا کرتے تھے۔ یہاں آکر حضرت بحر العلوم سے روابط مضبوط ہوئے۔

❁ **تحقیق فی الافتاء:** اشرفیہ مبارک پور سے تکمیل فضیلت کے بعد دوسال مسلسل حضرت بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ کی خدمت میں گزارے۔ اس دوران مشق افتاء، تحقیق فتاوی نقل فتاوی اور دیگر علوم سے حضرت نے خوب مالا مال فرمایا اور حضرت نے ''تحقیق فی الافتاء'' کی دستار باندھی۔

❁ **مشاہیر اساتذہ:**

☆ بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ۔

☆ نائب مفتی اعظم ہند مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ [شرف تلمذ بختم بخاری]۔

☆ حضرت علامہ مفتی عبدالجلیل اشرفی علیہ الرحمہ۔

☆ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری۔

☆ صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی۔

☆ حضرت علامہ عبدالخالق اشرفی، صدر المدرسین جامع اشرف کچھوچھہ شریف۔

☆ حضرت علامہ مفتی رضاء الحق اشرفی، سابق صدر المدرسین جامع اشرف۔

☆ حضرت علامہ محمد قاسم اشرفی۔ خلیفۂ سرکار کلاں۔

☆ حضرت علامہ ممتاز عالم اشرفی، پرنسپل شمس العلوم گھوسی۔ وغیرہ مدظلہم العالی۔

❁ **درس و تدریس:** تربیت فتاوی نویسی کے زمانے میں شمس العلوم گھوسی میں معین المدرسین کی حیثیت سے خدمت بھی انجام دی۔ باضابطہ فراغت کے بعد بنگال و اتر پردیش کے مختلف اداروں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ دار العلوم جائس قصبہ جائس ضلع رائے بریلی میں بحیثیت مدرس و مفتی تقرری عمل میں

آئی - جانشین حضرت اشرف الاولیاء شیخ طریقت حضرت علامہ سید جلال الدین اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کی دعوت واصرار پر ضلع مالدہ بنگال میں واقع ''مخدوم اشرف مشن'' میں بساط درس بچھایا - بحیثیت صدر المدرسین وسپر وائزر کئی سالوں تک اس ادارہ کو اپنی خدمتیں پیش کیں پھر اس ادارہ سے مستعفی ہو گئے - اب ضلع امبیڈکر نگر کی تحصیل ٹانڈہ میں واقع قصبہ التفات گنج میں دار العلوم عربیہ اہل سنت منظر اسلام میں صدر المدرسین، صدر دار الافتا وشیخ الحدیث کے عہدوں پر فائز ہیں -

۞ **بیعت وخلافت**: بیعت کا شرف شیخ المشائخ سرکار کلاں حضرت علامہ مفتی محمد مختار اشرف الاشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ سے حاصل ہے - موجودہ سجادہ نشیں سرکار کلاں قائد ملت حضرت علامہ سید محمود اشرف الاشرفی جیلانی مدظلہ العالی؛ جانشین محدث اعظم ہند، حضرت شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی اور سرپرست دعوت اسلامی ہند، خلیفۂ قطب مدینہ وحضور مفتی اعظم ہند - حضرت علامہ مولانا مفتی عبد الحلیم اشرفی رضوی ناگپوری مدظلہ العالی نے اپنی خلافت واجازت سے نوازا ہے -

۞ **تالیف وتصنیف**: خطابت اور عہدوں کی مصروفیت اس میدان میں زیادہ وقت دینے سے مانع رہی ہے پھر بھی جو کچھ کرنے کی توفیق ملی اس کا اجمالی خاکہ یہ ہے -

[۱] شان اہل بیت، ترجمہ **علموا أولادکم محبة اهل بيت النبی** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم -

[۲] خاموشی کے محاسن وفوائد، ترجمہ: **الدر والیاقوت فی محاسن السکوت** - مطبوعہ -

[۳] جنتی والدین، ترجمہ **التعظیم والمنة فی أن ابوی رسول اللہ فی الجنة** -

[۴] انیس الغرباء - فارسی، ترجمہ بزبان اردو - مطبوعہ بزبان اردو وبنگالی -

[۵] مختصر تذکرۂ امین شریعت، مطبوعہ بزبان ہندی - [۵] تذکرۂ امین شریعت اردو - غیر مطبوعہ

[۶] کھیل کود کے شرعی احکام - غیر مطبوعہ

[۷] **''حیات مخدوم العالم''** (تذکرۂ شیخ عمر علاء الحق والدین گنج نبات پنڈوی)، مطبوعہ -

[۸] آئینۂ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان - احوال وآثار، - مطبوعہ

[۹] جنت کی کنجی، ترجمہ **مفتاح الجنة فی الاحتجاج بالسنة** - غیر مطبوعہ

[۱۰] اہل شریعت وطریقت کی پہچان، ترجمہ **کشف الکربة فی وصف اهل الغربة** - مطبوعہ

[۱۱] شیخ نور قطب عالم حیات اور کارنامے، - زیر ترتیب -

[۱۲] ملفوظات شیخ عمر علاء الحق پنڈوی - مع توضیح وتشریح - زیر ترتیب -

۞ اس کے علاوہ مختلف مضامین مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہوئے اور سلسلہ جاری ہے -

مصادرومراجع

[۱] قرآن کریم۔

[۲] المواہب اللدنیۃ المقصد السابع، الفصل الاول علامات محبۃ الرسول، المکتب الاسلامی، بیروت، ۳/ ۹۷،۲۹۶۔

[۳] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، الفصل الاول علامات محبۃ الرسول، دارالفکر بیروت، ۶/ ۱۱، ۳۱۰۔

[۴] السنن الکبری محقق، احمد بن حسین بیہقی، جلد دہم، مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ، سال اشاعت ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء۔

[۵] فتاوی رضویہ جلد ۲۴ ر رضا فاؤنڈیشن پاکستان۔

[۶] بہارشریعت، حصہ چہارم، صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی، المدینہ ڈیجیٹل لائبریری دعوت اسلامی، ورژن جون ۲۰۱۶۔

[۷] حیات مخدوم العالم، عبدالخبیر اشرفی مصباحی، تقدیم ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی، ناشر اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدرآباد، سال اشاعت ۲۰۱۷ء۔

[۸] سیر الاولیا فارسی، مولانا محمد بن مبارک علوی، مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۲ھ۔

[۹] سیر الاولیا مترجم، شیخ محمد بن مبارک کرمانی، ترجمہ غلام احمد بریاں، مشتاق بک کارنر، اردو بازار لاہور، سال اشاعت ندارد۔

[۱۰] سیر الاولیا، علامہ محمد بن مبارک علوی، ترجمہ اعجاز الحق قدوسی، ناشر اردو سائنس بورڈ لاہور، پاکستان، طبع چہارم، سال اشاعت ۱۹۹۶ء۔

[۱۱] مرآۃ الاسرار مترجم، شیخ عبد الرحمٰن چشتی، ناشر ضیاالقرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور، سن اشاعت 1993/ء۔

[۱۲] بحر زخار، شیخ وجیہ الدین اشرف، مرکز تحقیقات فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، سال اشاعت ۲۰۱۱ء۔

[۱۳] ماہنامہ اشرفی، جلد نمبر 2 / شمارہ نمبر 11 : ربیع الآخر 1343ھ/نومبر 1924ء۔

[۱۴] ماہنامہ اشرفی، جلد: 2 شمارہ نمبر 12 : جمادی الاول 1343ھ/دسمبر 1924ء۔

[۱۵] ماہنامہ اشرفی، جلد ۲ / شمارہ نمبر ۶، ذی قعدہ الحرام ۱۳۴۲ھ/ جون ۱۹۲۴ء۔

[۱۶] ماہنامہ اشرفی، جلد 3 / شمارہ نمبر 1 : جمادی الاخری 1343ھ/ جنوری 1925ء۔

[۱۷] ماہنامہ اشرفی، محدث اعظم ہند، قسط دوم، جلد ۲ / شمارہ نمبر ۷ : ذی الحجہ الحرام ۱۳۴۲ھ/ جولائی ۱۹۲۴ء۔

[۱۸] ماہنامہ اشرفی، محدث اعظم ہند، قسط سوم، جلد ۲ / شمارہ نمبر ۸ : محرم الحرام ۱۳۴۳ھ/ اگست ۱۹۲۴ء۔

[۱۹] تذکرۂ اولیائے برصغیر، مرزا محمد اختر دہلوی، مطبوعہ ملک اینڈ کمپنی لاہور، سال اشاعت ندارد۔
[۲۰] خزینۃ الاصفیا، مفتی غلام سرور لاہوری، ج:۲، مکتبہ نبویہ لاہور۔
[۲۱] اخبار الاخیار فارسی، شیخ محدث عبد الحق دہلوی، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی سن اشاعت ۱۲۸۰ھ۔
[۲۲] اخبار الاخیار مع مکتوبات، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، رضویہ نوریہ پبلی شنگ کمپنی، کچا رشید روڈ بلال گنج لاہور، سال اشاعت ۲۰۰۹ء۔
[۲۳] اخبار الاخیار، شیخ عبد الحق دہلوی، ترجمہ، مولانا سبحان محمود و مولانا محمد فاضل صاحبان، ناشر اکبر بک سیلرز اردو بازار، لاہور، سال اشاعت، اگست ۲۰۰۴ء۔
[۲۴] گلزار ابرار فاسی، محمد غوثی شطاری، مطبوعہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، سال اشاعت، باردوم، ۲۰۰۱ء۔
[۲۵] اذکار ابرار اردو ترجمہ گلزار ابرار، محمد غوثی شطاری مانڈوی رفضل احمد جیوری، سن تصنیف ۱۰۱۴، مطبوعہ دار النفائس کریم پارک لاہور سن اشاعت ۱۴۲۷ء۔
[۲۶] تواریخ آئینۂ تصوف، شاہ محمد حسن صابری چشتی، مطبوعہ مطبع حسنی رامپور، سال اشاعت ۱۳۱۱ھ۔
[۲۷] چشتی نظامی صوفی آرڈر آف بنگال، ڈاکٹر غلام رسول، مملوکہ ذاکر حسین لائبریری، اکسیشن نمبر ۱۲۸۳۳۲، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی۔
[۲۸] Development of Sufism in Bengal، محمد اسماعیل، اسلامک اسٹڈیز علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۸۹ء۔
[۲۹] Memoirs of Gaur and Pandua عابد علی خان، مطبوعہ بنگال سکریٹریٹ بک ڈپو، کلکتہ، سال اشاعت ۱۹۳۱ء۔
[۳۰] Journal of the Asiatic Society of Bengal 1873، مضمون نگار پروفیسر بلوچمان، مطبوعہ جی، ایچ روز باپٹیسٹ مشن پریس کلکتہ، سن اشاعت ۱۸۷۳۔
[۳۱] حیات شبلی، مولانا سلیمان ندوی، ناشر دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، سال اشاعت ۲۰۰۸ء۔
[۳۲] ضلع مالدار پیر فقیر دیر کتھا، ایڈوکیٹ عبد الصمد، بنی آدم پرکاشنی، حسین پور، گوال پارہ مالدہ، سن اشاعت ۱۹۸۶ء۔
[۳۳] نظامی بنسری، خواجہ سید حسن نظامی دہلوی، ناشر خواجہ حسن نظامی میموریل سوسائٹی، بستی درگاہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی، سال اشاعت ۱۹۸۴/۱۴۰۴، اشاعت چہارم۔
[۳۴] لطائف اشرفی فارسی، مطبوعہ مطبع نصرت المطابع دہلی، سن اشاعت ۱۲۵۷ھ غالبا۔
[۳۵] لطائف اشرفی، اردو ترجمہ حضرت علامہ شمس بریلوی، ج:۱، ناشر شیخ محمد ہاشم اشرفی پاکستان، سن اشاعت ندارد۔

[۳۶]لطائف اشرفی،ترجمہ سید عبدالحئ اشرف،مقدمہ،مضمون نگار مولانا عزیز یعقوب ضیائی،ناشر مخدوم اشرف اکیڈمی کچھوچھہ شریف،سن اشاعت ندارد۔ملخصاً۔
[۳۷]لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی،حضرت نظام یمنی،مکتبہ سمنانی،فردوس کالونی،کراچی پاکستان،سال اشاعت ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء۔
[۳۸]محبوب الٰہی، ڈاکٹر عاصم اعظمی، ناشر فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور، سال اشاعت ،۲۰۰۲ء/محرم ۱۴۲۳ھ۔
[۳۹]مختصر تاریخ مشائخ اودھ،ڈاکٹر رضی احمد کمال،پیش لفظ،مطبوعہ الحسنات بک پرائیویٹ لمیٹیڈ، دریا گنج نئی دہلی،سال اشاعت ۲۰۰۶ء۔
[۴۰] تاریخ اودھ،حکیم محمد نجم الغنی خان رامپوری،مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ،سال اشاعت،۱۹۱۹ء۔
[۴۱]اظہار الاخیار،مولانا اظہار عالم اشرفی،ناشر اشرفی ایجوکیشنل ٹرسٹ درگاہ سلطان گنج پٹنہ، سال اشاعت ۲۰۱۵ء۔
[۴۲] قاری عبدالرقیب،سیرت آئینۂ ہند،مطبوعہ مسلم بک ڈپو،چاندنی مارکیٹ،کلیا چک مالدہ۔
[۴۳]ہدایۃ النحو،مضمون : مصنف ہدایۃ النحو،مولانا مبارک حسین مصباحی،مطبوعہ مجلس برکات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور،سال اشاعت ۲۰۰۱ء/ ۱۴۲۲ھ۔
[۴۴]ہدایۃ النحو،شیخ اخی سراج الدین عثمان،مطبوعہ مطبع نامی نول کشور،سن شعبان ۱۳۰۰ھ۔
[۴۵]مقدمۂ میزان الصرف،مضمون بعنوان میزان ومنشعب کے مصنف،مولانا ساجد علی مصباحی،مطبوعہ مجلس برکات،جامعہ اشرفیہ،مبارک پور اعظم گڑھ۔
[۴۶]میزان ومنشعب اردو مع تمرین وتعلیق،مفتی محمد جاوید سہارنپوری،مکتبہ دارالفکر دیوبند،سن اشاعت ندارد۔
[۴۷] میزان الصرف،سراج الدین اودھی ،منشعب ، ملاحمزہ بدایونی ہندی ،ترتیب وتسہیل ابوالحسن عبدالمجید مرادزہی خاشی،سن ترتیب ۱۳۳۹ھ،مطبوعہ کتاب خانہ ملی ایران،اشاعت بارہشتم ۱۳۸۶ھ۔
[۴۸] پنج گنج،مضمون مصنف پنج گنج،علامہ اختر حسین فیضی مصباحی،مطبوعہ مجلس برکات مبارک پور اعظم گڑھ۔
[۴۹]انوار اشرفی وگلزار اشرفی،مطبوعہ مطبع نامی لکھنو،سال اشاعت ۱۳۳۰ھ/ 1912ء۔
[۵۰]نزھۃ الخواطر بہجۃ المسامع والنواظر،حکیم عبدالحئ لکھنوی ،مطبوعہ دار ابن حزم بیروت لبنان،سن اشاعت ۱۹۹۹ء/ ۱۴۲۰ھ۔
[۵۱]شجرہ اشرفیہ،حسب ارشاد شیخ محمد اشرف حسین کچھوچھوی،مطبوعہ محبوب المطابع دہلی،سال طباعت ۱۳۳۸ھ۔
[۵۲] آئینۂ اودھ،سید شاہ ابوالحسن مانک پوری،مطبوعہ مطبع نظامی کان پور،سال اشاعت ۱۳۰۳ھ۔
[۵۳] تاریخ فرشتہ مترجم،ج: چہارم،محمد قاسم فرشتہ،ناشر ایوب پبلی کیشنز دیوبند،سال اشاعت ۲۰۰۹ء۔
[۵۴] تاریخ دعوت وعزیمت،ابوالحسن علی ندوی،ج: ۳،مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو،سن اشاعت جولائی

۲۰۰۶ء۔
[۵۵] ظفر المحصلین باحوال المصنفین، شیخ محمد حنیف گنگوہی، دار الاشاعت اردو بازار کراچی، سال اشاعت ۲۰۰۰ء۔ملخصاً۔
[۵۶] شیخ العالم علاء الحق گنج نبات، محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی، ناشر اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدرآباد دکن، سال اشاعت ۲۰۱۷ء۔
[۵۷] شرفا کی نگری، تذکرۂ صوفیائے بہار، سید قیام الدین نظامی، ج:۱، ناشر نظامی اکیڈمی کراچی، سال اشاعت ۱۹۹۵ء۔
[۵۸] فیروز اللغات، جامع ایڈیشن، مولوی فیروز الدین، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹیڈ، لاہور، سال اشاعت ۲۰۱۰ء۔
[۵۹] فوائد الفواد، امیر حسن علا سجزی، ترجمہ علامہ شمس بریلوی، اٹھائیسویں مجلس، منظور بک ڈپو، بلبلی خانہ، دہلی، سال اشاعت، ۱۹۹۲ء۔
[۶۰] تاریخ مشائخ چشت، خلیق احمد نظامی، مطبوعہ مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور، سال اشاعت ندارد۔
[۶۱] ریاض السلاطین، غلام حسین سلیم، مطبوعہ ایشاٹک سوسائٹی بیپ ٹسٹ مشن، کلکتہ، بنگال ۱۸۹۰ء۔
[۶۲] تذکرۂ علمائے ہند، مولوی رحمٰن علی، مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، بیت الحکمت کراچی، سال اشاعت باردوم ۲۰۰۳ء۔
[۶۳] فیضان عثمان مروَندی لعل شہباز قلندر، دعوت اسلامی، بحوالہ سیرت پاک لعل شہباز قلندر مجلس المدینۃ العلمیہ ،شعبۂ فیضان اولیا وعلما، پاکستان، سال اشاعت ندارد۔
[۶۴] تذکرۂ صابریہ، شاہ محمد انور علی سہیل فریدی، مطبوعہ مطبع اسلامک ونڈرس بیورو دہلی، سال اشاعت ۲۰۱۱ء باراول۔
[۶۵] قند فارسی بہار وتابستان، شمارہ ۳۳، ۳۴، مضمون علیم اشرف خان بعنوان اخی سراج مؤسس سلسلہ چشتیہ در بنگالہ ونہجت بھکتی چیتنیہ، سال اشاعت ۱۳۸۵ھ۔
[۶۶] رود کوثر، شیخ محمد اکرام، ناشر ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، پاکستان۔
[۶۷] مکتوبات اشرفی، ترجمہ سید شاہ ممتاز اشرفی، سید اشرف جہانگیر سمنانی، ناشر دار العلوم اشرفیہ رضویہ اورنگی ٹاون، کراچی پاکستان، سال اشاعت ندارد۔
[۶۸] حیات مخدوم اشرف سمنانی، سید وحید اشرف، ناشر مصنف خود، سن اشاعت ۱۹۷۵ء، بحوالہ مکتوبات اشرفی ہفتادوپنجم۔
[۶۹] www.sufiwiki.com صفحہ akhi_siraj

[۷۰] http:// dailyqudrat.com/special-articles /24-Aug-2017-162404/۔

[۷۱] www.ensani.ir

[۷۲] The Muslim mystic movements in Bengal from the Fourteenth to the Middle of the Sixteenth Century A. D.، ڈاکٹر عبد اللطیف، چیپٹر: ۴، سینٹر آف ایڈوانس اسٹڈی، ڈپارٹمنٹ آف ہسٹری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۴۔

[۷۳] اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام، مولوی عبدالحق، ناشر انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، سال اشاعت ندارد۔

[۷۴] نقش جاوید، ڈاکٹر جاوید نہال، مطبوعہ ٹوپ آرٹس پرائیویٹ لمیٹیڈ، ۳۲ تانٹی بگان لین، کولکاتا، سال اشاعت ۱۹۹۹ء۔

[۷۵] ضیاء النور ترجمہ مکتوبات نورقطب عالم، مولانا طبیب الدین اشرفی، زیر اہتمام محمد ساجد قادری، سال اشاعت ۲۰۱۵ء۔

[۷۶] حیات مخدوم الاولیاء محبوب ربانی، مفتی محمود احمد رفاقتی، ناشر، حضرت امین شریعت ٹرسٹ اسلام آباد، بھوانی پور، سون برسا، ضلع مظفر پور، بہار، سن اشاعت ۲۰۰۱ء۔

[۷۷] غوث العالم سید اشرف جہاں گیر سمنانی، حیات وخدمات ایک نظر میں، بشارت علی صدیقی، ناشر اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، سال اشاعت ۲۰۱۶ء۔

[۷۸] انیس العاشقین، شیخ حسام الدین مانک پوری، خاتمۃ الطبع، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۰ھ۔

[۷۹] بزم صوفیا، سید صباح الدین عبدالرحمٰن، مطبوعہ مطبع معارف اعظم گڈھ، سال اشاعت ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۴۹ء۔

[۸۰] سیر العارفین، مولانا شیخ جمالی، مطبوعہ مطبع رضوی، دہلی باہتمام سید میر حسن، سال اشاعت ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ۔

[۸۱] ہدایۃ الساری الی دراسۃ البخاری، مولانا امدادالحق سلہٹی بنگلا دیشی، ناشر حافظ مستفیض انور، دار الفکر الاسلامی، ڈھاکہ بنگلہ دیش، مطبع مدینہ پبلکیشن، بنگلہ بازار ڈھاکہ، سال اشاعت ۱۴۲۳ھ۔

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن-

ایک مختصر تعارف

رجب المرجب 1431 ہجری/ جون 2010ء میں مدینۃ الاولیاء حیدرآباد دکن میں **اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن** کا قیام عمل میں آیا۔ بانی ادارہ- مولانا بشارت علی صدیقی اشرفی کی تحریک، محنت وکاوش کے زیر اثر ادارہ ہذا علمی و تحقیقی کام کر رہی ہے اور بے شمار نوادرات اہل سنت پر کام ہورہا ہے، نیز اکابرین آئمہ دین کے کئی ایک علمی کتب کا عربی سے اردو میں پہلی بار ترجمہ کروایا گیا ہے۔

ادارے کے چار اہم شعبے ہیں:

1-شعبہ تراجم کتب (عربی سے اردو)

2-شعبہ تصنیف وتالیف (جدید عنوانات پر)

3-شعبہ نوادرات اہل سنت (کتب اسلاف ہند)

4-شعبہ کتب محدث اعظم ہند وشیخ الاسلام کچھوچھوی۔

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن زیر اہتمام ہونے والے علمی کام

1- شعبہ تراجم کتب (عربی سے اردو)

کُتب امام ابن ابی دنیا (م: 281ھ):

1-"**اخلاص وحسن نیت**" (كتاب الإخلاص والنية)؛ مترجم: مولانا حسان رضا مصباحی

2-"**رضا وقضا**" (الرضا عن الله بقضائه)؛ مترجم: مولانا روشن رضا مصباحی۔

3-"**بردباری کی فضیلت**" (كتاب الحلم)؛ مترجم: مولانا ظہیر الدین مصباحی۔

4-"**اللہ پر بھروسہ کریں**" (التوكل على الله عزوجل)؛ مترجم: مولانا اظہر علی علیمی۔

5-"**عقل اور اس کی فضیلت**" (كتاب العقل وفضله)؛ مترجم: مولانا شمس تبریز اشرفی علیمی۔

6-**''تقویٰ اور اہل تقویٰ''** (کتاب الورع) مترجم: مولانا محمد حفیظ الرحمٰن مصباحی۔
7-**''یقین اور اہل یقین''** (کتاب الیقین) مترجم: محمد نجم الدین مصباحی۔
8-**''مقبول دعا والے''** (کتاب مجابی ألدعوۃ) مولانا محمد روشن رضا مصباحی۔
9-**''شیطان کا مکر وفریب اور اس کا علاج''** (مکائد الشیطان)؛ مترجم: مولانا محمد کہف الوری رضوی مصباحی۔

کُتب امام سلمی شافعی (م:412ھ):

1-**''اربعین تصوف''** (کتاب الاربعین فی التصوف)؛ مترجم: علامہ عبدالمالک مصباحی
2-**''نفس کی برائیاں''** (عیوب النفس)؛ مترجم: مولانا سراج احمد قادری مصباحی۔
3-**''آداب زندگی''** (آداب الصحبہ وحسن العشرۃ)؛ مترجم: مولانا رئیس اختر مصباحی

کُتب امام ابن رجب حنبلی (م:795ھ):

1-**''اہل شریعت وطریقت کی پہچان''** (کشف الکربۃ فی وصف اھل الغربۃ)؛ مترجم: مولانا مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی۔
2-**''توحید اور کلمۂ اخلاص''** (تحقیق کلمۃ الاخلاص)؛ مترجم: مولانا حفیظ الرحمن مصباحی
3-**''حرص جاہ ومال''** (ذم المال والجاہ)؛ مترجم: مولانا آصف مصباحی۔

کُتب امام جلال الدین سیوطی شافعی (م:911ھ):

1-**''معجزہ ردشمس تحقیق کے آئینے میں''** (کشف اللبس فی حدیث رد الشمس)؛ مترجم: مفتی رضاالحق اشرفی مصباحی۔
2-**''افضلیت صدیق اکبر''** (الحبل الوثیق فی نصرۃ الصدیق)؛ مترجم: مولانا عارف منظری مداری ازہری۔
3-**''فضائل سیدہ فاطمہ''** (الثغور الباسمہ فی فضائل الفاطمہ)؛ مترجم: مولانا محمد شمشاد عالم مصباحی۔
4-**''ہمارا نام مسلمان کیوں؟''** (اتمام النعمۃ فی اختصاص الاسلام بھٰذہ الامۃ)؛ مترجم: مولانا احمد رضا مصباحی۔
5-**''مقامات اولیاء اللہ''** (الخبر الدال علی وجود القطب و الاوتاد والنجباء والابدال)؛

مترجم: مولانا عارف منظری مداری ازہری۔

6-"**صلوٰۃ وُسطیٰ کی تحقیق**" (الید البسطی فی تعین الصلاۃ الوسطی)؛ مترجم: مولانا غوث رضا برکاتی مصباحی۔

7-"**فضائل ذکر وذاکرین**" (اعمال الفکر فی فضل الذکر، نتیجۃ الفکر فی الجھر بالذکر، الدر المنظم فی الاسم الاعظم)؛ مترجم: مفتی رضا الحق اشرفی مصباحی۔

8-"**رزق میں برکت کے نبوی وظائف**" (حصول الرفق باصول الرزق)؛ مترجم: فضیلۃ الاستاذ مفتی اعجاز احمد قادری۔

9-"**دعائیں کیسے قبول ہوں؟**" (سہام الاصابۃ فی دعوات المستجابۃ)؛ مترجم: فضیلۃ الاستاذ مفتی اعجاز احمد قادری۔

10- "**عمر بڑہانے کے نبوی وظائف**" (افادۃ الخبر بنصہ فی زیادۃ العمر و نقصہ)؛ مترجم: مولانا غوث رضا برکاتی مصباحی۔

11- "**مبارک بادی دینے کے اصول و طریقے**" (وصول الامانی با صول التھانی)؛ مترجم: مولانا غوث رضا برکاتی مصباحی۔

12-"**سنت کی اہمیت**" (مفتاح الجنۃ غی الاعتصام بالسنۃ)؛ مترجم: مولانا مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی۔

13-"**معراج نبوی**" (الآیۃ الکبری فی شرح قصۃ الاسرا)؛ مترجم: مولانا اسرار الحق مصباحی۔

کتب امام ملا علی قاری حنفی (م:1014ھ):

1-"**اربعین احادیث قدسی**" (الأحادیث القدسیۃ الأربعینیۃ)؛ مترجم: مولانا افضل حسین اشرفی مصباحی۔

2-"**حیات خضر** علیہ السلام" (الحَذَرُ فی امر الخَضِر)؛ مترجم: مولانا محمد گلریز رضا مصباحی۔

3-"**خوفِ خاتمہ**" (المقدمۃ السالمۃ فی خوف الخاتمۃ)؛ مترجم: مولانا رئیس اختر مصباحی

4-"**غیبت کی خرابیاں**" (تطھیر العیبۃ من دنس الغیبۃ)؛ مترجم: مولانا محمد شمشاد عالم مصباحی۔

کُتب دیگر ائمہ:

1-"ایمان کی شاخیں"(شعب الایمان)۔امام ابن کثیر؛مترجم:ڈاکٹر حامد علی علیمی۔

2-"بدفعلی کا وبال"(ذم اللواط)۔امام آجری؛مترجم:مولانا سراج احمد قادری مصباحی۔

3-"فتنوں کے زمانے میں مسلمان"(المسلمون فی زمان الفتن کما اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)-امام عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی؛مترجم:مولانا محمد سلطان احمد مصباحی۔

4-"میلادِ نور"(المَوَارِدُ الهَنِيَّة فِي مَوْلِدِ خَيْرِ البَرِيَّة صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)-امام نورالدین علی بن احمد سمہودی؛مترجم:مولانا مفتی ابومحمد اعجاز احمد قادری-

5-"امام مهدی ۔ زمانۂ ظهور اور علامات"(القول المختصر فی علامات المهدی المنتظر)-امام حافظ ابن حجر مکی شافعی؛مترجم:مولانا محمد سراج الدین قادری مصباحی۔

6-"راہِ معرفت"(منهاج العارفین)- حجۃ الاسلام امام محمد غزالی؛مترجم:مولانا محمد ذیشان یوسف مصباحی۔

7-"روایتِ صحابہ از تابعین"(نزهة السامعین فی روایة الصحابة عن التابعین)- حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی؛مترجم:مولانا محمد عالمگیر مصباحی۔

8-"سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"(اَلْغُرَرُ وَالدُّرَرُ فِي سِيْرَةِ خَيْرِ البَشَر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)-امام عزالدین محمد ابن جماعۃ؛مترجم:فضیلۃ الاستاذ مفتی اعجاز احمد قادری-

9-"دینی محبت"(المتحابین فی اللہ)-امام ابن قدامہ مقدسی حنبلی؛مترجم:مولانا محمد رجب علی قادری مصباحی-

10-"بخشش کے بہانے"(اَلْخِصَالُ الْمُكَفِّرَة لِلذُّنُوْبِ الْمُتَقَدِّمَةِ وَالْمُتَأَخِّرَة)- حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی؛مترجم:ڈاکٹر حامد علی علیمی۔

11-"علامات امام مهدی"(البرهان فی علامات مهدی آخر الزمان)-امام علاء الدین علی المتقی چشتی قادری برهانپوری هندی؛مترجم:مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی-

12-"گناہ کی اَقسام اور اُن کے اَحکام"(شَرْحُ الرِّسَالَةِ فِي بَيَانِ الْكَبَائِرِ وَالصَّغَائِرِ مِنَ الذُّنُوْبِ)-امام شیخ محقق ابراهیم بن نجیم مصری حنفی؛مترجم:ڈاکٹر حامد علی علیمی۔

13-"مقامات غوثیت وقطبیت"(اجابة الغوث ببیان حال النقباء والنجباء والاوتاد

والابدال والغوث)-امام سیدابن عابدین حنفی شامی؛
14-"**مناقب معروف کرخی**"-مؤلف: امام عبدالرحمٰن بن علی بن جوزی حنبلی (م:۵۹۷ھ)؛ ترجمہ، تقدیم وتحشیہ: مولانا شبیر حسین ازہری-

2-شعبہ تصنیف وتالیف (جدید عنوانات پر)

1-"**اے ابن آدم!**" [ایمان افروز نصیحتوں پر مشتمل 52 احادیث وآثار کا مجموعہ جس میں مومنین کو **یا ابن آدم!** کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے]؛ مرتب: **محمد بشارت علی صدیقی اشرفی**-
2-"**فضائل استغفار**" [70 احادیث وآثار کا مجموعہ جس میں استغفار کے فضائل وثمرات کی تفصیل دی گئی ہیں]؛ مرتب: **محمد بشارت علی صدیقی اشرفی**-
3-"**قرآن کے اقتصادی اعجاز کا جائزہ**"- تالیف: ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی (پرنسپل دارالعلوم علیمیہ نسواں، جمدا شاہی، بستی، یوپی انڈیا)
4-"**حیات مخدوم العالم**" [مخدوم العالم، قطب بنگال، گنج نبات، مرشد مخدوم اشرف سمنانی، حضرت شیخ علاء الحق والدین پنڈوی بنگالی علیہ الرحمہ پر بزبان اردو پہلی تفصیلی تحقیقی سوانحی کتاب]-تصنیف: **علامہ مولانا مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی**-
5-"**ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی** (۷۶۱-۸۴۹ھ)" [غوث العالم سید مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ کے نامور خلیفہ پر اولین تحقیقی سوانحی کتاب]؛ مؤلف: علامہ مولانا ساجد علی مصباحی (استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی)
6-"**آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان-احوال وآثار**" [مصنف ہدایۃ النحو، خلیفۂ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا، بانی سلسلہ سراجیہ، مرشد مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی، آئینۂ ہندوستان شیخ اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر اولین تحقیقی کتاب]-تصنیف: **علامہ مولانا مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی**-
7-"**قندیل معرفت**" [مرید چراغ دہلی، خلیفہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت، مربی شیخ مخدوم سارنگ وشیخ مخدوم مینا لکھنوی۔ قطب ومخدوم لکھنو۔ حاجی الحرمین مخدوم شیخ قوام الدین عباسی چشتی لکھنوی کی حیات، خدمات اور ملفوظات پر اولین تحقیقی وتاریخی کتاب۔] مؤلف: **مولانا سید نور محمد لکھنوی مصباحی علیمی**۔

8-**سید سلیمان اشرف۔احوال وآثار** [حضرت پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری، (سابق استاذ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی) کے حیات، خدمات اور افکار پر پہلا مجموعہ مقالات]؛ مرتب: سید قمر الاسلام۔

3-شعبہ نوادرات اہل سنت (کتب اسلاف ہند)

1-**''عظمت اہل بیت اطہار''** (الکلام المقبول فی طھارۃ نسب الرسول)-حکیم الامت مفتی احمد یار خان اشرفی نعیمی بدایونی؛ تخریج وتحقیق: بشارت علی صدیقی اشرفی-

2-**''رحمت خدا بوسیلہ اولیا''**-حکیم الامت مفتی احمد یار خان اشرفی نعیمی بدایونی؛ تخریج وتحقیق: بشارت علی صدیقی اشرفی-

3-**''داڑھی کی شرعی حیثیت''** (نزھۃ المقال فی لحیۃ الرجال)- رئیس المتکلمین حضرت علامہ سید سلیمان اشرف چشتی اشرفی بہاری۔ تحقیق وتخریج: مولانا محمد طفیل احمد مصباحی۔

4-شعبہ کتب محدث اعظم ہند وشیخ الاسلام کچھوچھوی:

1-**خطبات شہادت** [شہادت امام حسین پر 7 ایمان افروز خطبات کا مجموعہ]۔حضرت شیخ الاسلام سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی قبلہ-جمع وترتیب: مولانا ڈاکٹر فرحت علی صدیقی اشرفی حیدرآبادی-

2-**''نمازِ جنازہ کے بعد دعا کا حکم''** (الإجازۃ بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ[1335ھ/1917ء])-محدث اعظم ہند حضرت علامہ مولانا سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی-

3-**''شیخ العالم''** [تذکرہ مرشد مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی - علاء الحق گنج نبات لاہوری پنڈوی]-محدث اعظم ہند حضرت علامہ مولانا سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی-

4-**تین اہم مسائل** [ایصال ثواب، قربانی، اور طوافِ قبور وغیرہ مسائل پر اعتراضات کا مدلل ومفصل جواب]-محدث اعظم ہند حضرت علامہ مولانا سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی-